بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو نعت میں تجلّیات سیرت

اردو نعت میں تجلّیاتِ سیرت

مرتب

سید صبیح الدین صبیح رحمانی

نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

ضابطہ

نام کتاب : اردو نعت میں تجلّیاتِ سیرت

مرتب : سید صبیح الدین صبیح رحمانی

بارِاول : جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ/اپریل ۲۰۱۵ء

صفحات : ۳۲۸

قیمت : ۳۵۰روپے

ناشر : نعت ریسرچ سینٹر

بی-۳۰۶، بلاک ۱۴، گلستانِ جوہر، کراچی۔

Cell No. 03332457575

E-mail: sabeehrehmani@gmail.com

انتساب

ڈاکٹر محمود احمد غازی

کے نام

مرے نبی کے نظامِ شمسی سے نور ہے مستعار اس کا
جمالِ سیرت کا جو ستارہ جہاں کہیں جگمگا رہا ہے
(جعفر بلوچ)

فہرست

	اردو نعت میں تجلّیاتِ سیرت	صبیح رحمانی	۹۔۱۴
	تاثرات	ڈاکٹر نثار احمد	۱۵۔۲۱
		ڈاکٹر عزیز احسن	۲۲۔۲۳
۱۔	ظہور قدسی: پس منظر		
	(اردو نعت کے آئینے میں)	پروفیسر محمد اقبال جاوید	۲۴۔۵۴
۲۔	ظہور قدسی		
	(اردو نعت کے آئینے میں)	پروفیسر محمد اقبال جاوید	۵۵۔۶۸
۳۔	اردو نعت میں بیانِ سیرت	اصغر حسین نظیر لدھیانوی	۶۹۔۱۰۵
۴۔	اُسوۂ حسنہ		
	(.اردو نعت کے آئینے میں)	پروفیسر محمد اقبال جاوید	۱۰۶۔۱۳۲
۵۔	سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی بہارِ جاوداں		
	(اردو نعت کے آئینے میں)	پروفیسر محمد اکرم رضا	۱۳۳۔۱۸۸

٦۔ **جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ :**

نعت کے آئینے میں	گوہر ملسیانی	۱۸۹۔۲۴۲

٧۔ **اخلاقِ محسنِ انسانیت ﷺ :**

نعت کے آئینے میں	گوہر ملسیانی	۲۴۳۔۲۷۴

٨۔ **رحمت وشفقت محسنِ انسانیت ﷺ :**

نعت کے آئینے میں	گوہر ملسیانی	۲۷۵۔۳۲۳

اردو نعت میں تجلیاتِ سیرت

کسی نے کیا خوب کہا تھا :

حسنِ صورت عارضی ہے، حسنِ سیرت مستقل
اُس سے خوش ہوتی ہیں نظریں، اِس سے خوش ہوتا ہے دل

اللہ رب العزت نے ضمیرِ انسانی میں خیر طلبی کا مادہ رکھا ہے۔ اسی لیے انسانی معاشرے میں کبھی وہ لوگ جو صرف صورتاً حسین تھے، انسانوں کے لیے مثال نہیں بنے۔ اچھی صورت اکثر وقتی توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ تو بن گئی۔ لیکن مستقل اس کی طرف توجہ مرکوز نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا تصورِ جمال صرف حسنِ صورت تک محدود کبھی بھی نہیں رہا۔ اس نے ہر خیر کو حسن اور ہر اچھے عمل کو جمال سے تعبیر کیا اور ان لوگوں کو مثالیہ کے درجے میں رکھا جن کے اخلاق اچھے تھے یا جن کے پاس معاشرے کو دینے کے لیے کچھ علم تھا۔ جو انسانوں کو حکمت سکھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی علیہ السلام کو حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا ایسا مجسمہ بنایا تھا جس کے نہ تو جمالِ صوری کی مثال ہو سکتی تھی اور نہ ہی حسنِ معنوی یعنی سیرتِ مطہرہ کی مثال ممکن تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد میں جب رسولِ اکرم جناب محمد رسول اللہ کی آمد کی بشارت دی تو آپ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہی بعض خیر طلب شعراء نے آپ ﷺ کی مدح میں اشعار کہے۔ یمن کے بادشاہ تبع حمیری نے حضورِ اکرم ﷺ کی جلوہ گری سے ایک ہزار برس قبل اور حضرت کعب بن لوی نے پانچ سو ساٹھ سال قبل آپ ﷺ کی مدح میں اشعار کہے جو کتبِ سیرت میں محفوظ ہیں۔ تبع حمیری کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شهدت علیٰ احمد الہٰ   نبی من الله باری النعم

(میں نے گواہی دی کہ محمد (ﷺ) اللہ کے نبی ہیں جو تمام نعمتوں کا خالق ہے)

فلو مد عمری الیٰ عمرہ　　لکنت وزیر اً لہٗ و ابنِ عم

(اگر آپ کی زندگی تک میری عمر نے وفا کی تو میں آپ ﷺ کا بھائی اور مددگار بنوں گا)

ویا تی بعدہٗ رجل عظیم　　نبی لا یرخص فی حرام

یسعی احمدیا لیت انی　　اعمر بعد مبعثہٗ بعام

(اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا۔ وہ ایک نبی ہوگا جو کسی حرام بات کی اجازت نہیں دے گا۔ اس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔ اے کاش! میں اس کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال زندہ رہتا)۔

مدحتِ مصطفیٰ ﷺ میں اس طرح کی بہت سی مثالیں انسانی سرشت کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ایک انسان کسی بھی انسان کے حسنِ صوری سے اتنا متاثر نہیں ہوتا ہے جتنا کہ حسنِ معنوی یعنی سیرت سے متاثر ہوتا ہے۔ مدحِ رسول ﷺ کی ان مثالوں سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ اچھے اوصاف کا تذکرہ کرنے والے اشخاص میں شعراء پیش پیش ہوتے ہیں۔ کیوں کہ سیرت نگاری کا کام تو حضورِ اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد شروع ہوا لیکن شعراء نے آپ ﷺ کے اسوہء حسنہ سے متاثر ہوکر اسی زمانے میں شعر کہنا شروع کردیئے تھے جب آپ کی ذاتِ والا صفات اس جہانِ رنگ و بو میں اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ آپ ﷺ کے جمالِ صوری کا بیان جس خوبی سے امِ معبد نے کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور آپ کی سیرتِ اطہر کے متنوع گوشوں سے متعارف کروانے کے لیے اس عہد کے ہر شاعر کا شعری نگارخانہ تاریخ کے صفحات پر آراستہ ہے۔

اردو میں منظوم سیرت نگاری کی ایک الگ روایت قائم ہوچکی ہے' جس پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ منظوم سیرت نگاری میں شاعر کا فکری مرکز' واقعات نگاری ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کہیں کہیں شعریت کا عنصر کمزور دکھائی دیتا ہے۔ اس کے برعکس عمومی نعت میں سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ کی جھلکیاں شعری محاسن کے ساتھ نظر آتی ہیں۔

نعتیہ ادب کے ایک طالب علم کے طور پر مجھے نعت کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع ملتا رہا اور ایسے ہی کسی لمحے میں میری توجہ نعت کے اس تبلیغی کردار کی جانب بھی مبذول ہوئی جو سیرتِ اطہر کے وسیع تر ابلاغ میں غیر محسوس طور پر کارفرما رہا ہے۔ نئی اردو نعت میں سیرتِ رسول ﷺ کی پاکیزہ

جھلکیاں بہت واضح انداز میں اپنی شان دکھارہی ہیں اور خدوخالِ سیرت کے سارے رنگوں سے اپنے معاشرے کو منور کررہی ہیں۔ عصرِ حاضر کا ہر باشعور نعت گو حیاتِ نبوی کے ایسے روشن پہلوؤں کو اپنی نعت کا سرنامہ بنارہا ہے' جو انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر انسانی زندگی کی فوز وفلاح کے ضامن ہیں۔ عصری نعت عدل، انصاف، مساوات، انسان دوستی، اخوت اور بھائی چارے جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی پرچارک ہے' جو انسانی سماج کو حسن اور توازن سے ہمکنار کرنے میں اساسی کردار ادا کررہی ہے۔

شاعر جب حضورِ اکرم ﷺ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے تو وہ تخلیقی وفور میں اوصافِ حمیدہ اور سیرتِ مطہرہ کی مثالیں بھی دیتا جاتا ہے۔ کبھی واضح اشارات کی صورت میں کبھی تلمیحات کی شکل میں اور کبھی صرف علامتی انداز میں۔ اردو ادب کی عام تحریروں میں بھی اپنی بات کو وزن و وقار دینے کے لیے اکثر ادباء اشعار کا سہارا لیتے ہیں...... ہمارے ہاں اکثر سیرت نگاروں نے بھی یہ اہتمام روا رکھا ہے کہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے نعتیہ اشعار سے اپنی نثر کو مزین کیا ہے۔ ان سیرت نگاروں میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر میں یہ خوبی بڑی نمایاں ہے۔ بعد کے سیرت نگاروں میں شاہ مصباح الدین شکیل اور ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی، وغیرھم کی کتب سیرت میں برمحل نعتیہ اشعار پیش کرنے کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔

ہمارے بعض شعراء نے حضورِ اکرم ﷺ کے اسوہء حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں اس طرح اجاگر کیا ہے کہ شعری پیکر میں آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا ایک محسوس خاکہ بن گیا ہے۔ ذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''خلقِ عظیم'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی۔ اس نظم میں قرآنِ کریم کی آیت ''اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' (القلم۔ آیت ۴، پ ۲۹) (بے شک تم فائز ہوا خلاق کے بڑے مرتبے پر) کی تفسیر بھی ہے اور یہ اشعار آیت میں پوشیدہ حکمتوں کے اہم نکات کی طرف بھی اشارے کرتے ہیں:

اخلاق کے معنی ہیں پسندیدہ خصائل
اخلاق ہیں شائستہ و بائستہ شمائل
سرکار کے اخلاق عظیمہ کی گواہی

''اخلاقِ عظیم'' اور عظیم اسمِ الٰہی
ثابت ہے کہ اخلاقِ الٰہی سے ہیں موصوف
شانِ عظمت ہے کہیں محصور نہ موقوف
اخلاق کی دو قسم ہیں تقئید اور ''اطلاق''
یہ بندوں کے اخلاق وہ اللہ کے اخلاق
یہ دونوں جہات آپ کے اخلاق میں شامل
لازم عظمت کو ہے کہ ہو کوئی مقابل
کی آپ نے اخلاق کی تکمیل مکارم
یارب علیٰ مرشدنا صلِ و سَلِّم

(ذہین شاہ تاجیؒ، لمعاتِ جمال، ص ۴۶)

یہ نظم تو حضورِ اکرم ﷺ کے اخلاقِ جلیلہ کا ایک نقش قائم کرتی ہے۔لیکن سیرت کے عملی پہلوؤں کی طرف اکثر نعت گوشعراء نے اس طور اشارے کیے ہیں کہ ان کے اشعار آپ ﷺ کی سیرت کا آئینہ بن گئے ہیں۔

نعت نگار نبیء کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے جب آپ کی سیرت کی بات کرتا ہے تو ایک جانب تو وہ خود کو عمل کی راہوں پر ڈالنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کر رہا ہوتا ہے دوسری جانب اس کا روئے سخن اپنے معاشرے کی طرف ہوتا ہے۔اس انداز سے وہ اپنے اشعار میں سیرت کے موتی بکھیرتے ہوئے اپنی شاعری کو رفعت سے ہم کنار کر رہا ہوتا ہے اور فی الاصل مقصدی ادب کی تخلیق کی بنیادی غایت ہی یہ ہے۔دیکھیے ڈاکٹر عزیزؔ احسن نے کس خوبی سے اسوہء نبی علیہ السلام کی طرف توجہ دلائی ہے:

مقصد بنے حیات کا جب اسوۂ نبی
بنتا ہے بودو باش کا ڈھب اسوۂ نبی
جس کے طفیل راہِ عمل مستنیر ہو
منبع ہے روشنی کا عجب اسوۂ نبی

امت کی مشکلات کا حل صرف ایک ہے
اپنائیں ذوق و شوق سے سب اسوۂ نبی
یوں سیرتِ رسول میں ڈھل جاؤں میں عزیزؔ
بن جائے عرف و نام و نسب ، اسوۂ نبی

(عزیزؔ احسن، شہپرِ توفیق، ص36)

ایسی شاعری کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔لیکن اس کتاب میں شامل مضامین میں اردو نعت کے دامن سے ایسی متعدد مثالیں یکجا کر دی گئی ہیں جو اس نکتہ کی وضاحت کے لیے کافی ہوں گی۔

میرے نزدیک اگر منظوم سیرت نگاری سے ہٹ کر بھی عمومی نعت میں سرمائے میں در آنے والے ایسے اشعار کو جو سیرتِ مبارکہ کے کسی گوشے پر روشنی ڈالتے ہوں' علاحدہ سے مطالعے کا موضوع بنایا جائے تو ہمیں نعت کے ذریعے مضامینِ سیرت کے نمایاں ہوتے ہوئے کئی ایسے جائزے میسر آسکیں گے جو نعت گوئی کے ایک منفرد مطالعے کے ساتھ ساتھ سیرتِ اطہر سے استفادے کے شعور اور اتباع کے جذبے کو ابھارنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

جو مضامین اس کتاب میں پیش کیے جا رہے ہیں ان میں سے بیشتر ''نعت رنگ'' کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکے ہیں اور مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔اس لیے موضوع کی یکسانیت اور جذبے کی اجتماعیت کے باعث ہوسکتا ہے کہ کہیں کہیں آپ کو شعری مثالوں میں تکرار و توارد کا شائبہ ہو،لیکن ان مضامین میں ان شعراء کا اجتماعی شعور ضرور نمایاں ہوا ہے جنہوں نے قصداً سیرت کے پہلوؤں کو قصہ گوئی کے انداز میں رقم نہیں کیا بلکہ شعر گوئی کے لمحات میں جن کے توسنِ خیال کا رخ حضورِ اکرم ﷺ کی عقیدت کے اظہار میں آپ ﷺ کی سیرت کے کسی خاص گوشے کی طرف از خود ہوگیا ہے......اور اس طرح حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت کی روشنی نے ان کے اشعار کو تابناک کر دیا۔

''اردو نعت اور تجلیاتِ سیرت'' نعت اور سیرت کے مطالعے کو ایک منفرد جہت سے روشناس کرانے کی ایک کوشش ہے۔کوئی بھی انسانی کاوش اپنی سطح سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی اور اگر موضوع سیرتِ مطہرہ ہو تو محبت کی فراوانی کے باوجود اظہار کی تنگ دامانی ہمیشہ یہی کہنے پر مجبور کرتی ہے:

یہ خیال رہتا ہے یہ ملال رہتا ہے
مدحتِ نبیؐ میں نے جتنی کی ہے کم کی ہے

(صبیح رحمانی)

سواس کتاب کو اپنے موضوع پر ایک ادنیٰ اور نامکمل کاوش ہی کہا جاسکتا ہے۔ دعا ہے کہ یہ کاوش بارگاہِ رب العزت سے برکت اور دربارِ محبت سے قبولیت پا کر ایسے ہی دوسرے کاموں کی تحریک کا سبب بن جائے۔ (آمین!)

صبیح رحمانی

تاثرات

واہ واہ! سبحان اللہ! عزیزی صبیح رحمانی کے ذہن رسا کو داد دینی پڑتی ہے کہ موصوف نے نعت کے بحر زخار میں بھی تجلیات سیرت کے جزیرے تلاش کر لیے اور پھر بادبانِ محبت سجا کر سفینۂ ہستی کو موج درموج ساحل آشنا کرتے چلے گئے۔

اب تو زمانہ گذر گیا کہ نعت ہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سالہا سال کی محنت و مشقت کے بعد آنجناب میدان نعت میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دے چکے ہیں کہ دنیائے شعر و سخن میں انھیں اعتبار حاصل ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نعت جو پہلے کبھی شعرا اپنے دیوان کی ابتداء میں محض تبرکاً شامل کرلیا کرتے تھے اور گاہے بگاہے اپنے عقیدت و محبت کے اظہار کے لیے کچھ نہ کچھ کرلیا کرتے تھے اب انھیں ایک بھرپور ماحول میسر آ گیا ہے چنانچہ پوری شعوری کوششوں کے ساتھ اس صنف سخن کو پائندہ و تابندہ بنا رہے ہیں چنانچہ نعت اب علم و فن سے آگے بڑھ کر ایک تحریک اور عز و وقار سخن کا باعث بن چکی ہے اور سب کی پسندیدہ بھی۔

عزیز موصوف کی زیر نظر کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے تو انھوں نے مجموعہ ہائے نعت میں سے جہانِ سیرت کو تلاش کیا اور اب اسے ''تاریخیت'' سے مزین کر رہے ہیں تا کہ عروض و قوافی کے پیمانوں میں اسناد و استناد کا رنگ و آہنگ بھی نمایاں ہو جائے۔ چنانچہ نعت کے تبلیغی کردار یا اس کے ذریعہ اخلاقی اقدار کا پرچار اور اسوۂ حسنہ کی بہار اپنی جگہ اب ان کے پیش نظر یہ ہے کہ منظوم سیرت نگاری سے الگ بیان سیرت کی ایک نئی جہت پیکر سخن میں آراستہ ہو جائے اور دل و نگاہ کو محبت و مسرت سے سرشار کردے۔ شاید اسی مقصد سے موجودہ کاوش کے تحت انھوں نے نعت اور سیرت کے تاریخی حوالوں سے بھرپور ایسے آٹھ مضامین کا انتخاب کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ معیاری ہیں بلکہ ان میں شامل منتخب اشعار قاری کو تسکین قلب و نظر سے متمتع کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے فاضل مرتب نے نعت و سیرت کے مطالعہ کی ایک نئی جہت اور نئی پیشکش کا اہتمام کر کے نعت کے وسیع و عریض میدان میں محبت کی

فراوانی کو دوام بخشا ہے اس کے لیے جناب مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کتاب ہذا کی ترتیب وتدوین بڑے سلیقے سے کی گئی ہے اس کی نمایاں خوبی ایک تو یہ ہے کہ جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے وہ علمی فکری تحقیقی شان لیے ہوئے ہیں۔ زبان و بیان عمدہ، نکتہ شناسی سے آراستہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ انتخاب مضامین میں معنویت پیدا کرنے کے لیے واقعات سیرت کی تاریخی ترتیب برقرار رکھی گئی ہے جس کے سبب ایک قاری صرف لطف کلام سے ہی متمتع نہیں ہوتا بلکہ ایک دلکش پس منظر کے ساتھ ایک مربوط تاریخ سے بھی بہرہ ور ہوتا چلا جاتا ہے بنابریں ہر نکتہ کی تشریح کے لیے نعت کی نظموں اور غزلوں میں سے بہترین اشعار کا انتخاب احوال وآثار کی تصویر سامنے لے آتا ہے یہاں تک کہ پڑھنے والے کو ذہنی آسودگی ہی میسر نہیں آتی بلکہ کلام اس کے فہم وشعور کو بھی جلا بخشا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے ''ظہور قدسی کا پس منظر'' بیان کیا گیا ہے تا کہ ابتدا میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی آمد متحقق ہوجائے اور یہ اہمیت بھی واضح ہوجائے کہ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی ہم مسلمانوں پر ہی اللہ رب العالمین کا احسان عظیم نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے باعث ہدایت اور موجب رحمت وبرکت ہے اور روئے زمین پر آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اجمل، احسن اور اکمل انسان ظہور پذیر ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا یہ حقائق منتخبہ اشعار میں نکھر کر سامنے آجاتے ہیں مثلاً:

ترے آستاں سے پہلے کوئی آستاں نہیں تھا   وہ زمیں تھا میں کہ جس کا کوئی آسماں نہیں تھا
توجوازِ دو جہاں ہے تو ہی رازِ کن فکاں ہے   تو کہاں کہاں نہیں ہے تو کہاں کہاں نہیں تھا

(سلیم گیلانی)

یہ ایک مستقل تاریخی حقیقت ہے کہ آنحضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے جزیرہ العرب کی اخلاقی، فکری، سیاسی، سماجی اور مذہبی صورت حال انتہائی دگرگوں تھی اور صرف عرب میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہر اعتبار سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مکمل تاریکی ایسی رات کی مانند ہوگئی تھی جس کے بعد ایک ''سراج منیر'' کا طلوع اور ایک ''رحمۃ للعالمین'' کی آمد ناگزیر ہوچکی تھی:

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا   جہاں تک کام آتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا   نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

(جگن ناتھ آزاد)

بزمِ طرب نہ کلبۂ احزاں میں روشنی   گلشن میں روشنی نہ بیاباں میں روشنی
انساں بھٹک رہا تھا اندھیرے حصار میں   قلبِ حزیں نہ ذہن پریشاں میں روشنی

(عارف سیمابی)

جملہ مذاہب عالم کی حقیقی تعلیمات مسخ ہوچکی تھیں۔ نظریہ توحید آتش پرستی اور بت پرستی کے نرغہ میں تھا آسمانی ہدایات فراموش، مذہبی فرقوں کی فراوانی، کفر وشرک کے پجاری بہ افراط، بت تراشی اور مجسمہ سازی مستقل فن، زمانہ کا چلن بن چکی تھی۔ لوگ آخرت میں اعمال کی جواب دہی سے بے نیاز تھے۔ آگ، سورج، جن، فرشتے اور چاند، ستارے معبود قرار دے چکے تھے۔ عبادت گاہیں عیاشوں کے اڈے تھے، معاشرہ اعتدال اور حسن توازن سے محروم ظھر الفساد فی البر والبحر کی مکمل تصویر بن چکی تھی چنانچہ:

نقطۂ آغاز بھی اور ارتقاء بھی تھا وہی   انتہا بن کر جو آیا ابتدا بھی تھا وہی
پیشوائی کو ہزاروں انبیاء بھیجے گئے   اس کی خاطر روشنی کے دائرے کھینچے گے
اس لیے آخر میں آیا وہ حبیب کردگار   تاکہ دنیا سیکھ جائے احترامِ انتظار

(صہبا اختر)

ایسے عالم میں رب تعالیٰ کو پھر   اپنی مخلوق پر رحم آہی گیا
تاج رحمت کو سر پہ سجائے ہوئے   پرچم عدل و احساں اٹھائے ہوئے
وہ جو آئے تو عہد بہار آگیا   عشق کو جن کے دل کی شریعت کہیں
ذکر کو جن کے جاں کی عبادت کہیں   وہ حبیب خدا احمد مجتبیٰ!
ان پر قربان ہمارے تمہارے وجود   ان پہ پیہم سلام ان پہ دائم درود

(صبیح رحمانی)

تاریخی ترتیب کے اعتبار سے پہلا مرحلہ چونکہ ''ظہور قدسی کا پس منظر'' تھا۔ اس لیے دوسرے مرحلے میں ''ظہور قدسی'' کا بیان گویا منطقی اور لازمی تھا۔ ظہور قدسی کا باب (ص۳۸ سے ص۸۸) تک پھیلا ہوا ہے اور اس میں بالترتیب صبح سعادت (ص ۵۸) کی دلاویزی، انقلاب عظیم کا ورود مسعود اور پھر خلاصۂ منصب وتعلیم، نشر توحید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مطہرہ اور آپ کے اخلاق مبارکہ

کے اوصاف جمیلہ مثلاً رحمت ورافت (ص۲۴) خلق عظیم (ص ۶۹) عدل ومساوات (ص۷۳) فقرو غنا (ص۷۵) علم ودانش (ص ۷۸) شجاعت (ص ۸۲) جودوسخا (ص۸۴) اور معجزات (ص ۸۵) وغیرہ کی کہکشاں کی تابانی عطا کررہی ہے۔اس کا کچھ اندازہ انتخاب درانتخاب کی مشکلات کے بعد چند اشعار سے ہوسکتا ہے۔

سیدالکونین ہے جس کا لقب　　رحمت دارین ہے جن کا خطاب
جس کی تعلیمات سے برپا ہوا　　ایک عالمگیر فکری انقلاب
(ضیاءاحمدضیاء)

کعبۂ جاں قبلۂ قلب ونظر پیدا ہوئے　　خواجہ کونین شاہِ بحروبر پیدا ہوئے
عارفِ ارض وسما میر بساطِ کائنات　　خیر سے خیرالامم خیرالبشر پیدا ہوئے
(احسان دانش)

عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ　　ذرۂ ریگ کو دیا تونے طلوع آفتاب
(اقبال)

مہر توحید کی ضو اوج شرف کا مہِ نو　　شمع ایجاد کی لو بزم رسالت کا کنول
(محسن کاکوروی)

مظہر رحمت مصدر رافت مخزن شفقت عین عنایت　　ہے کیا عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(کافؔی)

حسن کی جان ایمان محبت صلی اللہ علیہ وسلم　　سرتا پا رحمت ہی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
(ماہرالقادری)

ترے خلق کوحق نےعظیم کہا ترے خلق کوحق نے جمیل کہا　　کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن وادا کی قسم
(احمدرضاخاں)

قول فیصل ہے یہی خلق ہے تیرا قرآن　　تیری سنت ہے شب تار جہاں میں مشعل
(علیم ناصری)

ہرقوم ہے شرمندۂ احسانِ محمد　　اے مرد خدا عام ہے فیضانِ محمد
(محشررسول)

پاکر تری انگشتِ شہادت کا اشارہ　　مہتاب کا سینہ ہوا شق ہادی برحق
(حفیظ تائب)

خورشیدِ فلک آپ ہیں مہتابِ زمیں آپ　　تابندہ نظر آپ ہیں فرخندہ جبیں آپ
معیار ہے دنیا کے لیے اسوۂ حسنہ　　سرنامۂ توحید کے ہیں نقشِ حسیں آپ
(عبدالکریم ثمر)

سرمایۂ حیات ہے سیرت رسول کی　　اسرار کائنات ہے سیرت رسول کی
(ساغرصدیقی)

تخلیق کائنات بھی صدقہ حضور کا　　تزئینِ کائنات بھی سرکار سے ہوئی
(مظفروارثی)

کیا مجھ سے بیاں ہوں ترے اوصاف کہ آقا　　تو حیطۂ امکان و تخیل سے ورا ہے
میں بندۂ کج فکر و فرومایۂ عالم　　توزینتِ کونین ہے ممدوح خدا ہے
(احمدادیب)

جو اشک ندامت مری پلکوں پہ گرا ہے　　اے بحرکرم وہ ترے جلووں کی عطا ہے
جاری ہے دو عالم میں ترے فیض کا چشمہ　　تو بحرِ کرم بحرِ عطا بحرِ سخا ہے
(طاہرسلطانی)

اس طرح جان دوعالم ہے دل وجان کے ساتھ　　جیسے قرآن ہو خود صاحبِ قرآن کے ساتھ
(صبیح رحمانی)

کتاب ہذا کی ایک خاص بات جو میرے نزدیک جناب صبیح رحمانی کی ندرت فکر کے ساتھ ساتھ سلامتیٔ فکر کو بھی ظاہر کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی تمام کدوکاوش جامعیت کبریٰ کی حامل ہے۔یہ جامعیت کئی پہلوؤں سے نمایاں ہے مثلاً انتخاب مضامین کے تحت موضوعات کی جامعیت،نمونۂ کلام کے انتخاب میں قدیم عہد سے لے کر دور حاضر کے کم وبیش تمام قابل ذکر شعرا سے استفادہ۔اس سلسلہ میں نہ کسی مسلک یا مکتبہ فکر کی رعایت برتی گئی ہے کہ حفظ مراتب کے تکلفات کی۔تمام صاحبان فکر وفن اور استادان شعر وسخن کی بھرپور نمائندگی برقرار رکھی گئی ہے یہاں تک کہ فکر ادب اسلامی کے نامور ادیب وشعرا مثلاً ماہرالقادری اور نامور ادیب وشاعر اور سیرت نگار جناب نعیم

صدیقی (جو اگرچہ اپنی شہرۂ آفاق نعت: حضور میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں! کے لیے معروف و مشہور ہیں تاہم اس کتاب میں شامل اُن کے دو شعر مشاعرہ لوٹنے والے ہیں۔ادب ،تہذیب، سلیقۂ اظہار، صورت و آہنگ ،مضمون کی وسعت، جذب و روانی، قافیہ پیمائی، بندش اور ندرت بیان کو خود ملاحظہ کر لیجیے:

ادب، انکسار، غنا، حیاء، غمِ حشر، صدق و صفا، دعا جو یہ سات رنگ ہوئے بہم تری شخصیت کی بنی دھنک
ترے سب زماں ترا کل مکاں ترے مہر و مہ تری کہکشاں تو ادھر سے اٹھ تو ادھر سے آ تو یہاں چمک تو وہاں دمک
(نعیم صدیقی)

جامعیت کی اسی قبیل سے عاصی کرنالی کی تجنیس،صوتی نغمگی، روانی، برجستگی سے بھرپور نعت قابل ذکر حیثیت رکھتی ہے:

اب نغمہ نغمہ، تارِ حیات ہے — اب نشہ نشہ ،نشۂ عرفان ذات ہے
اب پردہ پردہ، پردۂ سازِ جمال ہے — اب بادہ بادہ ،بادۂ عرفان حال ہے
اب جرعہ جرعہ، جرعۂ جام الست ہے — اب ذرہ ذرہ، ذرہ خورشیدِ مست ہے
اب قطرہ قطرہ، قطرۂ اشکِ نیاز ہے — اب توبہ توبہ، توبۂ سوز و گداز ہے
اب غنچہ غنچہ، غنچۂ زلفِ نگار ہے — اب لالہ لالہ، لالۂ رخسارِ یار ہے
اب جلوہ جلوہ، جلوۂ سرو سمن ہوا — اب خندہ خندہ، خندۂ صبح چمن ہوا
اب جذبہ جذبہ، جذبۂ عشقِ رسول ہے — اب شیوہ شیوہ، شیوۂ عدل و اصول ہے
اب نعرہ نعرہ، نعرۂ توحید بن گیا — اب سجدہ سجدہ، سجدۂ امید بن گیا

اور سب سے آخر میں بالکل غیر متوقع طور پر رحمٰن کیانی جیسے بے باک، صاحب سیف وقلم ،شاعر رزم و بزم کے کلام سے انتخاب بڑا خوشگوار تاثر مرتب کرتا ہے۔رحمٰن کیانی اگرچہ رزمیہ نعت کے بانی ،نقیب ملت بیضا کی حیثیت سے بالکل منفرد رنگ و آہنگ رکھتے ہیں اور بقول خود ان کے ''جس کی زباں اور بیاں اور ،سخن اور'' کے ساتھ ساتھ نبی الملاحم، انا النبی لا کذب ،حب رسول اور پیغمبر اسلام جیسے نعتیہ کلام کے خالق ہیں اور جن کا کام بقول جناب حفیظ جالندھری ''ایک سچے مسلمان کا ہے'' اور فاتبعونی یحببکم اللہ کے زیر عنوان نعت کا جو اقتباس زیر نظر کتاب کی زینت ہے شاعر کے اخلاص و

للّٰہیت اور جذب دروں کا عکاس ہے:

شرط ایماں مصطفٰی سے والہانہ پیار ہے — پیار لیکن پیروی ہے پیروی دشوار ہے
ہرقدم اقراء سے اکملت لکم تک راہ میں — زہر ہے زنداں ہے مقتل ہے صلیب و دار ہے
پیروی سے عاشقی آسان ہے اور اس کے لیے — جس کو دیکھو ان کا دیوانہ سربازار ہے
معجزہ سب سے نمایاں سید الابرار کا — آپ کی بے داغ سیرت بے خطا کردار ہے

حسن صورت وسیرت کی حامل اس ضخیم کتاب میں جامعیت کی آخری دلیل کلام شاعرات سے انتخاب ہے جو قدرے تشنۂ معلوم ہوتا ہے۔جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں ایک جگہ تہنیت النساء بیگم تہنیت کے دو اشعار نمائندگی کر رہے ہیں:

کوئی خالی ہاتھ اُن کے در سے نہ آیا — عجب بخت والے ہیں واں جانے والے
کرو تہنیت قصد طیبہ یہ کہہ کر — نہیں لوٹ کر اب کے ہم آنے والے

جب کہ ایک دوسرے مقام پر محترمہ ادا جعفری کا محض ایک شعر درج ہے:

ہادی بھی آپؐ نازِ ہدایت بھی آپؐ ہیں — صادق بھی اور یقین صداقت بھی آپؐ ہیں

محترمہ ادا جعفری ایک بزرگ شاعرہ ہیں جنھیں ''اردو شاعری کی خاتون اول'' کہا جاتا ہے۔[افسوس کہ ابھی حال ہی میں ۹۱ سالہ بھرپور زندگی گذار کر ہمیں داغ مفارقت (۱۳ مارچ ۲۰۱۵ء) دے گئیں ہیں] یہ خاکسار جناب مرتب کی اجازت حاصل کیے بغیر مناسب سمجھتا ہے کہ ذیل میں ان کے نذرانۂ عقیدت کے دو اور نمونے ہدیۂ قارئین کر دیے جائیں:

جب نگاہوں میں ہو نکہتوں کی سی خو تب انھیںؐ سوچنا — در دِ محراب جاں، آنکھ ہو باوضو تب انھیںؐ سوچنا
روشنی کے حوالوں سے لکھنا وہ اسمؐ جمالِ بشر — بارش رنگ ہو پھول ہوں چار سو تب انھیں سوچنا
جن کا مداح ہے خالق دو جہاں، مالک ہر مکاں — حرف سے ماورا ہو سکے گفتگو تب انھیں سوچنا
اب ستارے مژہ پر نہ رک پائیں گے ہے یہ شہر نبیؐ — کہکشاں جب ہو زیر قدم چار سو تب انھیں سوچنا
وہ محیط کرم وہ نوید عطا مجھ سے دل نے کہا — ڈھونڈتی ہو اگر دشت میں آبجو تب انھیں سوچنا

ذکر ان کا ابھی ہو بھی نہ پایا ہے زباں سے — اس دل میں اجالے اتر آئے ہیں کہاں سے
لوں سانس بھی آہستہ کہ یہ جائے ادب ہے — تحریر کروں اسم نبیؐ ہدیۂ جاں سے

کرنیں ہی چھٹک جائیں اسی حجرۂ دل میں — تم ان کو پکارو تو حضور دل و جاں سے
ہر دور کی امید ہے ہر عہد کا پیغام — پہچان ہے ان کی نہ زمیں سے نہ زماں سے

مختصر یہ کہ ''اردو نعت میں تجلیاتِ سیرت'' سے بھر پور یہ کتاب اب آپ کے سامنے ہے مجھے پسند ہے اور مجھے امید ہے کہ اس نئی پیشکش سے آپ بھی متاثر ہوں گے اور اس وقیع کام پر جناب صبیح رحمانی کو دعائیں دیں گے۔

نثار احمد

کراچی ۱۵ مارچ ۲۰۱۵ء

تاثرات

سیرت نگاری، شمائل نویسی اور مغازی کا احوال لکھنے کی شعوری کوشش سے شعری بنت میں بیانیہ انداز پیدا ہوجاتا ہے اور واقعات میں شعر گوئی کا میکانکی عمل تخلیقی جوہر کو متاثر کرتا ہے۔ ایسی صورت میں تاریخ تو رقم ہوجاتی ہے لیکن شعری تقاضے کما حقہٗ پورے نہیں پاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی شاعر تخلیقی کرب سے سے گزرتے ہوئے اپنے خیالات کو شعری جامہ پہنانے کی سعی کرتا ہے اور الفاظ کو سیرتِ رسول اکرم ﷺ کے کسی پہلو کی روشنی عطا کر دیتا ہے' تو اس کی شعری تخلیق کے رفعت سے ہم کنار ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرح شعریت کا لطف بھی برقرار رہتا ہے اور جمال سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی آئینۂ شعر میں جھلکنے لگتا ہے۔ نعتیہ مضامین کی شعری بنت میں کسی نہ کسی طور شاعر کا خیال تلمیحاتی حصار میں آجاتا ہے چنانچہ شاعر کبھی واضح طور پر تلمیحی اشاروں سے کام لے کر اپنے خیال کی ترسیل کا دروبست کرتا ہے اور کبھی ایسے باریک، نازک اور غیر محسوس کنائے سے کام لیتا ہے کہ شعری لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایسے اشعار جن میں واضح تلمیحاتی اشارہ نہ ہو اور شعر کی معنوی سطح پر حوالہ جاتی سحاب کا پرتو پڑتا ہوا محسوس کیا جائے تو کوئی باذوق اور سخن فہم قاری از خود تلمیحاتی گتھی کو سلجھانے میں کامیاب ہوکر ذہنی جست کی کامیابی سے سرشار ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار چوں کہ شعری جمالیات سے مملو ہوتے ہیں اس لیے ان کے ذریعے شاعر اپنے قاری کے دل میں احساساتی تموج بھی پیدا کر دیتا ہے اور سیرتِ رسول ﷺ کے کسی پہلو سے بھی قاری کو آگاہی بخش دیتا ہے۔ براہ راست سیرت کے بیانیہ اظہار کی بہ نسبت سیرت کا ڈھکا چھپا تخلیقی نہج کا یہ اظہار چوں کہ شعری حسن سے مالا مال ہوتا ہے اس لیے بالواسطہ تبلیغی ضرورت بھی پوری کرتا ہے اور اس سلیقے سے کہا ہوا شعر قاری کے حافظے کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

صبیح رحمانی چوں کہ نعتیہ شاعری کو ادبی نقطۂ نظر سے دیکھنے اور دکھانے کی کاوشوں میں مصروف ہیں اس لیے انہوں نے اپنی کتاب کے لیے ایسا لوزامہ منتخب کیا جس میں سیرتِ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی روشنی سے شعری ایوانوں میں ایسی تخلیقات جگمگا رہی ہیں جن کی شاعرانہ قدر بھی ہو اور جن میں تلمیحاتی اشاروں کی چکا چوند بھی نمایاں ہو رہی ہیں۔ اس حوالے سے جتنی تحریریں سامنے

آئی ہیں ان تحریروں میں جتنے اشعار بطور حوالہ پیش کیے گئے ہیں ان کو پڑھ کر یہ احساس قطعی نہیں ہوتا کہ کسی شاعر نے سیرتِ مطہرہ کے بیان کے لیے شعر کہا ہے۔ بلکہ قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ شاعر کے تخلیقی وفور نے اس کے خیال کو سیرت کے آئینے کے سامنے لاکر گوہرِ سخن کی آب وتاب میں اضافہ کر دیا ہے۔قاری سمجھ جاتا ہے کہ شاعر نے پہلے اپنے خیال کو شعریت آشنا کرنے کی سعی کی ہے اور پھر اشاراتی یا علامتی انداز میں سیرت رسول معظم علیہ السلام کی کسی ادا کا نور بھی اشعار میں بھر دیا ہے ۔نعتیہ ادب میں شعری جمال کا وفور کسی بے جہت خیال کی بنت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کے لیے قاری کے پاس مقصدی حرف سخن کا حسن دیکھنے کی آنکھ لازمی ہے۔شاعری میں شعرا کا تنقیدی شعور بھی جھلکتا ہے ۔کوئی بھی تخلیق تنقیدی بصیرت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی ہے۔جس تخلیق میں تنقیدی بصیرت کی جتنی روشنی ہوگی وہ اتنی ہی ادبی حسن سے مملو ہوگی ۔صبیح رحمانی کی مرتب کردہ اس کتاب میں لکھاریوں نے جن شعری تخلیقات میں سیرت کی تجلیات دیکھی ہیں انہیں نمایاں طور پر جز وتخلیق بنایا ہے۔

صبیح رحمانی نے ان شعری تخلیقات کو اس خیال سے یکجا کیا ہے کہ ان کا بنیادی دعویٰ یا قضیہ (Thesis) ہی نعتیہ شاعری میں ادبی پہلوؤں کی نشاندہی کرنا ہے۔وہ نعتیہ ادب کو حوالہ جاتی سطح پر صداقت آشنا اور تخلیقی نہج پر متاثر کن دیکھنا چاہتے ہیں۔یہ کتاب مرتب کرکے ایک طرف تو انہوں نے خیال کی بندش میں شعریت کا عنصر بدرجہ اُتم موجود دیکھنے کے اپنے آدرش کو ٹھوس ثبوت بھی فراہم کر دیا ہے اور دوسری طرف شعرا کو سیرت کے مضامین کی شعری بنت کا پسندیدہ نمونہ دکھا کر یہ کہنے کی کوشش بھی کی ہے:

ع دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور نعتیں

ڈاکٹر عزیز احسن

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ظہورِ قدسی: پس منظر

(اردو نعت کے آئینے میں)

رسول پاک ﷺ کی تشریف آوری اس کائنات کا ایک ایسا عظیم ترین واقعہ ہے جو اپنے دور ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر دور کے لیے انقلاب آفرین ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہی وجہِ وجودِ کائنات تھے۔ آپ ﷺ ہی ازل انوار بھی تھے اور ابد آثار بھی اور آپ ﷺ ہی کے لیے رنگ ونور کے قافلے صدیوں سے مصروفِ سفر بھی تھے اور شہیدِ جستجو بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں جہاں روشنی ہے وہ حضور ﷺ ہی کے دم قدم سے ہے اور جہاں جہاں تاریکی ہے وہ اجالے کے لیے اسی نور کی طرف لپک رہی ہے کہ آپ ﷺ ہی کی محفل تجلی کی روشن سحر ہے۔آپ ﷺ کا وجودِ پاک الوہی انوار کا پرتو، آپ ﷺ ہی کے فرمودات، سعادت وہدایت کی مشعل، آپ ﷺ ہی کی کتاب انسانیت کے لیے آخری ضابطہ حیات اور آپ ﷺ ہی کی اطاعت اُخروی سرخ رُوئی کی واحد ضمانت ہے۔آپ ﷺ ہی کی سیرت نے ہمیں نورِ بصیرت بخشا، آپ ﷺ ہی کے نقشِ پاک کی چاندنی سے دنیا کا غم کدہ تابندہ ہوا، آپ ﷺ ہی سے قلبِ مضطر کو سوز کی دولت ملی، آپ ﷺ ہی کے طفیل انسان کو خود آگہی اور خدا شناسی کی نعمت عطا ہوئی۔ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی ہمارے درد کا درماں اور ہماری زیست کا عنواں ہیں:

جو آپ ﷺ آگئے ہیں تو نور آگیا ہے
وگرنہ چراغوں سے لو جا رہی تھی

حق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو فکر ونظر کی دنیا ویران، علم وعمل کے سلسلے افسردہ، اخلاق و کردار کے گلزار پژمردہ اور بصارت وبصیرت ہوتی سے تاریک کی کائنات اور حالات کی وہ دبیز تاریکی اور گہری ہوتی جاتی جو ظہورِ قدسی سے قبل کائنات پر مسلط تھی۔ظہورِ قدسی سے قبل کا غبار اور بعد

کا نکھار خود بولتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر ہمارے لیے ایک عظیم احسانِ ربی ہے اور اُن ﷺ سے زیادہ اجمل، احسان اور اکمل انسان پر آج تک سورج طلوع نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اردو نعت کے آئینے میں یہ حقیقت یوں جھلکتی ہے:

ترے آستاں سے پہلے کوئی آستاں نہیں تھا
وہ زمیں تھا میں، کہ جس کا کوئی آسماں نہیں تھا

سفرِ سما سے پہلے، ترے نقشِ پا سے پہلے
یہ تبسمِ کواکب سرِ کہکشاں نہیں تھا

نہ خرد کی روشنی تھی، نہ جنوں کی آگہی تھی
تری رہبری سے پہلے، یہ جہاں، جہاں نہیں تھا

کئی آنسوؤں کے قلزم ترے در پہ بہہ چکے ہیں
غمِ دل کا تجھ سے پہلے کوئی رازداں نہیں تھا

وہ شہِ ورائے دیدہ، میں نوائے نارسیدہ
تری رحمتوں سے پہلے کوئی درمیاں نہیں تھا

تو جوازِ دو جہاں ہے، تو ہی رازِ کن فکاں ہے
تو کہاں کہاں نہیں ہے، تو کہاں کہاں نہیں تھا

(سلیم گیلانی)

اک وہم وگماں ہوتے، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے
ہم لوگ کہاں ہوتے، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

کعبے کو صنم خانہ بنائے ہوئے اب تک
ہم سجدہ کناں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

یہ کوثر و تسنیم، یہ جنت کے نظارے
مانندِ خزاں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

ہر جلوۂ کثرت میں یہ وحدت کے قرینے
کس طرح بیاں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

ہم آج ہیں کعبہ کی اذاں دہر میں اے شاذ
صحرا کی اذاں ہوتے، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

(شاذ تمکنت)

رنگِ ہستی آپ ﷺ کے فیضان سے نکھرا حضور ﷺ
آپ ﷺ کی آمد سے پہلے کب تھا یہ نقشہ حضور ﷺ
آپ ﷺ کا دینِ حیات آموز جب پھیلا حضور ﷺ
مٹ گئی یکسر تمیز بندہ و آقا حضور ﷺ
دیدۂ خورشید نے دیکھا نہ دیکھے گا حضور ﷺ
آپ ﷺ سا خلوت گزین و انجمن آرا حضور ﷺ

(حفیظ تائب)

فروغِ آدمِ خاکی تری دعوت کی تابانی
چراغِ بزمِ انسانی ترا درسِ رواداری

ہدایت سے تری بالیدگی ہے آرزوؤں میں
تری آمد سے پہلے ذہن تھا وحشت کا زناری

(محمد صادق)

آنکھوں میں نور، دل میں بصیرت ہے آپ ﷺ سے
میں خود تو کچھ نہیں مری قیمت ہے آپ ﷺ سے
ہے آپ ﷺ ہی کے دم سے یہ ایمان کی زمیں
اور دین کی یہ چھت بھی سلامت ہے آپ ﷺ سے
یہ آپ ﷺ ہی کا فیض دلوں کا گداز ہے
ان برف کی سلوں میں حرارت ہے آپ ﷺ سے
اس خاک کو کیا ہے ستاروں سے بھی بلند
انسانیت کی شوکت و عظمت ہے آپ ﷺ سے

(شہزاد احمد)

تھا ان سے قبل فروغِ بہار نامفہوم
ریاضِ دہر تھا اک دفترِ خزاں کی طرح

(حفیظ احسن)

جب تو نہ تھا، ذلیل تھا دنیا میں آدمی
بخشی ہے موت کو تری حکمت نے زندگی

(احسان دانش)

دنیا میں تھے ہم خوار اگر آپ ﷺ نہ آتے
یہ زیست تھی بے کار اگر آپ ﷺ نہ آتے

گلشن کی یہ رونق ہے فقط آپ ﷺ کے باعث
ویران تھے گلزار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

ہرگز کبھی دنیا میں شفایاب نہ ہوتے
اخلاق کے بیمار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

اب بھی نظر آتا ہمیں حیواں کے برابر
انسان کا معیار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے بھی نہ ہوتے
اس طرح ضیا بار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم آج بھی ہوتے
باطل کے پرستار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

(خالد بزمی)

کہا جاتا ہے کہ چوں کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت سے قبل، جزیرۃ العرب کی اخلاقی، فکری، سماجی اور مذہبی صورتِ حال انتہائی دگرگوں تھی، بنابریں نبیٔ آخرالزماں ﷺ وہاں تشریف لائے۔ تاریخی کتب میں بھی عموماً ظہورِ قدسی کے پس منظر کے طور پر عموماً عرب ہی کی پریشاں حالیوں کو پیش کیا جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کی ضرورت غالبًا اور اولاً عرب ہی کو تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ صرف عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کم وبیش ہر اعتبار سے گھٹاٹوپ تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی، روشنی کی کسی کرن کے لیے ترس رہی تھی۔ چوں کہ ربّ العالمین کو ایک وجودِ ذی جود ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنا مقصود تھا۔ اس لیے لازم تھا کہ اس ذریعۂ رشد و ہدایت کی طلب کسی ایک خطے کو نہ ہو بلکہ پوری کائنات اُس کی منتظر ہو اور زبانِ حال سے اُسے پکار رہی ہو۔ اُس دور کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ یہود و ہنود، نصاریٰ اور پارسی بالخصوص اور اہلِ عرب بالعموم، جہل و گمرہی کے اُس مقام تک پہنچ چکے تھے جسے قرآن کی بلیغ زبان لپکتے ہوئے الاؤ کے گڑھے کے کنارے سے تعبیر کرتی ہے۔ الغرض:

دیار و دشت میں سایوں کی حکمرانی تھی   کوئی کرن تھی نہ گردوں پہ کوئی تارا تھا
حقیقتیں بھی جہالت کی اوٹ میں گم تھیں   بتوں کے نام پہ مذہب اک استعارا تھا

(راسخ عرفانی)

جدھر دیکھو اُدھر بے چارگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
بہت مجبور ہرسُو زندگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
بظاہر پھول کھلتے تھے مگر خوش بو سے عاری تھے
گلستاں میں کہاں یہ تازگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
جدھر دیکھو ادھر جہل و جنوں کی حکمرانی تھی
بہت خوار و زبوں فرزانگی تھی آپ ﷺ سے پہلے

(خالد بزمی)

زمانے میں پہلے تھے وحشت کے سائے   ہر اک سمت بادل مصائب کے چھائے
کنارے ہلاکت کے دنیا کھڑی تھی   گناہوں کا انبار سر پر اُٹھائے

(محمد صادق)

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا
عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم
وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسّس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ
بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہوچکا تھا یہ جہاں آرا
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

(جگن ناتھ آزاد)

اک جہالت کی گھٹا تھی چارسُو چھائی ہوئی   ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ، دیں داری تھی بے طرح مرجھائی ہوئی   لہلہا اُٹھی، تری جب جلوہ آرائی ہوئی
تیرے دم سے ہوگئیں تاریکیاں سب منتشر   پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

(بشن سنگھ بیکل)

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھا ہر منظر، ہر نقش دوعالم
اُجڑا اُجڑا، پھیکا پھیکا، ہلکا ہلکا، مدہم مدہم
حسن کا چہرہ اُترا اُترا، عشق کی رنگت بدلی بدلی
دہر کا نقشہ بگڑا بگڑا، زیست کا مقصد مبہم مبہم
آنکھ کی پتلی سہمی سہمی، دل کی دھڑکن ٹھہری ٹھہری
شوق کا دریا سمٹا سمٹا، جوشِ جنوں کے طوفاں کم کم
چاند کی کرنیں میلی میلی، صبح کے جلوے دُھندلے دُھندلے

کوچۂ ہستی سونا سونا، محفلِ فطرت برہم برہم
دنیا کی دنیا آزردہ، ہر شے افسردہ، پژمردہ
تارا تارا، ذرّہ ذرّہ، موتی موتی، شبنم شبنم

(عاصی کرنالی)

یہ جہانِ آب و گل مدت سے تاریکی میں تھا
تھی مسلط ہر طرف ظلم و جہالت کی گھٹا
کاروانِ زندگی بہکا ہوا، بھٹکا ہوا
سارا عالم ایک سکتہ، ساری دنیا اک خلا
اہلِ دانش بھی فریبِ جہل میں آئے ہوئے
بے یقینی کے اندھیرے ذہن پر چھائے ہوئے
خود تراشیدہ بتوں کے سامنے جھکتے تھے سر
آدمی دنیا میں رہ کر اپنے رب سے بے خبر
لوگ اپنی خواہشوں پر صرف رکھتے تھے نظر
مٹ گیا تھا رفتہ رفتہ امتیازِ خیر و شر
راہبر بھی راستوں کے پیچ وخم میں کھو گئے
دیکھتے ہی دیکھتے انسان حیواں ہوگئے

(ماہرالقادری)

رُبع مسکوں میں سراسر شیطنت کا تھا چلن
کفر و شرک ایمان کے مفہوم پر تھے خندہ زن
چاند، سورج اور سیاروں کو سمجھے تھے خدا
نورِ حق سے گمرہوں کی آنکھ تھی ناآشنا
تیرگی کا اک مرقع تھی یہ بزمِ رنگ و بو
نورِ ایمان و صداقت کی نہ تھی کچھ آبرو
اک تباہی کا مرقع تھا جہانِ بے سکوں
روحِ اخلاق و شرافت شرم سے تھی سرنگوں

(یزدانی جالندھری)

یہ تھا دنیا کا عالم، عالمِ اسلام سے پہلے
خدا کے نام سے واقف نہ تھے اس نام سے پہلے
سمجھ سکتا نہ تھا انسان رازِ زندگانی کو
کوئی ساحل نہ ملتا تھا جہانِ زندگانی کو
بہ اطمینان مصری تھے نہ شامی تھے نہ یونانی
جدھر دیکھو ستم کیشی، جہاں دیکھو ستم رانی
کہاں تھی عارضِ یورپ پہ یہ سرخی بہاروں کی
خزاں تھی مہتمم ہندوستاں کے لالہ زاروں کی
چراغِ روح بادِ گمرہی سے بجھنے والا تھا

بساطِ آب و گل پہ دھیما دھیما سا اُجالا تھا
وہ دن نزدیک تھا شمس و قمر بے نور ہوجاتے
صدف کے دل میں تابندہ گہر بے نور ہوجاتے

(احسان دانش)

ظہورِ اسلام سے قبل، مصر تہذیب وتمدن اور صنعت وحرفت میں ممتاز ومنفرد تھا۔ اور اس کا یہ معاشرتی اور ثقافتی ارتقا مذہب کے زیرِ اثر تھا مگر ظہورِ قدسی کے وقت، یہ تہذیب آخری سانس لے رہی تھی اور ساتھ ہی ہندوستان، بابل، نینوا، چین اور یونان کا تمدن اپنی ظاہری چمک کے باوجود عملاً بے اثر ہو چکا تھا۔ بعد میں جب اس تہذیب وثقافت اور علم وہنر پر اسلامی اقدار وعلوم کا پرتو پڑا تو نہ صرف اس کا اپنا رُخ بدلا بلکہ اس نے اپنے انداز سے دنیا کے دیگر خطوں کو بھی متاثر کیا۔ مصر میں حضرت موسیٰؑ فرعون کے ہاں پرورش پاتے رہے اور انھی کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ فرعونیت غرقِ دریا ہوئی، وہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین میں چلے گئے، وہیں اُن کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا، زرتشتی، مسیحیوں کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک محوِ پیکار رہے مگر ایرانیوں اور عیسائیوں نے اس جدل و پیکار میں اپنے مذہب کو ایک دوسرے پر مسلط نہ کیا بلکہ وہ ایک دوسرے کے مذہبی آثار اور اقدار کا احترام کرتے رہے اور انھوں نے اپنے اپنے مذہب کو، اپنے اپنے ملک تک محدود رکھا۔ چھٹی صدی عیسوی کے بعد مسیحیت عقائد کے اعتبار سے مسخ ہوگئی۔ اساسی اصولوں کی جگہ فروعی مسائل نے لے لی، فرقہ بندی نے اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دیا۔ ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسرے کو غلط سمجھنے لگا۔ یوں لفظی ہنگامے اور مناظراتی تنازعے گلی کوچوں تک پھیل گئی۔ فکر ونظر کا اختلاف، دست و بازو کے تصادم تک آ پہنچا اور حق یہ ہے کہ یہی مٹنے والی قوموں کا عالمِ پیری ہوا کرتا ہے۔ دوسری طرف شاہِ روم کی طرف سے رعایا کے مذہبی جنون پر کوئی سی پابندی نہ تھی بلکہ وہ اپنی جگہ مصروف ومطمئن اور رعایا اپنی جگہ بے کار بحثوں میں مگن، البتہ مسیحیت مصر اور حبش تک پھیل گئی تھی اور بحیرۂ قلزم سے دریائے روم تک تثلیث چھا چکی تھی۔ ایران کے مجوسی خود مذہبی اعتبار سے لفظی تو تکار میں اُلجھے ہوئے تھے اور وہاں کی کوئی حکومت بھی ان مذہبی بکھیڑوں سے بے نیاز، خود کو مستحکم کرنے کی فکر میں رہتی تھی۔ جب کہ انسانی سکون پر اضطراب کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ عوام شاہی جبر و استبداد کا نشانہ تھے۔ بادشاہ خود کو فوق البشر اور دوسرے انسانوں کو جانور سمجھتے تھے، مظلوموں کی روحیں چیختی تھیں مگر ان کے لب سلے ہوئے تھے ذہنی خلفشار، روحانی کرب اور قلبی اضطراب کسی آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ تھا کہ نہ حریتِ ذات باقی

رہی تھی نہ آزادئ ضمیر، نعت نگار شعرا کے الفاظ میں:

تیری آمد سے قبل، جانِ جہاں! / روحِ عالم تھی مضطر و بے تاب
ہر طرف تیرگی کا عالم تھا / ہر طرف گمرہی کا تھا سیلاب
حق کو پہچانتا نہ تھا کوئی / رحمت ایزدی کے بند تھے باب
سب تھے بے بہرۂ حلال و حرام / سب تھے ناواقفِ عذاب و ثواب

(عابد نظامی)

عالم تمام مطلعِ نور و ضیا نہ تھا / جب تک ظہور ماہِ رسالت ہوا نہ تھا
اپنے خدا سے کوئی بشر آشنا نہ تھا / منزل نہ مل سکی کہ کوئی رہنما نہ تھا
آئے رسول پہلے مسیحؑ و خلیلؑ بھی / لیکن ان انبیا میں کوئی مصطفیٰ ﷺ نہ تھا
بے نور و بے سرور تھی دنیا کی انجمن / کعبے میں بھی چراغِ ہدایت جلا نہ تھا

(حافظ مظہر الدین)

پہلے بھی آچکے تھے رسولانِ ذی وقار / لیکن رُکی نہ خلق و مساوات میں بہار
آئی نہ اعتدال پہ رفتارِ روزگار / انساں کو تھا بتوں کے محاسن پہ اعتبار
بدلا وہ تو نے ذہن کو، دل کو، مزاج کو / حیرت شکستہ آئینے لائی، خراج کو

(احسان دانش)

آماجگاہِ کفر تھے سب دشت اور جبل / آفاق میں بتوں کی خدائی کا تھا عمل
پجتے تھے مہر و مہ کہیں مسجود تھے ہبل / دامانِ اہرمن میں تھا انسانیت کا پھل
ہر مہرہ پٹ چکا تھا بساطِ حیات کا / عقدہ کھلا کسی سے نہ توحیدِ ذات کا

☆

انجیل نے دیے تھے جو صدق و صفا کے درس / ہمدردئ خلائق و لطف و عطا کے درس
احسان و عدل و تزکیہ و اتقا کے درس / حبِ خدا کے درس، حصولِ رضا کے درس
سب رفتہ رفتہ طعمۂ تثلیث ہوگئے / ظلمت میں روشنی کے وہ مینار کھو گئے

☆

توریت نے جلائے تھے نیکی کے جو چراغ / توحید کی شراب سے چھلکے تھے جو ایاغ
انسان کو ملا تھا حقیقت کا جو سراغ / حق کی شمیم سے مہک اُٹھے تھے جو دماغ

دنیائے آب و گل میں کسی کا نشاں نہ تھا / باقی کوئی بھی نقش تہہِ آسماں نہ تھا

(محشر رسول نگری)

بزمِ طرب نہ کلبۂ احزاں میں روشنی / گلشن میں روشنی نہ بیاباں میں روشنی
تارے بجھے بجھے تھے قمر تھا اُداس اُداس / مفقود تھی چراغِ فروزاں میں روشنی
جذبات پہ تھی کہر کی چادر پڑی ہوئی / آتی کہاں سے دیدۂ حیراں میں روشنی
میخوار و بت پرست کا قصہ تو درکنار / موجود تھی نہ عابد یزداں میں روشنی
انساں بھٹک رہا تھا اندھیرے حصار میں / قلبِ حزیں، نہ ذہنِ پریشاں میں روشنی

(عارف سیمابی)

مصطفیٰ کے خیر مقدم کو رسول ﷺ آتے رہے / مکتبِ عصمت کی تعلیمات پھیلاتے رہے
حضرت آدمؑ ادائے لغزش معصوم سے / فیضِ استغفار انسانوں کو سمجھاتے رہے
نوحؑ نے سیلاب سے فرشِ زمیں کو دھو دیا / اور خلیلؑ اللہ زمیں پر پھول برساتے رہے
لحنِ داؤدی نے نغمہ ریز کی ساری فضا / یوسفؑ و یعقوبؑ بزمِ ناز گرماتے رہے
طور پر انوارِ رحمت سے چراغاں ہوگیا / معجزاتِ ابنِ مریمؑ شوق بھڑکاتے رہے
مرسلین و انبیا جذباتِ عز و شوق سے / نعتِ محبوبِ خدا ہر دور میں گاتے رہے

(افتخار حیدر)

جزیرہ نمائے عرب (عرب کا لغوی مطلب ہے بے آب و گیاہ صحرائی زمین یا قرآن کے الفاظ میں ارضِ غیـــــر ذی زرع۔۱۴/۳۷) کے مغرب میں روم کی سلطنت اور اہلِ روم کے مذہبی ہنگامے تھے۔ جب کہ مشرق میں ایرانی حکومت اور یزدان و اہرمن کی داستانیں تھیں، روم اور ایران کی حدوں سے متصل عرب کسی حد تک اس مذہبی نزاع سے اثر پذیر تھے مگر وسطی عرب کا زیادہ تر حصہ، اس مذہبی بحث و جدل سے کلیتًا بے نیاز اور رومی و ایرانی حکومتوں کے اثر و نفوذ سے محفوظ تھا۔ گویا عرب تمدنی، ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے اپنی وضع پر قائم تھے۔

مشرق و مغرب کے درمیان تاجروں کو عرب سے گزرنا پڑتا تھا۔ تاجر قدرتی چشموں کے کناروں پر اور کھجوروں کے سائے تلے رُکتے اور ستاتے تھے۔ اور انھی مقامات پر بعض خوش عقیدہ تاجروں نے اپنے اپنے بت بھی رکھ دیے تھے۔ اور یوں ایک اعتبار سے یہ مقام سفری نوعیت کے عبادت خانے بن گئے تھے۔ وہ وہاں رُکتے اور ان بتوں سے سفری تحفظ اور تجارتی برکت کے طالب

ہوا کرتے تھے۔ اور اس طرح صحرائے عرب میں قافلوں کے راستے بھی متعین ہو گئے تھے اور ٹھکانے بھی۔

ظہورِ اسلام کے وقت مکہ ایک تجارتی شہر تھا۔ اور حرم کعبہ کی وجہ سے یہ شہر تب بھی محفوظ، مامون، معتبر اور مقدس سمجھا جاتا تھا جب کہ دیگر عرب صحرائی اور خانہ بدوش تھے۔ جہاں بارش نے سبزہ اُگا دیا، وہیں ڈیرے ڈال دیے۔ سورج کی حدت نے سبزے کو خشک کیا تو کسی اور سبزہ زار کی تلاش میں چل نکلے، ان کی زندگی کا بہترین ساتھی اونٹ ہی تھا جو سفر میں سواری کا کام دیتا اور حضر میں خوراک کے تقاضے پورے کرتا۔ مکے کی تمدنی اور تجارتی ترقی کا ذکر قرآن پاک (سورۂ قریش) میں بھی ہے کہ موسموں کی حدت وشدت میں سفر کے خوگر قریش کو اللہ تعالیٰ نے شکر پر اُبھارا اور اپنی عبادت کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ ہی بھوک میں خوراک مہیا کرتا اور عالمِ خوف کو فضائے امن عطا کرتا ہے۔

صحرائے عرب میں آباد قبیلے بکھری ہوئی چھوٹی آبادیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ جن میں نہ کوئی حکومتی ضابطہ تھا نہ کوئی اخلاقی اصول اور نہ کوئی مذہبی طرزِ عمل۔ ہر قبیلہ اپنے طور پر آزاد اور اپنے حقوق کا خود محافظ تھا۔ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کو عرب ضروری جانتے تھے۔ بدلہ نہ لے سکنے کی صورت میں، غیرت وحمیت سے مجبور ہو کر اور طعنہ زنی سے بچنے کے لیے وہ علاقہ ہی چھوڑ جایا کرتے تھے۔ ان قبیلوں کے قریب سے گزرنے والے قافلوں کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ معمولی باتوں پر رنجشیں پھلتی، پھولتی اور پھیلتی چلی جاتی تھیں اور انسانی خون انتہائی بے قدر ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ عزتِ ذات اور عزتِ احباب کے انتہائی قائل تھے۔ انتقامی جذبات کے ساتھ عفو و درگزر ایسی خصوصیات سے بھی متصف تھے۔ ''سیرتِ محمد ﷺ'' کے مصنف محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں:

> عربوں کی اس مردانگی اور ان کی اپنے شرف ومجد کی حفاظت اور صحرا نشینی کی وجہ سے نہ تو روم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے میں اپنا اقتصادی اور سیاسی فائدہ دیکھا اور نہ ایران نے ان کو اپنے زیرِ نگیں کرنے میں کوئی مصلحت سمجھی۔ ان دونوں (ایران و روم) کو اس قسم کے منافع یمن سے حاصل ہو سکتے تھے جسے دونوں حکومتیں اپنے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے مصروفِ عمل رہیں۔ اگر چہ بدوی اخلاق ان باشندوں میں بھی سرایت کر چکے تھے جو ملک بھر میں گنتی کے چند شہروں میں بود و باش کیے ہوئے تھے۔ ان شہروں میں بیرونِ عرب سے جو تاجر آتے وہ سفر کی کلفت دُور کرنے کے لیے ان میں اُتر پڑتے

> اور ان کے عبادت خانوں میں دیوتاؤں سے بیابان کے خطرات میں اپنی حفاظت کے لیے استمداد بھی کرتے، یہ شہر مکہ، طائف اور یثرب وغیرہ ہیں جو کسی زمانے میں پہاڑوں کے مختصر درّوں یا صحرا کے دامن میں کسی بڑے نخلستان کے سہارے آباد ہو گئے۔ ان شہروں میں رہنے والے اگرچہ ایک ہی جگہ پر مستقل قیام کر چکے تھے۔ مگر بدوی تہذیب وتمدن اور عزتِ نفس وقیامِ حریت وغیرہ جملہ فضائل و عادات میں اپنے بادیہ نشین ہم وطنوں کے ساتھ پوری طرح متشابہ تھے۔ (ص۸۶)

مولانا حالیؔ، مسدس میں انھی حالات و کیفیات کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں:

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا   جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا   نہ ''کشورستاں'' تھا نہ کشورکشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور   کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میسر   کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش فشاں   لوؤں کی لپیٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے، سراب اور بیاباں   کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں
نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

عربوں کے چاروں طرف بت پرستی زوروں پر تھی۔ توحید کا نظریہ دُھندلا چکا تھا۔ یہ بت پرستی عرب میں، قربِ الٰہی کا ذریعہ بن کر در آئی تھی۔ انسان ویسے بھی ''خوگرِ پیکرِ محسوس'' ہے۔ وہ تو نبیؑ کی موجودگی میں محض اس کے وقتی طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانے پہ گوسالہ سازی اور گوسالہ پرستی شروع کر دیتا ہے۔ عرب میں بتوں کی تین شکلیں تھیں، انسان کی شکل پر بنے ہوئے لکڑی یا دھات کے بت ''صنم'' کہلاتے تھے، پتھر سے تراشے ہوئے اسی نوعیت کے بتوں کو ''وثن'' اور محض پتھروں کو

''نصب'' کہتے تھے۔ بعض پتھروں میں اگر کوئی چمک دمک ملتی، کوئی طبعی ندرت ہوتی تو اُسے بھی خدا رسیدہ اور خدا فرستادہ سمجھ لیا جاتا تھا۔ چناں چہ ''ہبل'' نامی بت انسانی شکل کا تھا۔ اور عقیق سے تراشا ہوا تھا۔ اور یہ خانۂ کعبہ کی چھت پر رکھا گیا تھا۔ اس کی پوجا ہوتی تھی اور لڑائیوں میں اس کے نام کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ خانۂ کعبہ میں اور بھی بہت سے بت تھے۔ جیسا کہ قبل ازیں لکھا جاچکا ہے کہ مکہ اس دور میں بھی مرجعِ خلائق تھا اور اس ارادت اور رجوع کی وجہ خانۂ کعبہ تھا۔ اہلِ عرب ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں باہمی پیکار و آویزش ختم کر کے اس گھر کی زیارت کے لیے دُور دُور سے آیا کرتے تھے۔ اور یہ سفر، ذریعۂ تجارت بھی بنا کرتا تھا اور باعثِ عبادت بھی۔

ودلاتِ نبوی ﷺ سے چند ہفتے قبل (۵۷۰ء۔۵۷۱ء میں) ابرہہ حاکم یمن خانۂ کعبہ کو مٹانے کے درپے ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی معجزانہ انداز میں یوں حفاظت فرمائی کہ دیکھنے والے اس رنگِ اعجاز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی نے کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ مکے کی مذہبی عظمت میں بھی اضافہ کیا، اہلِ مکہ شراب نوش بھی تھے اور عیاش بھی۔ اُن کے ہاں نکاح کی صرف ایک اور زنا کی کئی شکلیں مروّج تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے تمام نکاح ناجائز قرار دیے اور کم وبیش اسلامی طرزِ نکاح کو باقی رکھا۔ اہلِ مکہ چاہتے تھے کہ وہ اور ان کی بستی حملہ آوروں سے محفوظ رہے۔ گو ان کی ان عیاشانہ بدمستیوں سے حرمِ کعبہ بھی محفوظ نہ تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کے سامنے مے نوشی اور جنسی اختلاط کی محفلیں رچاتے تھے۔ ان کی ان حرکات کو بت اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور اہلِ مکہ اُن کی اس دید کو تائید اور تحسین سمجھتے اور ان کی سرپرستی میں اپنی بدمستیوں کو جاری و ساری رکھتے کہ اُن کے زیرِ سایہ وہ ہر نوع سے امن میں ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ کعبہ جائے امن ہے اور مکہ مقامِ امن اور بت اُن کی عافیت کے ضامن اور آسائش کے محافظ۔

دینِ ابراہیمی کی حقیقی ہیئت کو عربوں کی بت پرستی نے مسخ کر دیا تھا۔ وہ بتوں کے مجاور تھے اور بت ان کے مشکل کشا، حاجت روا اور سفارشی۔ وہ حج اور طواف بھی بتوں ہی کا کرتے اور سجدہ بھی انھی کے حضور میں گزارتے تھے۔ جانوروں کی قربانیوں کے لیے بھی بتوں کے آستانے تھے۔ اسی لیے قرآنِ پاک نے فیصلہ دیا کہ آستانوں پر ذبح کیے گئے جانور حرام ہیں اور ان جانوروں کا گوشت بھی قابلِ استعمال نہیں۔ جنھیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ عرب اپنی آمدن اور پیداوار میں اللہ کا بھی حصہ رکھتے تھے اور بتوں کا بھی، ہوتا یہ تھا کہ اللہ کا حصہ بتوں کی طرف منتقل کر دیتے مگر بتوں کے حصے کے ''تقدس'' کو قائم رکھتے اور کسی طور بھی مجروح نہ ہونے دیتے، قرآنِ پاک نے اہلِ مکہ کے اس

طرزِ عمل کو انتہائی برا قرار دیا۔ چوپایوں کے سلسلے میں بھی عجیب وغریب نوعیت کی نذریں مانتے تھے اور تیروں کے ذریعے فالیں نکالتے تھے، جوئے بازی کی مختلف شکلیں رائج تھیں اور کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں پر اعتقاد قائم تھا۔ مناسکِ حج بھی گوناگوں بدعتوں کی زد میں تھے۔ یہاں تک کہ عریاں حالت میں طواف کیا جاتا تھا۔ ''مشرکین جن کا دعویٰ تھا کہ ہم دینِ ابراہیمی پر ہیں، شریعتِ ابراہیمی کے اوامر و نواہی سے کوسوں دُور تھے۔ اس شریعت نے جن مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی تھی، ان سے ان مشرکین کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان میں گناہوں کی بھرمار تھی اور طولِ زمانہ کے سبب ان بت پرستوں کی وہی عادات و رسوم پیدا ہو چلی تھیں جنھیں خرافات کا درجہ حاصل ہے۔ ان عادات و رسوم نے ان کی اجتماعی، سیاسی اور دینی زندگی پر نہایت گہرے اثرات ڈالے تھے۔'' (''الرحیق المختوم'') گویا:

تمام عالمِ امکاں پہ شب کا پہرہ تھا	طلوعِ صبح سے محروم تھی نگاہِ بشر
نہ کوئی راہ نما اور نہ کوئی منزل تھی	کہ مدتوں سے بجھا تھا چراغ راہ گزر
ہر ایک شخص تھا ظلماتِ شب کا زندانی	کسی بھی ذہن میں باقی نہ تھا یقینِ سحر
خیال و فکر تھا صدیوں سے زنگ آلودہ	فسردہ دل تھے، نہ باقی تھا زندگی کا شرر
دلوں پہ قفل لگے تھے، نگاہ ویراں تھی	نہ تھی کسی کو بھی اپنی تباہیوں کی خبر

(حافظ لدھیانوی)

جوا، بادہ کشی، غارت گری، ظلم اور بے رحمی	ہر ایسی معصیت اک دل لگی تھی آپ سے پہلے
حقیقی بیٹیوں کو باپ زندہ گاڑ دیتے تھے	یہ غیرت بھی عجب بیہودگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
اب اور اس سے زیادہ شرم کی کیا بات ہو بزمیؔ	بشر کی زندگی شرمندگی تھی آپ ﷺ سے پہلے

☆

اُفق تا بہ اُفق بے کراں اندھیرے تھے	حضورِ پاک ﷺ سے پہلے یہ کب سویرے تھے
جدھر بھی دیکھو وہی جرم کی نمائش تھی	جدھر نگاہ کرو، مجرموں کے ڈیرے تھے

(خالد بزمی)

وحشیوں کا راج تھا شہرِ خلیلؑ اللہ پر	کوئی بھی حسنِ عمل ان ساربانوں میں نہ تھا
عقل و دانش، علم و حکمت پر تھی چھائی تیرگی	کوئی در، کوئی دریچہ ان مکانوں میں نہ تھا

(سلیم اختر فارانی)

زندگی اُلجھی ہوئی تھی کفر کے زنار میں	بت پرستی ہو رہی تھی خانۂ غفار میں

کبر و نخوت، قتل و غارت، بغض و کینہ انتقام　　الغرض انسان تھا انسانیت پر اتہام

(خورشید آرا بیگم)

خرد کی زلف پریشاں تھی کہ آپ ﷺ سے پہلے　　حیات سر بہ گریباں تھی آپ ﷺ سے پہلے

(لیث قریشی)

بے رنگ تھے حالات اگر آپ ﷺ نہ آتے　　بنتی نہ کبھی بات اگر آپ ﷺ نہ آتے
گم راہ بشر تک نہ پہنچتیں، مرے آقا ﷺ　　فطرت کی ہدایات اگر آپ ﷺ نہ آتے
انسان کو معلوم نہ ہوتی مرے مولا　　انسان کی اوقات اگر آپ ﷺ نہ آتے
اُٹھتے نہ سدا پردۂ اسرار کے پردے　　یوں بہر ملاقات اگر آپ ﷺ نہ آتے
بنتی نہ کبھی تیرہ زمانے کا مقدر　　انوار کی برسات، اگر آپ ﷺ نہ آتے
مٹ جاتیں زمانے سے کسی نقش کی صورت　　تابندہ روایات اگر آپ ﷺ نہ آتے
اے ابرِ کرم، بحرِ عطا، کون سمجھتا　　مفہومِ عنایات اگر آپ ﷺ نہ آتے

(طفیل ہوشیار پوری)

فضا زمانے کی تھی مکدر، ظہورِ خیر البشر ﷺ سے پہلے
جہاں میں تھا مستقل اندھیرا، نمودِ نورِ سحر سے پہلے

(عبرت صدیقی)

سب سے ابتر تھی عرب کی سرزمیں کی کیفیت　　ہو چکا تھا محو سب کے دل سے خوفِ عاقبت
ہو چکا تھا محو ابراہیمؑ کا دینِ حنیف　　ربِّ دو عالم کے بن بیٹھے تھے کچھ انساں حریف
کر گئی تھی خیرہ آنکھوں کو عجم کی آزری　　چار سُو تھی بت پرستی، بت فروشی، بت گری
ہو چکے تھے مسخ موسیٰؑ کی شریعت کے اصول　　کھو چکے تھے لوگ ایمان و صداقت کے اصول
ہوگیا تھا از سرِ نو زندہ سحر سامری　　ہر دماغ و دل پہ حاوی تھا جنونِ زرگری
تھا کہیں تثلیث کا چرچا، کہانت کا کہیں　　نام تک باقی نہ تھا صدق و امانت کا کہیں

رشتۂ ملت سے کٹ کر رہ گئی تھی زندگی　　کتنے ہی خانوں میں بٹ کر رہ گئی تھی زندگی

(یزدانی جالندھری)

تہی دستوں کو ٹھکرا کر رعونت مسکراتی تھی

شرارت نشے میں تھی خود ستائی گل کھلاتی تھی
عوام الناس میں دختر کشی کی رسم جاری تھی
جفا کا دور دورہ تھا ستم کی شہریاری تھی
بہادر پتھروں کے سامنے سر کو جھکاتے تھے
گرج سے کانپتے تھے، بجلیوں سے خوف کھاتے تھے
حرم میں ہو رہی تھی بت پرستی بے حجابانہ
بنا رکھا تھا بیت اللہ کو یکسر صنم خانہ
ہبل کا کوئی بندہ تھا، صفا کا کوئی شیدائی
حضوری میں کوئی عزیٰ کی کرتا تھی جبیں سائی
درندوں کی طرح بپھرے ہوئے چلتے تھے راہوں میں
لہو میں بجلیوں کی چشمکیں، شعلے نگاہوں میں
کنیزانِ حرم کو زینتِ آغوش کہتے تھے
نشے کی رو میں لغزش کو کمالِ ہوش کہتے تھے
سمجھتے تھے مہذب خود ستاؤں، خود پسندوں کو
غرض یہ ہے خدا کی راہ ملتی تھی نہ بندوں کو

(احسان دانش)

کوئی دور وہ تھا عرب اور عجم کا　　کہ شیرازہ بکھرا ہوا تھا اُمم کا
سراسر جہاں گو کہ ظلمت سرا تھا　　مگر حال بدتر تھا ارضِ حرم کا
وہاں رنگ یہ تھا کہ ہر ہر قبیلہ　　پرستار تھا اپنے اپنے صنم کا
گزرتی تھیں یوں قتل و غارت میں صدیاں　　کہ امکاں نہ تھا صلح کے ایک دم کا

(راجا محمد عبداللہ نیاز)

لسانی رنگینی، طبعی موزونیت، لفظی در و بست اور شعری مناسبت عربوں کو فطری طور پر ودیعت ہوئی تھی۔ نثر خال خال اور شعر روزمرہ تھا، وہ اپنی شاہ کار نظموں کو کعبے میں لٹکاتے تھے، میلوں ٹھیلوں میں فخریہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بدکاروں کی داستانوں کو شعری پیکروں میں ڈھال کر داد و تحسین طلب کی جاتی تھی۔ عشق کی بدمستیاں ان کی شاعرانہ عظمتوں کا نشانِ امتیاز تھیں۔ اپنے آبا و اجداد کی

بہادری، سخاوت اور برتری کی داستانوں کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑوں، اونٹوں اور اپنی محبوباؤں کا ذکر بھی اُن کی شاعری کے کمال کا جمال تھا۔ باپ کی بیوی، بیٹے کو، باپ کی وفات کے بعد، وراثت کے طور پر ملتی تھی۔ بیویوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ حقیقی بہنوں تک سے ایک ساتھ شادی تھی۔ عرب کا معروف شاعر امراء القیس اپنے ایک قصیدے میں اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کی داستان جمالیاتی دل پذیریوں کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ کعبے میں آویزاں کیا جاتا ہے۔ حروف کی حرمت ختم ہو چکی تھی۔ الفاظ کا وقار، اشعار کا افتخار اور افکار کا اعتبار بری طرح کجلا چکا تھا۔ فکری، ادبی، اخلاقی اور روحانی پژمردگی کا عالم کچھ یوں تھا:

حق بات پہ کٹتی تھی زباں آپ ﷺ سے پہلے　　متروک تھا اخلاصِ بیاں آپ ﷺ سے پہلے
خورشید کی حدت تو کجا، شامِ الم سے　　مہتاب بھی تھا شعلہ بجاں آپ ﷺ سے پہلے
بے کیف بہاروں کا تصور ہی عجب تھا　　ہر پھول تھا مجبورِ خزاں آپ ﷺ سے پہلے
سینوں میں نہ دھڑکن تھی، نہ سانسوں میں حرارت　　محروم تھا احساسِ زیاں آپ ﷺ سے پہلے

☆

فضائے دہر مکدر تھی آپ ﷺ سے پہلے　　حیات، موت سے بدتر تھی آپ ﷺ سے پہلے
بنامِ عجز و عبادت ہر اک بشر کی انا　　ہلاک تیشۂ آذر تھی آپ ﷺ سے پہلے
برہنہ سر تھیں قبائل کی عزتیں راسخ　　دریدہ حسن کی چادر تھی آپ ﷺ سے پہلے

(راسخ عرفانی)

وہ دن بھی تھے کہ سرابوں کا نام ساحل تھا　　نہ کائنات کی آنکھیں نہ وقت کا دل تھا
بدی کا غلغلہ تھا، ظلم پر جوانی تھی　　درندگی و جہالت کی حکمرانی تھی
گمان و وہم کا نام اعتبار رکھا تھا　　خدا کو مورتیوں میں اُتار رکھا تھا
کوئی نظارہ دل کش نہ تھا نظر کے لیے　　ترس رہا تھا جہاں افضل البشر ﷺ کے لیے

(مظفر وارثی)

فسق و فجور ہر طرف، جام بدست ہر کوئی　　جس کی طرف بھی دیکھیے محوِ خیال دلبراں
ناچ رہی تھی ہر طرف بہیمیت، درندگی　　گونج رہا تھا ہر طرف شور صدائے الاماں
ہوتی تھی روز تار تار چادر عصمت و حیا　　دامنِ شرف و نام کی بکھری ہوئی تھیں دھجیاں
بیوہ کوئی فگندہ سر، آہ بہ لب کوئی یتیم　　کوئی غریب نالہ کش، کوئی ضعیف سرگراں

(زکی کیفی)

بے صدا و بے نوا و بے فغاں و بے ستیز　　بے کسوں کے سر تھے ہر پائے ستم پر سجدہ ریز
خار و خس کو کھا رہی تھی اک ہوائے شعلہ ریز

ظالموں کو مستقل مظلوم دیتے تھے خراج　　درد سارے لا دوا تھے، زخم سارے لا علاج
اور یہ ساری زمیں خاموش تھی بے احتجاج

روشنی محدود تھی بس وسعتِ افلاک میں　　آپ ﷺ سے پہلے اندھیرا تھا فضائے خاک میں
وحشتوں کا رقص تھا، ہر سینۂ سفاک میں

ظلمتوں کو روشنی سے تولتا کوئی نہ تھا　　شب اثر وحشت میں آنکھیں کھولتا کوئی نہ تھا
گنگ تھیں ساری زبانیں بولتا کوئی نہ تھا

(صہبا اختر)

مختصر یہ کہ:

☆ جملہ مذاہب عالم کی حقیقی تعلیمات مسخ ہو چکی تھی اور روایات و رسومات نے مذہب کا درجہ لے لیا تھا۔

☆ نظریۂ توحید، آتش پرستی اور بت پرستی کے نرغے میں اپنی حیثیت اور واقعیت کھو چکا تھا۔

☆ آسمانی ہدایات دھندلا چکی تھیں۔ علم و نظر کی دنیا دُور دُور تک ویران اور جہالت کے سائے انتہائی گہرے ہو چکے تھے۔

☆ مذہبی فرقے، قتل و غارت کے شیدا اور کفر سازی کے شائق تھے۔ قبائلی جنگ و جدل کے سلسلے سال ہا سال رواں دواں رہتے تھے۔ خون ریزی کے مناظر، وقتی تفریح مہیا کرتے اور بسمل کی تڑپ جشن رقص کا کیف عطا کرتی تھی۔

☆ بت تراشی اور مجسمہ سازی سے مستقل فن کی حیثیت اختیار چکے تھے اور یہ فن ہر لحظہ نت نئی شکلوں سے جلوہ گر ہوتا رہتا تھا۔ کہیں پتھر مسجود تھے کہیں شجر معبود۔

☆ چھٹی صدی عیسوی میں ہندوؤں کے بتوں کی تعداد تیس ملین تک پہنچ چکی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے مبارک ہاتھوں سے استوار ہونے والا، خدا کا پہلا گھر ۳۶۰ بتوں میں گھرا ہوا تھا۔

☆ لوگ اعمال کی جواب دہی سے بے نیاز تھے بلکہ ان باتوں کو بے بنیاد سمجھتے تھے۔ آخرت کے تصور کے دھندلا جانے کی وجہ سے ہر اخلاقی شائستگی ختم ہو چکی تھی۔

☆ آگ، سورج، جن، فرشتے اور ستارے معبود بن چکے تھے۔ راہبیت اپنی جملہ خرابیوں اور تمام تر غلاظتوں کے ساتھ اپنی انتہا کو چھو رہی تھی۔

☆ عبادت گاہیں، عیاشیوں کے اڈے بن چکی تھیں۔ عورت، عشرت، دولت، غفلت اور زندگی، درندگی کا روپ دھار چکی تھی۔ عصمت آوارہ قہقہوں کے نرغے میں، انسانیت ظلم واستبداد کے پنجے میں اور شرافت، خباثت کے احاطے میں دم توڑ رہی تھی۔

☆ معاشرہ، اعتدال کے حسن، توازن کے جمال اور سکون کی سعادت سے کلیتاً تہی تھا۔ قومی فکر، سیاسی شعور اور علمی رسوخ بے حیثیت تھا۔

☆ کہیں عورت کو خاوند کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا اور کہیں معصوم مسکراہٹوں کو زندگی کے لبوں سے چھیننے کے لیے انھیں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔

☆ بادشاہ خدائی صفات کے حامل اور قابلِ پرستش سمجھے جاتے تھے اور انسانی جبینیں حقیقی سجدوں کی تابشوں سے محروم تھیں۔

اس تمام تفصیل کو قرآن پاک اپنی ایک آیت میں سمیٹ دیتا ہے کہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱)

(اس وقت انسانی سیہ کاریوں سے حالت یہ ہو چکی تھی کہ خشکی وتری میں ہر جگہ فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ کوئی شے اپنے صحیح مقام پر نہیں رہی تھی) اور قرآن ہی نے یہ حقیقت بھی واضح فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو تخریب تہذیب میں، خزاں بہار میں، کلفت راحت میں، ظلمت نور میں اور پژمردگی شگفتگی میں بدل جایا کرتی ہے۔ وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَه' ۔ (۲۲/۲۸)...اور یہ اللہ ہی کی ذات ہے جو ایسی ناامیدیوں کے بعد اپنے سحابِ کرم کو بھیجتی اور اس طرح اپنی بساط رحمت کو صفحۂ ارضی پر بچھا دیتی ہے۔ الغرض:

ہر طرف تھیں جہالت کی تاریکیاں   چارسُو تھی فلاکت کی منحوس شب
تین سو ساٹھ بت خانۂ حق میں تھے   بت پرستی میں اتنے بڑھے تھے عرب
عام تھا ان میں آزار دختر کشی   ہر کوئی تھا پرستار بنت عنب

(حفیظ تائب)

توحید سے عرب کوئی آشنا نہ تھا   حضرت سے پہلے کوئی یہاں باخدا نہ تھا
مقصودِ زندگی کا تعین ہوا نہ تھا   فکر و عمل کسی کا حقیقت نما نہ تھا

☆

اوہام کا طلسم تھا مذہب ہنود کا   لاکھوں تھے بت کدے تو کروڑوں تھے دیوتا

☆

ایرانیوں کا مرکز فکر رسا تھی آگ   ان کی نظر میں مظہرِ نورِ خدا تھی آگ

☆

یورپ میں بربریت و وحشت کا دور تھا   ظلم و ستم کا راج تھا، ظلمت کا دور تھا

☆

یوں ظلمتیں نہ چھائی تھیں آفاق پر کبھی   ڈستی تھی سانپ بن کے نہ یوں رہ گزر کبھی
آوارہ یوں ہوئی تھی نہ پہلے نظر کبھی   ہوتا تھا یہ گماں کہ نہ ہوگی سحر کبھی

(محشر رسول نگری)

زندگی ایک رات، تیرہ و تار   نہ کوئی رہنما، نہ راہ گزار
چارسُو اک مہیب تاریکی   ہر طرف مطلعِ جہاں پہ غبار
انتظارِ سحر میں نوعِ بشر   شمع ساں اشکبار و زار و نزار

(حفیظ ہوشیارپوری)

جب تک جمال شاہ اُمم جلوہ گر نہ تھا   عالم تمام مطلع شمس و قمر نہ تھا
گھر تھا منات و لات کا، اللہ کا گھر نہ تھا   جب کعبہ جلوہ گاہِ شہ ﷺ بحر و بر نہ تھا

(حافظ مظہر الدین)

اصنام کا سکہ تھا رواں آپ ﷺ سے پہلے   تھی ذاتِ خدا وہم وگماں آپ ﷺ سے پہلے
ہر چند ضیا بار تھے مہر و مہ و انجم   ظلمت تھی گراں تابہ کراں آپ ﷺ سے پہلے
انسان سے بیزار تھا اس دور کا انساں   انسان پہ جینا تھا گراں آپ ﷺ سے پہلے
کر دیتے تھے زندہ ہی اُسے دفن زمیں میں   بیٹی تھی ندامت کا نشاں آپ ﷺ سے پہلے
ہر سانس میں تحریص کا روشن تھا الاؤ   ماحول تھا یوں شعلہ فشاں آپ ﷺ سے پہلے

(طفیل ہوشیارپوری)

دنیا پہ چھا رہی تھیں ہرسُو سیہ گھٹائیں   تاریکیوں میں انساں رستہ بھلا چکا تھا
توحیدِ حق سے خلقت بیگانہ ہو رہی تھی   سرمایہ کارواں سب اپنا لٹا چکا تھا

دخترکشی وہاں تھی، رسم ستی یہاں تھی — اک معصیت کی بستی انساں بسا چکا تھا
بھولا ہوا تھا انساں، اچھے برے کی پہچاں — انسانیت کا اپنی جوہر مٹا چکا تھا
شرم و حیا کا پردہ چہروں سے اُٹھ گیا تھا — شیطان گویا غالب، انساں پہ آچکا تھا
(قاضی عبدالرحمٰن)

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے حضورﷺ کی بعثت کلا ہی میں کیوں ہوئی، اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ یہ جگہ اس اعزاز و شرف کے لیے کیوں منتخب کی گئی؟ کیوں کہ سورۂ انعام میں یہ واضح اعلان ہے کہ ’’اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہ‘‘ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کا پیغام کہاں اور کس کے حوالے کیا جائے گا) بظاہر عربوں کے اندر کچھ قابلِ قدر فطری خصوصیات مرورِ زمانہ اور پستیٔ حالات کے باوصف ایسی تھیں جن کا رُخ بدلا اور پلٹا جاسکتا تھا، مثلاً سخاوت، مہمان نوازی، وفائے عہد، خودداری و عزتِ نفس، عزم بالجزم، بردباری اور امانت و دیانت، جب کہ فصاحت و بلاغت اور شعر و سخن کی خوبیاں تعلیانہ خودنمائی کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ دوسرے جغرافیائی اعتبار سے مکہ روئے زمین کے مرکز میں واقع ہے۔

یہی ’’ام القریٰ‘‘ ہے۔ جملہ بستیوں کی ماں، ماں وہ ہے جس کے بغیر اولاد کا کوئی سا تصور بھی نہیں ہے۔ اور اولاد ماں ہی کے گرد منڈلایا کرتی ہے۔ حق یہ ہے کہ مکہ کے بغیر دیگر جملہ بستیوں کا وجود موہوم اور بے معنی ہے۔ چوں کہ اولاد کی دنیاوی اور دینی تربیت ماں ہی کی آغوشِ شفقت میں ہوا کرتی ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ کائنات کی دنیاوی ہدایت، اُخروی سعادت، روحانی رفعت، نظری عصمت اور قلبی عفت کے سوتے مکہ ہی سے پھوٹیں، رحمت کی گھٹائیں یہیں سے اُٹھیں اور دنیا کے گوشے گوشے کو پُر بہار اور پُر انوار کر گئیں۔ اسی لیے یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے اوّلین گھر کی بنیاد رکھی تھی۔ یہیں بحکمِ الٰہی انھوں نے دنیا بھر کو اس گھر کے حج کی دعوت دی تھی اور ان کے اس صدائے دعوت کو خود اللہ تعالیٰ نے چار دانگِ عالم میں پھیلایا اور پہنچایا تھا یہ ندائے غائبانہ باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں تک بھی پہنچی، سنی گئی اور نسلِ انسانی تعمیل کی پابند قرار پائی۔ اور یہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک ایسے پیغمبرﷺ کی بعثت کی دعا کی تھی جو مکے والوں ہی سے ہو جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنائے، کتاب پڑھائے، دانائی سکھائے اور دلوں کو تزکیہ بخشے۔ ان دو جلیل القدر پیغمبروں کی ان دعاؤں کے نتیجے کے طور پر مکہ ہی کے مقدر میں تھا کہ وہ دعوتِ اسلامی کا مرکز بنے اور وہیں سے توحید و رسالت کی کرنیں دنیا بھر میں پھیلیں اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قبل ازیں جزیرۃ العرب ہی

بیشتر الوہی ہدایتوں کا مرکز رہا ہے۔ اور مولانا سیّد ابوالحسن ندوی کے الفاظ میں اس کی تبلیغ و اشاعت کا ذمہ دار بنایا کہ ان کے دلوں کی تختی بالکل صاف تھی۔ اس میں پہلے سے کچھ نقوش تحریر اور نقش و نگار موجود نہ تھے، جن کو مٹانا مشکل ہوتا۔‘‘ (’’نبیٔ رحمت ﷺ‘‘، ص۴۶) گویا حالات اُس نہج تک آگئے تھے کہ وہ عظیم و جلیل شخصیت ﷺ ظہور میں آتی جس کی پُرنور یادوں سے قدیم صحائف منور ہیں اور ہر مذہب نے جسے ہادیٔ منتظر کے طور پر پیش کیا ہے جو فی الواقع آیۂ کائنات کا معنیٔ دیریاب ہے۔ اور جس کا انتظار، تاریخِ مذاہب کا ایک دل آویز باب ہے۔

گویا حالات ہر اعتبار سے پختہ تر ہوچکے تھے۔ رواں دواں ساعتیں اور داغ داغ فضائیں شدت سے کسی کی راہ تک رہی تھیں۔ اور قیامت تک کے لیے ایک آخری نظام، آخری ہدایت اور آخری تغیر کے برپا ہوجانے کا وقت آگیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ حضورﷺ کی تشریف آوری، تاریخِ عالم کا ایک انقلاب آفرین اور شاداب ترین واقعہ ہے، اخلاق و کردار کی ناہمواریوں نے کسی آنے والے کا راستہ ہموار کر دیا تھا اور حالات و کیفیات کی ناسازگاریوں نے کسی عظیم الشان انسان کی تشریف آوری کے لیے فضا کو سازگار بنا دیا تھا کہ:

اندھیروں کے مقابل آفتاب آیا ہی کرتا ہے
بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
پرانے ساغروں میں جب کھنک باقی نہیں رہتی
تو گردش میں نیا جامِ شراب آیا ہی کرتا ہے
یہ آثارِ بہاراں ہیں نہ گھبراؤ چمن والو!
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے
جہاں اہلِ چمن مدت سے بیٹھے ہوں تہی دامن
وہاں تک سایۂ برگِ گلاب آیا ہی کرتا ہے
نئے جب ولولے بیدار ہوجاتے ہیں سینوں میں
پرانی آرزوؤں پر شباب آیا ہی کرتا ہے
بنا لیتے ہیں جس کو منتہائے شوق دیوانے
وہ نظارہ نظر کے ہم رکاب آیا ہی کرتا ہے

اور نظر کے ہم رکاب آنے والے اس نظارے کے انتظار کو اردو نعت کے آئینے میں ایک نظر دیکھیے:

انبیا کو تھی امامِ انبیا کی آرزو — کارواں کو اک امیرِ کارواں درکار تھا

عشق کو مطلوب تھا اک پیکرِ حسن و جمال — عشق کو قلب و نظر کا امتحاں درکار تھا

(حافظ مظہر الدین)

اک تباہی کا مرقع تھا جہانِ بے سکوں — روحِ اخلاق و شرافت شرم سے تھی سرنگوں
بربریت کی لکھی تھی ہر قدم پر داستاں — دامنِ صحرا میں پھیلی تھی لہو کی سرخیاں
شامِ استبداد کی تھی زلف لہرائی ہوئی — ہر طرف جبرِ غلامی کی گھٹا چھائی ہوئی
الغرض تھی ہر قدم پر گمرہی سی گمرہی — سر میں انساں کے سمایا تھا جنوں خود سری
ذہن و فکرِ آدمیّت میں تھا برپا انتشار — تھا زمانے کو پیامِ آخری کا انتظار

(یزدانی جالندھری)

صحرائے روح کو تھی کسی ابر کی تلاش — سایہ زمیں پہ ڈھونڈ رہے تھے ابھی شجر
جذبوں کا کوئی رُخ نہ تخیّل کی کوئی سمت — پردہ کھنچا نہ تھا ابھی مابین خیر و شر
موسم زمیں گرفتہ تھے اشجار کی طرح — انسان برگ خشک کے مانند، دربدر
تھا ساری کائنات کو بس اُن ﷺ کا انتظار — جن کے لیے پلٹتی رہی سوئے شب، سحر

(جمشید چشتی)

نقطۂ آغاز بھی اور ارتقا بھی تھا وہی
انتہا بن کر جو آیا ابتدا بھی تھا وہی
وہ نبی جب بھی تھا جب کوئی نبی آیا نہ تھا
اس کے سائے تھے بہت سے جس کا خود سایہ نہ تھا
پیشوائی کو ہزاروں انبیا بھیجے گئے
اس کی خاطر روشنی کے دائرے کھینچے گئے
اس لیے آخر میں آیا وہ حبیبِ کردگار
تا کہ دنیا سیکھ جائے احترامِ انتظار

(صہبا اختر)

تھیں ظلمتیں ہی ظلمتیں اِدھر اُدھر یہاں وہاں — محیطِ ابرِ کفر تھا چمک رہی تھیں بجلیاں
لٹک رہی تھی زندگی مثالِ گردِ ناتواں — نہ ہم سفر، نہ رہ گزر، نہ راہبر، نہ کارواں

کلی کلی فگندہ سر، گلوں کے لب پہ ہچکیاں — چمن چمن تھی تیرگی، روش روش دھواں دھواں
بادِ سموم کھیلتی پھرتی تھی برگ و بار سے — فصلِ خزاں کا راج تھا گم تھے بہار کے نشاں
خلقِ تباہ حال پر رحمتِ حق نے کی نظر — بھیجا رسولِ پاک ﷺ کو آئے امامِ اِنس و جاں

(زکی کیفی)

وہ جو شبنم کی پوشاک پہنے ہوئے
زرد پتوں کے جسموں میں لہرا گئے
جن کے نقشِ کفِ پا کی رعنائیاں
نسلِ آدم کو خاکِ شفا بن گئیں
عرشِ اعظم کی دہلیز کے اس طرف
نام جن کا ازل ہی میں لکھا گیا
جو کتابِ جہاں کے سیاہ حاشیے پر
اُجالوں کی رحمت رقم کر گئے
جن سے پہلے تھی ظلمت میں لپٹی ہوئی
غم زدہ زندگی
فکرِ جامد، تمدن کے آثار مفقود تھے
نخلِ تہذیب پر ایک وحشی خزاں کا اثر
قلبِ انسانیت
سسکیوں، آنسوؤں اور زخموں کا بے نور گھر
ایسے عالم میں ربّ تعالیٰ کو پھر
اپنی مخلوق پر رحم آ ہی گیا
تاجِ رحمت کو سر پر سجائے ہوئے
پرچمِ عدل و احساں اُٹھائے ہوئے
وہ جو آئے تو عہدِ بہار آ گیا
عشق کو جن کے دل کی شریعت کہیں

ذکر کو جن کے جاں کی عبادت کہیں
وہ حبیبِ خدا
احمدِ مجتبیٰ
اُن پہ قربان ہمارے تمھارے وجود
اُن پہ پیہم سلام
اُن پر دائم درود

(صبیح رحمانی)

مؤرخین کے نزدیک ولادتِ باسعادت کے بارے میں، دن، ماہ اور سال کے ضمن میں اختلاف ہے۔ بعض ربیع الاوّل کی ۹ اور بعض ۱۲ تاریخ لکھتے ہیں۔ مہینے کے بارے میں بعض نے محرم، صفر، رجب اور رمضان بھی لکھا ہے۔ سال کے بارے میں عام الفیل کا ذکر جا بجا نظر آتا ہے۔ بہرکیف اکثریت کی تحقیق یہی ہے کہ دن دوشنبہ (پیر) مہینہ ربیع الاوّل اور سال عام الفیل ہے۔ سال کے بارے میں حضور ﷺ کی ایک حدیث اسی خیال کی موید ہے اور پیر کے دن اسی بنا پر روزہ رکھنے کا عمل (حضور ﷺ) بھی روایات میں موجود ہے۔ اور حضرت عباسؓ کی یہ روایت بھی کہ ''تمھارے نبی ﷺ دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ دوشنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی اور اُسی دن ہجرت کی اور اسی دن مدینہ منورہ داخل ہوئے۔'' (احمد بن حنبل، بیہقی) اردو میں عزیزہ شہناز کوثر نے رسالہ ''نعت'' لاہور کے تین شماروں (اپریل، مئی، جون ۱۹۹۲ء) میں پیر کے دن کی اہمیت پر بالتفصیل روشنی ڈالی ہے:

راجا رشید محمود کہتے ہیں:

دن ایک سے خدا نے بنائے سبھی مگر / اک ''روز'' محترم نہ کیوں سارے دنوں سے ہو
یہ دن خدا کا ہم پہ ہے احساں بہت بڑا / تشریف لائے دنیا میں سرکار ﷺ پیر کو

ہلال جعفری، پیر کے دن ہی کو اپنے درج ذیل اشعار کی ردیف بنائے ہوئے ہیں:

حسن اکرام کا خلاق بنا پیر کا دن / دنوں عالم کے مقدر کی ضیا پیر کا دن
مرحبا، صل علیٰ، صل علیٰ پیر کا دن / باعثِ عظمتِ کونین بنا پیر کا دن
اپنے دامن میں لیے نورِ خدا کے جلوے / بزمِ عالم میں ہوا جلوہ نما پیر کا دن
وجد میں محفلِ کونین کا ہر ذرّہ ہے / سازِ فطرت کے ہے تاروں کی صدا پیر کا دن

ہر کلی فرطِ مسرت سے چٹک کر بولی / دوش پر لایا ہے رحمت کی گھٹا پیر کا دن
نارِ نمرود کو گلزار بنانے والا / کشتیٔ نوحؑ کی تقدیر بنا پیر کا دن
یدِ بیضا کی قسم ہے، یدِ بیضا کی قسم / جلوۂ طور کی ہے ایک ادا پیر کا دن
مدنی چاند، تری گرد سفر کے صدقے / سر بسر بقعۂ انوار بنا پیر کا دن
کس نے اپنے رُخِ روشن سے ہٹائے گیسو / آج کی رات کو تفویض ہوا پیر کا دن
کس کی بعثت سے یہ کس نور کی آمد ہے ہلاؔل / آج گہوارۂ انوار بنا پیر کا دن

تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے یہ سال بھی اہم ہے۔ خصوصیت کے لحاظ سے یہ مہینہ بھی وقیع اور عظمتوں کے نقطۂ نظر سے یہ دن بھی رفیع۔ یہی وہ سال ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت معجزانہ انداز سے یوں کی کہ عقل انگشت بدنداں اور فکر سربگریباں ہوکر رہ گیا۔ باطل کے ناپاک عزائم کی دھجیاں فضائے عالم میں بکھر گئیں اور اس عظیم وجلیل آستاں کی طرف نگاہِ بد سے تکنے کی جسارت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹی میں مل گئی۔ ننھے ننھے پرندوں کے ذریعے ہاتھیوں اور ان کے سواروں کا کھائے ہوئے چارے کی طرح چورا چورا ہوجانا، قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہوکر ایک تاریخی صداقت بن گیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کے الفاظ میں:

> جہاں تک اصول وشعائر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت بہ ذاتِ خود فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو جو مکلّف بنایا ہے تو محض ان کی قوتِ ایمانی کی آزمائش کے لیے، ورنہ حاشا للہ، بغیر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور فضل کے حقیر ترین دشمن پر بھی قابو پالینا دُشوار ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ جب تک اس کے ماننے والوں میں غیرت وحمیت کا جذبہ باقی رہتا ہے وہ ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے دین کی حفاظت کریں اور حفاظت کے ضمن میں خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینے سے دریغ نہ کریں اور جب یہ جذبہ مفقود ہوجائے اور جب ایسی ہمت اور شجاعت والی جماعت باقی نہ رہے جو جان نچھاور کرکے ملت اور اس کے شعائر کی حفاظت کرسکے۔ اس وقت وہ براہِ راست اپنی قدرت اور حکمت کو بروئے کار لاتا ہے اور دین کو اعدائے دین کے چنگل سے چھڑا لیتا ہے۔

جہاں تک ربیع الاوّل کا تعلق ہے، لغوی اعتبار سے ربیع کہتے ہی موسم بہار کو ہیں۔ یہ مہینہ

انسانوں کے لیے ماحولیاتی اعتدال، موسمی رعنائی، جسمانی آسودگی اور نباتاتی بالیدگی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ مذہبی اعتبار سے بعض مہینے ولادت باسعادت سے قبل بھی متبرک اور افضل تھے۔ مگر ربیع الاوّل میں ظہورِ قدسی نے خود اس مہینے کو ماحولیاتی شگفتگی کے ساتھ ساتھ روحانی تفضّل کی وہ عظمت عطا کی کہ سال بھر کے باقی مہینے رشک سے تکتے رہ گئے:

اہلِ دل جانتے ہیں شانِ ربیع الاوّل / آنکھ والوں کو ہے عرفانِ ربیع الاوّل
ہر مہینے پر فضیلت ہے مدارج میں اسے / ہر مہینہ ہے ثناخوانِ ربیع الاوّل
اس کی جو بارھویں تاریخ ہے، تاریخی ہے / یہی دن ہے بہ خدا جانِ ربیع الاوّل
ماہِ طیبہ ہی نے اس ماہ کو چمکایا ہے / نورِ حق، نورِ شبستانِ ربیع الاوّل

(عزیز حاصل پوری)

حیاتِ طیبہ میں بھی یہ مہینہ بہت سے اہم تاریخی واقعات کا مظہر ہے۔ اسی طرح پیر کا دن بھی اپنے اندر قدر فضیلتیں لیے ہوئے ہے کہ جن کی تفصیل کے لیے دفتر مطلوب ہیں اور حقیقی فضیلت تو اس دن کو ظہورِ قدسی ہی سے نصیب ہوئی ہے، سالوں، مہینوں اور دنوں میں یہ مرتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔

یہ حاملانِ عرش کا غوغا عجیب ہے / اے خاک تیرا عرش سے بالا نصیب ہے
آتا ہے آج وہ جو خدا کا حبیب ﷺ ہے / جھک جائے تجھ پہ عرش وہ موقع قریب ہے
بالا جو لامکاں سے ترا افتخار ہے
یہ آمدِ رسول ﷺ خدا کی بہار ہے

(ممتاز جہاں گنگوہی)

قبلِ ولادتِ پاک اور بوقت ولادتِ پاک، حضرت آمنہ سے بہت سی محیر العقول روایات منقول ہیں اور تاریخ نے بہت سے ایسے واقعات بھی محفوظ رکھے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ اس دن رنگ و نسل کے بہت سے بت بھی زمیں بوس ہوئے، کبر و نخوت کے بہت سے کنکر سے بھی مٹی میں ملے اور کفر و شرک کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی سیاہ پوش ہو کر رہ گئے۔ الغرض دوشنبہ کا دن اپنے اندر سعادتوں اور حیرتوں کا ایک عجیب امتزاج لیے ہوئے ہے جب کہ اس الوہی صداقت کے ظہور کی ساعت کے صبحِ صادق کو چنا گیا، یوں:

وہ صبحِ نور آ پہنچی، سیاہی چھٹ گئی یکسر
سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر

زمانہ منتظر تھا جس کا صبحِ عید آ پہنچی
اندھیرا چھا رہا تھا تابشِ خورشید آ پہنچی
کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک
نہ پایا تھا سکوں اس دیدۂ نم ناک نے اب تک
کبھی پہنی نہ تھی گل نے قبائے زرنگار ایسی
نہ آئی تھی کبھی گلزارِ ہستی میں بہار ایسی
عطا وسعت ہوئی صحرا کو، نزہت گلستانوں کو
چھپایا دامنِ رحمت میں حق نے خستہ جانوں کو
شرف جس سے ملا ہے اس جہاں کے تاج داروں کو
ملی جس سے قبائے لالہ و گل خار زاروں کو
اسی دن کے لیے تو بزمِ ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصودِ عالم تھا، یہی خالق کا پیارا تھا

(حافظ لدھیانوی)

مبارک ہو جنابِ مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد ہے / زمیں پر سربراہِ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہوگی مژدۂ اتمامِ نعمت سے / سریر آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہلِ عالم کو / رسولِ ہاشمی ﷺ سے خوش نوا کی آمد آمد ہے
خدائے پاک نے فریاد سن لی غم نصیبوں کی / جہاں میں حضرت خیرالوریٰ ﷺ کی آمد آمد ہے
دیارِ دل کو خوش بوئے عقیدت سے بسا لیجے / وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

(حفیظ تائب)

خلیلؑ اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں / ذبیحؑ اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا / جسے یوسفؑ نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
کلیمؑ اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے / وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے
وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی / وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیمانؑ نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے / لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے / خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے

(حفیظ جالندھری)

آگئے، جن کے نظارے جستجو کرتے رہے
جن کے بارے میں ستارے گفتگو کرتے رہے

جن کی خاطر پھول شبنم سے وضو کرتے رہے
انبیا بھی جس نبی ﷺ کی آرزو کرتے رہے

ہر خوشی لکھی گئی، ہر بہتری لکھی گئی
آپ ﷺ آئے، تیرگی پر روشنی لکھی گئی

(محمد حنیف نازش قادری)

بھٹکتے دور کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے سے تباہی کو بچانے ناخدا آیا

خبر سچائی کی دیتا زمانے کو خبیر آیا
شہنشاہی بھی جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

جسے حق نے کیا تسلیم، ختم المرسلیں آیا
جسے دنیا نے مانا، رحمۃ للعالمیں آیا

خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا

بشر بن کر زمانے کا جمالِ اوّلیں آیا
متاعِ صدق لے کر صادق الوعد و امیں آیا

سراپا علم بن کر صاحبِ اُم الکتاب آیا
زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا

تجلی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا
امام الانبیا آیا، محمد مصطفیٰ ﷺ آیا

(جگن ناتھ آزاد)

محمد ﷺ جلوہ فرما ہوگئے ہیں بزمِ امکاں میں
کھلا ہے آج پہلا پھول فطرت کے گلستاں میں

مرا جی چاہتا ہے نعت کی صورت میں ڈھل جائیں
وہ نغمے جو مچلتے ہیں مرے سازِ رگِ جاں میں

گلوں کی انجمن میں تم سے تخلیقِ بہاراں ہے
تمھی نورِ آفریں ہو چاند تاروں کے شبستاں میں

تمھارے پیکرِ اقدس کی تنویروں کا کیا کہنا
کہ جیسے آیتیں روشن نظر آتی ہیں قرآں میں

تمھاری یاد ہو، ہم ہوں، مسلسل اشکباری ہو
یہی موتی ہوں آنکھوں میں، یہی دولت ہو داماں میں

تمھارے عشق سے آباد کرلے اپنے سینے کو
کوئی نیکی تو کر لے آدمی عمرِ گریزاں میں

ذرا دیوانے کا دستِ جنوں چالاک ہوجائے
کہاں کا فاصلہ ہوتا ہے دامن اور گریباں میں

کسی کے عشق نے وہ نور بخشا ہے مرے دل کو
کہ ہے ہر تار سورج کی کرن میرے گریباں میں

یہ سب شیرازہ بندی اُن کے اعجازِ نظر سے ہے
کہاں کا نظم تھا ہستی کے اوراقِ پریشاں میں

یہ میرے شعر اے عاصی، یہ میری بن کھلی کلیاں
مری جرأت تو دیکھو، لے چلا اُن کے گلستاں میں

(عاصی کرنالی)

کعبۂ جاں، قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونین، شاہ بحر و بر پیدا ہوئے

ہر قدم اک مشرق نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکان معراج نظر پیدا ہوئے

جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارف ارض و سما، میر بساط کائنات
خیر سے خیر الامم، خیرالبشر پیدا ہوئے

اب نہ اُتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول
لے کر قرآں، آخری پیغام بر پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سیکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

(احسان دانش)

جاہلیت کی جہاں سے دُور آلائش ہوئی
آپ ﷺ آئے عالمِ امکاں کی زیبائش ہوئی

اس مکاں کے بام ودر کے ذرّے ذرّے پردرود
جس مکاں میں سیّد والا ﷺ کی پیدائش ہوئی

میری سانسیں آپ ﷺ کی صبحِ ولادت پر نثار
جس کے صدقے میں مری بخشش کی گنجائش ہوئی

کھل اُٹھے، صدیوں کے مرجھائے ہوئے دل کھل اُٹھے
زندگی کے باغ کی اس طرح آرائش ہوئی

پڑھنے والا آگیا چہروں کی چپ تحریر کو

بول اُٹھی خامشی، جذبوں کی پیائش ہوئی

(انور جمال)

اب نغمہ نغمہ، نغمۂ تارِ حیات ہے اب نشہ نشہ، نشۂ عرفانِ ذات ہے
اب پردہ پردہ، پردۂ سازِ جمال ہے اب بادہ بادہ، بادۂ عرفانِ حال ہے
اب جرعہ جرعہ، جرعۂ جامِ الست ہے اب ذرّہ ذرّہ، ذرّۂ خورشیدِ مست ہے
اب قطرہ قطرہ، قطرۂ اشکِ نیاز ہے اب توبہ توبہ، توبۂ سوز و گداز ہے
اب غنچہ غنچہ، غنچۂ زلفِ نگار ہے اب لالہ لالہ، لالۂ رخسارِ یار ہے
اب جلوہ جلوہ، جلوۂ سرو و سمن ہوا اب خندہ خندہ، خندۂ صبحِ چمن ہوا
اب جذبہ جذبہ، جذبۂ عشقِ رسول ﷺ ہے اب شیوہ شیوہ، شیوۂ عدل و اصول ہے
اب نعرہ نعرہ، نعرۂ توحید بن گیا اب سجدہ سجدہ، سجدۂ اُمید بن گیا

(عاصی کرنالی)

آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد (''البلاغ'' جنوری ۱۴، ۲۱، ۲۸، ۱۹۱۶ء) کا ایک دل آویز اقتباس کہ الفاظ اس کا حسن سمیٹنے اور اس کی تاثیر بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کے لیے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے، جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادّی حیات ونمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیمِ روح وقلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں، یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لیے ترستی ہے تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لیے تڑپنے لگتی ہے، یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہوجاتا ہے اور خدا کے کلمۂ حق وصداقت کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصے میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اس وقت روحِ انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اُسے زندگی بخشتی ہے وہاں انسانیت ہلاک ہوجاتی ہے تو خدا کی ہدایت اُسے پھر اُٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

اور وہ پروردگارِ عالم ہی تو ہے بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارانِ

رحمت کے آنے کی خوش خبری سنا دیتی ہیں یہاں تک کہ جب اس کا وقت آجاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور ہم انھیں ایک ایسے شہر کے اوپر لے جا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور زندگی کے لیے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے اس کی نمو بخشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مُردوں کو بھی اٹھاتے ہیں اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے، سو دراصل ایک مثال ہے تا کہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرو۔

عالمِ انسانیت کی فضائے روحانی کا ایسا ہی انقلابِ عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کی سرسبزی اور شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ وہ خداوندِ قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ وجلالِ الٰہی کی نمود ہوگی۔ سو بالآخر وہ آ گیا اور سعیر وفاران کی چوٹیوں پر اس کے ابرِ کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعتِ ربانی کے ارتقا کا مرتبۂ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیلِ رسل ونزولِ صحف کا اختتام تھا۔ یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ اُمتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین ورحمۃ للعالمین محمد ﷺ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ظہورِ قدسی

(اردو نعت کے آئینے میں)

اقبالؔ نے کہا تھا:

اے ظہور تو شبابِ زندگی — جلوہ است تعبیر خوابِ زندگی
اے زمیں از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسۂ بامت بلند

حضور ﷺ وجہِ وجودِ کائنات ہیں اور سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ، بالواسطہ یا بلاواسطہ کائنات کی جملہ رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے حسن سے مستنیر اور جملہ پہنائیاں آپ ﷺ ہی کے ذکر سے معمور ہیں۔ وقت کی ہر ساعت آپ ﷺ ہی کی یاد سے تازگی، شگفتگی اور بالیدگی لے رہی ہے:

ہر لمحہ، ہر صدی کا ازل سے اُفق اُفق — صَلِّ علیٰ کا سرمدی نغمہ سنائے ہے

تورات ہو یا زبور، انجیل یوحنا ہو یا برناس، بدھ کے ملفوظات ہوں یا بھویش پران کے اسباق، اتھروید کے منتر ہوں یا دساتیر کے اصول... قدیم صحافت کا ورق ورق کسی نہ کسی طور آپ ﷺ کے ذکر سے تابندہ ہے، کہیں آپ ﷺ کو فارقلیط کہا گیا، کہیں منحمنا، کہیں میتر یا کہیں بھگت گرو، تحریفات کے باوجود اناجیل میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں بشارتیں واضح انداز میں نظر آتی ہیں:

رقم ہیں صحیفوں میں القاب تیرے — تو یٰسین و طٰہٰ میں طلعت نما ہے

گونج ان کی ثنا کی رہی ہے ہر نبی نے خبر ان کی دی ہے
کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے جس میں ان کا حوالہ نہیں ہے

وہ وجودِ پاک جو اعتبارِ اوّلیں بھی ہو اور افتخارِ آخریں بھی۔ جو تازہ تر گلبرگِ صحرائے وجود بھی ہو اور قیمتی تر گوہرِ دریائے جود بھی، جو مطلع دیوانِ نبوت بھی ہو اور مقطع نظم رسالت بھی۔ جو مظہرِ نورِ کبریا بھی ہو اور حبیبِ خدا بھی۔ جو سیّد الثقلین بھی ہو اور امام القبلتین بھی۔ جو ساقیٔ کوثر بھی ہو اور شافع محشر بھی۔ جو قبلہ زاہداں بھی ہو اور کعبۂ قدسیاں بھی۔ جس کا جلوہ صبحِ ازل کی ضو بھی ہو اور شام ابد کی لَو بھی۔

وہ عظیم الشان انسان ﷺ جس کے خرامِ ناز نے تاریخ کے دھارے کو موڑا اور تمدن کے رُخ کو نکھارا ہو۔ جس کے کوچے کے ذرّوں کو چھو کر گزرنے والی ہوائے مشکبو سے دل کے غنچے نمو پاتے اور روح کے آنگن مسکراتے ہوں جس کے نقوشِ پا کی چمک اور جس کے محاسن کی دھنک آج بھی منزل نشاں ہو۔ ربّ جہاں جس کے مسکن کی قسم کھاتا اور تفہیم مطالب کیلیے اُسے شاہد بناتا ہو اور جس ذات اقدس کے نعتیہ ترانوں کی آغوش میں ازل نے انگڑائی لی ہو اور ابد انھی نغموں کے لیے گوش بر آواز ہو۔ جس کا ہر قدم تاریخ ساز، ہر بول ہدایت نما، ہر فعل نقشِ جاوداں اور ہر نفس خزاں بخت کائنات کے لیے موجِ بہار ہو اور جس کے فیضِ نگاہ سے عقل، صاحبِ اشرار اور عشق تیغ جوہر داد ہو... مجھ ایسا عاجز و درماندہ اور انتہا کی گنہ گار و خطا کار انسان، سیاہ رو و سیاہ کار شخص، گندم نما جو فروش اور زنار دار خرقہ پوش بشر اُس خیر البشر ﷺ کے بارے میں اپنی زبان کے سارے اسلوب، اپنے اظہار کے سارے پیرائے اور اپنے انداز کے سارے حسن سمیٹ کر بھی، اپنے عجزِ بیان ہی کو بیان کے طور پر پیش کر سکتا ہے کہ سکوت بھی تکلم بلیغ کی حیثیت رکھتا ہے اور ایسے نغمے بھی ہوا کرتے ہیں جو شرمندۂ آواز نہیں ہوتے:

ترے جلووں کے آگے طاقتِ شرحِ بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگاہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

مدیرِ ''نعت رنگ'' اجازت دیتے تو ظہورِ قدسی سے متعلق نعتیہ انوار کے ساتھ ساتھ کچھ خوب صورت نثر پاروں کو بھی مربوط کرتا جاتا کہ یہ رشحات خامہ بھی میرے نزدیک نثری نعتوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نثر پارے اُن شخصیتوں کے قلمی نوادر ہیں، جو خاصانِ بارگاہ ہی نہیں، صاحب اسلوب نثر نگار بھی ہیں، جس طرح قامت زیبا، کسی سروِ رواں کی قیامت آفرینیوں کا غماز ہوا کرتا ہے اسی طرح صاحبِ اسلوب نثر نگار کی تحریر خود بولتی ہے کہ وہ کس قسم کے خرامِ ناز کا حاصل ہے کہ صاحب طرز کہتے ہی اس کو ہیں جو لاکھوں میں ایک ہو اور ہزاروں میں پہچانا جائے اور جسے لٹ جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ جس کے پاس جو ہو اس کا اپنا ہو اور جس کا فکری گداز اس کی شخصی بصیرت اور قلمی فضیلت

سے ہم آہنگ ہو اور جس کی تحریر کا حسن خود بخود نگاہوں سے لپٹتا اور بے ساختہ دل میں اُتر جاتا ہو... ورنہ کتنے ہی ''باتخلص'' ہیں کہ اُن کی ''نثر نما اشعار'' پڑھ کر نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے۔ اور دوسری طرف کتنے ہی صاحب قلم ہیں کہ اُن کی نثری جملوں پر بھی تغزل کی ایمائیت جھومتی ہے، حسن جہاں بھی ہو، کسی بھی رنگ، ڈھنگ اور آہنگ سے ہو، بات بہر نوع حسن آفرین ہی تک جاتی ہے اور ہر راہ، اُسی کی چاہ کے در تک پہنچتی ہے، شاعر کا قلم لاکھ تعلّی کرے کہ:

چلتا ہوں رُخِ وقت پہ الہام کی افشاں   اپنا بھی قلم حضرت جبریلؑ کا پر ہے
کیوں زندۂ جاوید نہ ہو میرا تغزل   میں خضرِ ادب ہوں مری تخلیق امر ہے

شکر تو اُسی ذات بلند و برتر کا ہے جس نے قلم کا ذریعے علم کے ایوان روشن کیے ہیں اور اگر تذکرہ اُس ذاتِ اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت کا ہو، جسے ربِّ عالم نے رحمت عالم بنا کر بھیجا ہو جس کے نطق سے غنچے پھول بنتے ہوں جس کی نگاہوں سے سورج ضیا لیتا ہو، جو اُٹھتا ہو تو ستارے فرش راہ ہو جاتے ہوں، بیٹھتا ہو تو زمین عرش بن جاتی ہو، تو قلم میں پُر ہما کی جنبش خود بخود پیدا ہو جاتی ہے کہ خیال میں زیبائی ہے تو اُسی ذات سے، دلوں میں بصیرت ہے تو اسی نام سے، زبانوں میں تاثیر ہے تو اُسی یاد سے اور قلم میں حسن ہے تو اُسی ظہور سے۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو ہماری پوری کائنات دھواں دھواں ہوتی، نہ فکر و خیال کی دنیا میں کوئی چاندنی ہوتی اور نہ قرطاس و قلم کی وادیوں میں کوئی روشنی...

ظہورِ قدسی کے سلسلے میں اردو شعر و ادب اس قدر نظر افروز اور دل آویز وسعتوں کا حامل ہے کہ نگہِ انتخاب حیران و ششدر ہے کہ کسی نثر پارے، کسی نظم اور کسی نعت کو لیا جائے اور کسی کو چھوڑ جائے۔ سیرت نگار جب بھی ولادت باسعادت کے ذکر پر پہنچتے ہیں تو اُن کا دل مسکرا اُٹھتا اور قلم گل فشاں ہو جاتا ہے۔ نتیجہ معلوم کہ بعض نثر پاروں کے سامنے شعر بے حیثیت نظر آتے ہیں۔ احقر نے (چند شعروں کے سوا) غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں کے ایک مختصر سے انتخاب پر اکتفا کی ہے۔ متعلقہ نظموں کو ارادتاً نہیں لیا کہ نظم کا انداز مسلسل ہوتا ہے اور پوری نظم بطور اکائی کے لطف دیتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ظہورِ قدسی سے متعلق خوب صورت نثر پاروں، نظموں اور نعتوں کا مکمل احاطہ، کسی مقالے میں ممکن ہی نہیں۔ اس کے لیے ایک مبسوط تالیف مطلوب ہے۔ بہر کیف احقر کے دامانِ نگاہ کی تنگیاں اور ''نعت رنگ'' کی ''ضخامتی مجبوریاں'' نثر و نظم کے ان گلہائے حسیں کی فراوانیوں سے معذرت طلب ہیں۔

اب ایک شعری قوسِ قزح دیکھیے کہ ولادت باسعادت کا تذکرہ کس رنگ و آہنگ کے ساتھ جلوے بکھیر رہا ہے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا   دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحؑا
(حالی)

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ   ذرّہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
(اقبال)

آگئے حضرت کہ جلووں کو جہاں درکار تھا   ظلمتوں میں آفتاب ضوفشاں درکار تھا
(حافظ مظہر الدین)

☆

امام الانبیا آئے، حبیبِ کبریا آئے   دلوں کی روشنی لے کر محمد مصطفیٰ آئے
نہ جانے کب سے دنیا میں لہو انساں کا ارزاں تھا   نصابِ زندگی لے کر رسول ﷺ باصفا آئے
خدا سے ناشناسا تھا ہر اک انسان دھرتی کا   رہِ وحدت دکھانے کے لیے عقدہ کشا آئے
(آثم فردوسی)

ہوا جب ضوفشاں دنیا میں مہرِ وادیٔ بطحا   رُخِ ہستی پہ رنگِ جلوۂ نورِ سحر نکھرا
مشیت نے نظامِ زندگی ترتیب دینے کو   کتابِ زندگی میں بابِ رحمت اک نیا کھولا
جبینِ شوق اس کے آستاں پہ کیوں نہ جھک جائے   کہ جس نے قلبِ مسلم کو مذاقِ آرزو بخشا
(حیرت جلال پوری)

چھائی ہوئی تھی ظلمتِ شب دُور دُور تک   آتی ہے اب نویدِ سحر دُور دُور سے
آمد سے اُن کی، زیست کی قدریں بدل گئیں   دنیا حسین بن گئی اُن کے ظہور سے
آسودہ آ کے منزلِ بطحا میں ہوگیا   جلووں کا کارواں جو چلا کوہِ طور سے
(ذکی کیفی)

ہر سمت جشنِ آمد شاہ ہدیٰ ہے آج   ہر ایک لب پہ نغمۂ صلِ علیٰ ہے آج
زینت فزائے دہر ہے تنویر حسن و عشق   ہر سمت نور ایزدی جلوہ نما ہے آج
جس کی شمیم سے یہ فضائیں ہیں عطر بار   باغ جہاں میں وہ گلِ رعنا کھلا ہے آج
آئی حجابِ نور سے دل کش نوائے شوق   ہر سو ضیائے طلعتِ بدرالدجی ہے آج

ارض و سما ہیں حسن سے جس کے فروغ گر — وہ آفتابِ ہاشمی جلوہ نما ہے آج
(قمر یزدانی)

ہوا جہاں میں تری ذاتِ پاک کا جو ورود — نظر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود
(احسان دانش)

تاریکیوں پہ چھانے لگا نورِ سرمدی — آفاق پر ظہورِ کمال سحرا ہوا
ویران بت کدے ہوئے آتش کدے بجھے — کس شان سے وہ نورِ خدا جلوہ گر ہوا
ہر بوند اس کے لطف سے موجِ رواں بنی — ہر ذرّہ اس کے فیض سے لعل و گہر ہوا
بطحا کی خاک بن گئی اکسیر لازوال — اس کے خرام ناز کا ایسا اثر ہوا
(صفی العیشی)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
(احمد رضا خاں بریلوی)

☆

آج ہے اس نبی کی ولادت کا دن — سارے نبیوں کو جس کی امامت ملی
ہر گھڑی اس گھڑی کا قصیدہ پڑھے — خاک کو جب ستاروں کی عظمت ملی
جھوٹی معبودیت منھ کے بل گر پڑی — صحنِ کعبہ کو سچی عبادت ملی
(مظفر وارثی)

فرشتے تھے فضائے قدس میں صرف پُرافشانی
خوشی سے جھومتے تھے ان کے پیکر ہائے نورانی
پروں کی جنبش لرزاں سے موسیقی کی لے پیدا
لبوں کی لرزش پیہم سے طاری کیف روحانی
وفورِ نور کا عالم تھا ایسا آخر شب میں
کہ ہر تارے پہ ہوتی تھی فدا خورشید سامانی
پڑیں فاران کی چوٹی پہ بوندیں ابرِ رحمت کی
فزوں تر پارۂ سیماب سے بھی جن کی تابانی
خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کہ اتنے میں
یکایک یہ ہوا روح الامیں کو حکم یزدانی

منادی جا کے کر دو خشک و تر میں، بحر میں، بر میں
ہوئے پیدا محمد ﷺ آج عبداللہ کے گھر میں
(عبدالمجید سالک)

پو پھٹی دیدہ و دل منور ہوئے — آپ ﷺ آئے تو سب نقش اُجاگر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو فصلِ بہار آگئی — سب ورق گل کدوں کے مصور ہوئے
آپ ﷺ آئے تو ایماں ہوا دل نشیں — شک پریشاں ہوئے، وہم ششدر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو غم دیدہ انسان کو — سچی خوشیوں کے عنواں میسر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو ذرّے بھی انجم بنے — آپ ﷺ آئے تو کنکر بھی گوہر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو بھٹکے ہوئے قافلے — گامزن خیر کے راستے پر ہوئے
(جعفر بلوچ)

تزئینِ کائنات برنگ دگر ہے آج — جشنِ ولادت شہِ ﷺ جن و بشر ہے آج
صدیوں سے فرشِ راہ تھے جس کے لیے نجوم — آغوشِ آمنہ میں وہ رشکِ قمر ہے آج
صبح ازل کو جس نے دیا حسن لازوال — وہ موجِ نور زینت دیوار و در ہے آج
کس کے قدم سے چمکی ہے بطحا کی سرزمیں — ظلمت کدوں میں شور نوید سحر ہے آج
اے چشمِ شوق، شوکت نظارہ دیکھنا — ماہِ فلک چراغ سر رہ گزر ہے آج
شوقِ نظارہ نے وہ تراشا ہے آئینہ — جس آئینے میں جلوۂ آئینہ گر ہے آج
(ناصر کاظمی)

بارگاہِ کبریا سے آگیا — بے نواؤں کی دعاؤں کا جواب
ظلمت جہل و ضلالت میں ہوا — ضوفشاں رشد و ہدیٰ کا آفتاب
آگیا وہ محسنِ انسانیت — جس کی آمد سے کھلے خوشیوں کے باب
سیّدالکونین ہے جس کا لقب — رحمتِ دارین ہے جس کا خطاب
جس کی تعلیمات سے برپا ہوا — ایک عالم گیر فکری انقلاب
(ضیا محمد ضیا)

انساں کو شعور گل و لالہ نہ ہوا تھا — جب تک ترے چہرے کا اُجالا نہ ہوا تھا

دُکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں   ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے   وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی   زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں
دیارِ دل کو خوش بوئے عقیدت سے بسا لیجے   وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

(حفیظ تائب)

نام تھا لکھا ہوا جن کا سرِ لوحِ ازل   وہ خدا کے آخری پیغامبر پیدا ہوئے
رونما چرخِ رسالت پر ہوا مہرِ عرب   ظلمتِ دنیا میں آثارِ سحر پیدا ہوئے
اُس نظر سے بے حسوں کو بھی ملا سوزِ حیات   بادلوں میں برق، پتھر میں شرر پیدا ہوئے
آپ ہی کا آستاں ہے جس پہ خم ہیں دو جہاں   یوں تو دنیا میں ہزاروں سنگِ در پیدا ہوئے

(قمر میرٹھی)

کھلا ہے باغِ عالم میں وہ گل بستانِ فطرت کا   کہ خود صناعِ قدرت مدح خواں ہے جس کی نکہت کا
جو وہ پیدا نہ ہوتے، تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا   اُنھی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اوّل ہے خلقت کا
وہ آئے جن کے آنے کی خبر دی ہر پیمبر نے   وہ آئے، تکملہ جن سے ہوا احکامِ قدرت کا
اگر آتی نہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ اس بزمِ ہستی میں   تو رہتا ہم سے مخفی حسنِ صنعت، دستِ قدرت کا

(اُفق کاظمی)

آئے وہ جن کے دم سے ہے رونق بزمِ رنگ و بو   بزمِ رُسل کے تاج دار، محرمِ رازِ کن فکاں
صحنِ چمن میں چل پڑی پھر سے نسیمِ عطر بیز   غنچے کھلے، کلی ہنسی، برگ و شجر ہوئے جواں
علم و عمل کی قوتیں بخش دیں کائنات کو   قلب و نظر کو پھر ملی دولتِ سوزِ جاوداں
آئے وہ جن کے فیض نے حسن دیا حیات کو   آئے شفیعِ عاصیاں، آئے پناہِ بے کساں

(ذکی کیفی)

غیر فانی امن کا منشور ہے ان کا ظہور   چھا گئی سارے جہاں پر رحمتِ عالم کی ذات
گھپ اندھیروں کی صفیں لپٹیں، اُجالے ہو گئے   آپ ﷺ جب تشریف لائے جگمگائی چاند رات
جو ازل سے آج تک ہر اک زباں کا ورد ہے   آپ ﷺ کے اسمِ گرامی کو ملا ایسا ثبات
جلتی بجھتی زندگی کی لو فروزاں ہو گئی   آپ ﷺ آئے تو منور ہو گیا روئے حیات

(سلیم اختر فاروانی)

قندیل نور، شمعِ حرا، زینتِ حرم   نقشِ جمیلِ صبحِ ازل کا کہیں جسے

(حافظ لدھیانوی)

ہوا کے نرم جھونکوں سے مہ و انجم کو نیند آئی   شفق پھولی، چمن جاگے، کرن پھوٹی، سحر آئی
نقابِ شبِ عروس مہر نے چہرے سے سرکائی   نمودِ صبحِ صادق اک پیامِ جاں فزا لائی
حریمِ قدس میں محفوظ تھی جو روزِ اوّل سے   وہ نعمتِ آمنہ کی محترم آغوش نے پائی
جنابِ مصطفیٰ، صلِ علیٰ تشریف لائے   سوادِ طیبہ و بطحا پہ رحمت کی گھٹا چھائی
اُجالا ہو گیا ظلمت کدوں میں مہرِ تاباں سے   طلسمِ جہل ٹوٹا، زندگی نے روشنی پائی

(اقبال عظیم)

کیف سا ایک عالم پہ چھانے لگا   قصرِ وہم و گماں ہو گیا منہدم
زندگی کی شکستہ نوائی رُکی   مل گیا سازِ ہستی کو پھر زیر و بم
آفتابِ رسالت ہوا جلوہ گر   شب کی تاریکیوں نے دیا توڑ دم
پھر چمن در چمن گل مہکنے لگے   پھر صدف ریزیاں ہو گئیں یم بہ یم

(غلام رسول عدیم)

جوشِ رحمت سے کھلا بابِ اثر آج کے دن   ملی انسان کو معراجِ نظر آج کے دن
کس کے پرتو نے اندھیروں سے تراشے سورج   گمرہوں کو ملی منزل کی خبر آج کے دن
گمرہی گرد ہوئی، نورِ بصیرت چمکا   جگمگانے لگی ہر راہ گزر آج کے دن
قطرے قطرے کو ہوا بحر کا وجدان نصیب   ذرّے ذرّے کو ملا حسنِ نظر آج کے دن

(طفیل ہوشیار پوری)

کھلیں کلیاں، ہنسے غنچے، چمن میں بھی بہار آئی   شمیمِ جاں فزا آئی، حسین و دلربا آئے
اُبلتے ہیں ترانے سازِ فطرت کے فضاؤں میں   سحر کے روح پرور کیف میں نورِ ہدیٰ آئے
فلک سے بھی زمیں پر نور کی بارش برستی ہے   جہاں میں رحمتیں لے کر امام الانبیا ﷺ آئے

(گوہر ملسیانی)

مظہرِ نورِ حق جلوہ بار آ گیا   حسنِ عالم پہ گویا نکھار آ گیا
نازشِ لطفِ پروردگار آ گیا   بزمِ کونین کا تاج دار آ گیا
جس کی توصیف ہے برلبِ قدسیاں   دستِ قدرت کا وہ شاہ کار آ گیا
جس کا کونین میں کوئی ہم سر نہیں   ذاتِ یکتا کا آئینہ دار آ گیا

بے سہارو، مبارک، سہارا ملا | بے قراروں کو مژدہ، قرار آگیا

(تابش صمدانی)

نظر لالہ و گل پہ اب کیا اُٹھے گی | کہ اک حاصلِ لالہ زار آگیا ہے
بجھے گا نہ جس کا چراغِ نبوت | وہ پیغمبر ﷺ ذی وقار آگیا ہے
اب انساں کو انساں کا عرفان ہوگا | یقیں ہوگیا، اعتبار آگیا ہے
ازل سے جو تھا باغباں کی نظر میں | وہ گل بن کے جانِ بہار آگیا ہے
جو خیرات میں تاج و اورنگ دے گا | فقیروں میں وہ شہرِ یار آگیا ہے
زمانے کو اب اپنی منزل مبارک | کہ اک خضر صد رہ گزار آگیا ہے
فلک اپنا اسلوبِ گردش بدل دے | کہ اک مصلحِ روزگار آگیا ہے
میں ہوں حق بہ جانب اگر میرے لب پر | کوئی نغمہ بے اختیار آگیا ہے

(احسان دانش)

آپ ﷺ آئے نور کی شمعیں فروزاں ہوگئیں | قوتیں اشرارِ باطل کی پریشاں ہوگئیں
آگئیں جب ساعتیں صبحِ ولادت کی قریب | زندگی کی وسعتیں، گلشن بداماں ہوگئیں
کوہِ فاراں سے جو ابھرا آفتابِ زندگی | بلبلیں بستانِ ہستی کی ثناخواں ہوگئیں

(محمد اکرم رضا)

راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں | لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
کہکشاں راہ گزر، چاند ستارے، ذرّے | سب چہک کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
رہ گزر میں نظر آنے لگے ہرسو جلوے | ذرّے رہ رہ کے بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
چاند تاروں میں نصیؔر آج بڑی ہلچل ہے | ہمیں آثار بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

(نصیرالدین نصیر گولڑوی)

آمنہ کا لختِ دل، نورِ نظر پیدا ہوا | خاندانِ ہاشمی میں اک گہر پیدا ہوا
اوجِ گردوں پر مقدر کا ستارا آگیا | آمنہ کی گود میں اک ماہ پارا آگیا
ہر نبی کے لب پہ تھی جس کی خبر پیدا ہوا | راہِ حق میں رہبروں کا راہبر پیدا ہوا

(یزدانی جالندھری)

آج وہ دن ہے جھکی پڑتی ہے رحمت کی گھٹا | بعد مدت آج پھر آسودگی ہر گھر میں ہے

آج وہ دن ہے چھپا پھرتا ہے شیطانِ لعین | اک ہزیمت کا سا نقشہ اس کے کل لشکر میں ہے
آج وہ دن ہے کہ سب درہائے جنت کھل گئے | غلغلہ عیش و طرب کا گنبد بے در میں ہے

(مرزا فرحت اللہ بیگ)

اب آفتاب برج سعادت میں آگیا | اب ہو چکی بساط شب نامراد طے
اب دیدۂ بہار میں ہے سرمۂ غبار | اب ہو رہی ہے بارش انوار پے بہ پے
اب تاجدارِ یثرب و بطحا کا ہے ظہور | تاحد مصر و شام، بہ الحراف روم ورے

(عابد علی عابد)

وادیٔ مکہ میں جب نورِ یقیں روشن ہوا | کفر رخصت ہوگیا، دینِ متیں روشن ہوا
ہوگئیں کافور سب تاریکیاں، مایوسیاں | نورِ ایماں سے ہر اک قلبِ حزیں روشن ہوا
آپ کے آنے سے روشن ہوگئے دشت وجبل | عرش تاباں ہوگیا، فرش زمیں میں روشن ہوا
بندۂ مومن کی دنیا، دین میں شامل ہوئی | آسمانِ حق پہ اک ماہِ مبیں روشن ہوا
جو ہٹا سرکار ﷺ سے دھندلا گیا، کجلا گیا | آگیا جو آپ کے زیرِ نگیں، روشن ہوا

(اکرم علی اختر)

آپ ﷺ سے پہلے جہان خشک وتر کچھ اور تھا | آپ ﷺ کی آمد پہ عالم سر بہ سر کچھ اور تھا
نور در آغوش یوں تو روز ہوتی تھی سحر | آپ ﷺ جب آئے تو انداز سحر کچھ اور تھا

(راز کاشمیری)

خلقِ خدا کی پیاس بجھانے کے واسطے | سرکار ﷺ بحر جود و سخا بن کے آگئے
لُو سے جھلس رہا تھا چمن زارِ دہر کا | آپ اس چمن میں ٹھنڈی ہوا بن کے آگئے
پھیلیں شعاعیں نورِ نبوت کی چارسو | ظلمت میں آنحضور ﷺ ضیا بن کے آگئے
پیغامِ انقلاب تھی بعثت حضور ﷺ کی | آپ ﷺ ایک دورِ نو کی صدا بن کے آگئے

(ضیا محمد ضیا)

کعبۂ جاں، قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے | خواجہ کونین، شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے
ہر قدم اک مشرق نور و ضیا کا سامنا | ہر نفس امکان معراج نظر پیدا ہوئے
عارف ارض و سما، میر بساطِ کائنات | خیر سے خیرالامم، خیرالبشر پیدا ہوئے
جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا | اک نظر میں سینکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

اب نہ اُتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول   لے کے قرآں آخری پیغامبر پیدا ہوئے
(احسان دانش)

رُخِ حیات کے جلوے نکھارنے کے لیے   عروسِ دہر کے گیسو سنوارنے کے لیے
حقیر و عاجز و پامال نوعِ انساں کو   وقار حد بشر تک اُبھارنے کے لیے
خدا نے ہادیٔ کامل ﷺ کو دہر میں بھیجا   رہِ نجات پہ انساں کو ڈالنے کے لیے
(بشیر احمد تمنا)

شبِ ظلمت کے ہنگاموں میں گم تھی نسلِ انسانی   یکایک طاق کعبہ پر چراغ ہاشمی آیا
تبسم کی ادا سیکھی تھی کب گلہائے ہستی نے   جب اک انسانِ کامل لے کے ہونٹوں پر ہنسی آیا
پڑی سوتی رہیں دنیا کی قومیں خوابِ غفلت میں   وہ جب آیا تو انساں کو شعورِ زندگی آیا
(شفیق جونپوری)

دنیائے نعت گوئی میں جب بھی ولادت باسعادت کا ذکر ہوا ہے، ساتھ ہی درود وسلام بھی شعری شگفتگی، فکری تازگی، قلبی زندگی اور روحانی بالیدگی کا سبب بنتا رہا ہے۔ محبت، تعلق، اُنسیت کا یہ سلسلہ پیہم رواں دواں ہے کہ اوقاتِ عالم کا ایک ثانیہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کہ کوئی نہ کوئی مسلمان، کہیں نہ کہیں نہ پڑھ رہا ہو اور اپنے آقا اور محسن حضرت محمد ﷺ کے حضور میں درود وسلام نذر نہ کر رہا ہو۔

ربّ دوجہاں کی ذات بلند و برتر ہے اور اس کی حمد وثنا پیہم رواں اور ہر دم جواں ہے۔ اس کی مشیت تھی کہ اس کے حبیب ﷺ کی ذات کی عظمت کو بھی دوام مل جائے۔ چناں چہ اس نے ذکرِ حبیب ﷺ کو رفعت عطا کر دی ایسی رفعت جس میں پوری کائنات سمٹی ہوئی ہے جس کے محیط میں گنبد آبگینہ رنگ بھی حباب آسا ہے جو ہر حد سے بڑھ کر اور ہر جہت سے بالاتر ہے۔ اس ذکر کو ہر نوع سے رفیع الشان رکھنے کا اہتمام یوں کیا گیا کہ خود وہ ذات جو ہر ثنا کی، ہر اعتبار سے مستحق ہے وہ بھی صلوٰۃ و سلام کے ذریعے حضور ﷺ کی سعادات و برکات میں اضافہ کرتی رہے۔ شب و روز فرشتے اس مقامِ ناز پُر انوار کے طبق لے کر اُترتے رہیں جسے گنبد خضریٰ کہتے ہیں اور بندے اپنے ظرف کے مطابق سلام بھیجتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور عطا کے مطابق رحمت وعطوفت کے آرزومند رہیں یہ آرزومندی اللہ کے حکم کی تعمیل بھی ہے، اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی اور اس نوع سے دعا بھی کہ اس خزانۂ رحمت پر جتنی زیادہ رحمت نازل ہوگی عالمین اتنی ہی زیادہ تقسیم ہوگی کہ وہ ذاتِ پاک ﷺ

الطافِ حق کی قاسم ہے اور ہم ہر اعتبار سے محتاج لطف وکرم:

میں خاکِ محض، میں انبارِ گل میں مشت غبار   تری نگاہ جو پڑ جائے کیمیا ہوں میں
درود ہوں تری رحمت مآب کملی پر   ردائے یاس میں لپٹی ہوئی قبا ہوں میں
تو رحمتوں کا تجمل، تو شفقتوں کا جمال   یہ میری سوچ کا محور نہیں کہ کیا ہوں میں

درود وسلام ہمارے لیے وجہِ رحمت ہے۔ زندگی کی ظلمتوں میں نور اور تمازتِ محشر میں عرش کا سایہ ہے یہ قرب کا ایک دلآویز ذریعہ ہے۔ ایک پاکیزہ محرک ہے کہ یاد کا جواب یاد سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی فرشتوں کی جانب سے بھی اور خود ممدوحِ عظیم وجلیل کی طرف سے بھی، یاد کے تسلسل ہی سے تعلق کی بنیاد استوار رہتی ہے۔ یہی وہ تذکرہ ہے جس سے اعمال کا حسن نکھرتا لحد عنبریں رہتی اور مغفرت کے ایوان کھل جاتے ہیں۔ قبولیت دعا کے لیے درود اُچک لے جانے والی بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ یہ دعاؤں کا محافظ، رضائے الٰہی کا حاصل اور سعادتوں کا سرچشمہ ہے۔ سلام نعت گوئی کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی اور نعت ثنا وتعظیم اور رحمت وعطوفت کو غم جاں، غم جاناں اور غم دوراں سے ہم آہنگ کر کے اس انداز سے پیش کرتی ہے کہ اس کی لَے، کہیں ذات میں گم ہو جاتی ہے، کہیں صفات سے انوار سمیٹتی ہے، گاہے اشکوں کو صورت وصدا بناتی ہے اور کبھی روح کی لرزشوں کو نغمگی عطا کرتی ہے، کہیں دل کی بے چینیوں کا اظہار ہو جاتی ہے اور کہیں زیادہ زمانے کی کلفتوں کا تذکرہ۔ گویا نعت ذاتی ہوتے ہوئے بھی کائناتی وسعتوں کی آئینہ دار ہے یہ اُمت کی ایک ایسی فریاد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے حضور میں پیش کی جاتی ہے جو فی الواقع ثنا وتعظیم کے قابل ہے جس کی رحمت بے کراں ہے اور جس کی عطوفت ضرب المثل:

اب بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں ہے
کل بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں تھا

درود وسلام حکم خداوندی کی تعمیل کا ایک شرعی انداز بھی ہے اور شعرا کی زبان وقلم کا ایک غنائی اظہار بھی، اردو زبان اس اعتبار سے معتبر ہے کہ سلام کے جس قدر نذرانے اس میں ہیں کسی اور زبان کے شعری ادب میں نہیں ہیں اور صلوٰۃ وسلام کی اس نغماتی کہکشاں کے رنگ روپ میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ ثنائے رسول ﷺ ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ، فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر ایک ہی بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔ ظرف کے مطابق عطا اور طلب میں فرق ہوسکتا ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے بارے میں صلوٰۃ وسلام کے انداز کو

پیہم اپنانا پھر فرشتوں اور بندوں کو بھی اس ثنا و تعظیم میں شریک کر لینا ثبوت ہے اس بات کا کہ درود و سلام ہی وہ شرف اور نعمت ہے جس پر عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کا اجماع ہے ورنہ کہاں عرش، کہاں فرش، کہاں خاک، کہاں عالم پاک، اگر کوئی نسبت ہے تو وہ درود ہی کی بنا پر مؤقر اور معتبر ہے:

ساز دل سے نغمہ کی صورت اُٹھی موج درود
عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر

صلوٰۃ و سلام دراصل تحسین ہے مصورِ حقیقی کے سب سے بڑے شاہ کار کی۔ مصورِ حقیقی کی آرزو ہے کہ اس کے نقشِ بہترین کی بہترین تعریف ہو، تعریف کرنے والا اگر صاحبِ نظر ہے تو اس کی قدر شناسی مصور کے نزدیک لعل و جواہر سے بھی گراں سمجھی جائے گی۔ تحسینِ نظر ظرف اور توفیق کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے۔ بعض صرف زبان سے اعتراف کرتے ہیں، بعض تصویر کو دیکھ کر وجد میں آجاتے ہیں، بعض مصور کی عظمتوں کے حضور میں جھک جھک جاتے ہیں اور بعض کا شوقِ دیدار، آنسوؤں میں ڈوب جاتا ہے۔ آنسوؤں کی زبان سے ادا ہونے والی ستائش خود مصور کے دل میں سر خوشی بن کر سما جاتی ہے۔ تصویر دیکھتے دیکھتے اگر مصور بھی مل جائے تو یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ حضور ﷺ نقاشِ ازل کا بہترین نقش ہیں کہ جو دیکھنے والا اُن کے حسن کی کماحقہ کی تحسین کرتا ہے۔ وہ دراصل مصورِ حقیقی کے جذبۂ رحمت اور لطفِ بے نہایت کو جوش میں لاتا ہے۔ یوں فطرت کی نوازشاتِ بے پایاں اس کا احاطہ کر لیتی ہیں۔

اس رحیم و کریم ذات کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں دعا کے آداب بھی سکھائے اور طلب کے انداز بھی بتائے اور ہم پر واضح کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حضور میں ستائش کے نذرانے پیش کرو یہی منعم کے انعام کی تحسین ہے۔ یہی فن کی داد ہے اور اسی داد کا دوسرا نام صلوٰۃ و سلام ہے۔ گویا سلام بحضور سرورِ کونین ﷺ، رضائے الٰہی کے حصول کا ایک معتبر، مستند اور مبرور ذریعہ ہے اور رضا ہر جزا سے بڑھ کر ہوا کرتی ہے اور آخر میں آغا شورش کاشمیری کے الفاظ میں:

سلام پہنچے آمنہ کے اس لال ﷺ کو جس نے ہمیں اپنی رحمۃ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشور کشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا۔ جس پر قرآن کریم جیسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستانِ کونین کے پھولوں نے ہنسنا سکھایا۔ جو اٹھا تو پہاڑوں نے

سربلندی پائی۔ جس کے خرامِ ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی کیا.. جو نور میں سب سے پہلے اور ظہور میں سب سے آخر تھا۔ جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا۔ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا۔ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹا ڈالی۔ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا اور تقویٰ، دیانت اور فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا۔

سلام پہنچے اس محسنِ کائنات ﷺ پر جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے۔ جس کا عشق ہمارا قبلۂ مراد اور کعبۂ ذوق ہے۔ جو تمام نبیوں میں آخری نبی ہے۔ جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انھیں نقشِ آب کی طرح محو کر دیا۔ جو بظاہر گنبدِ خضریٰ میں سو رہا ہے لیکن جس کی چشمِ نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے۔ ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضور ﷺ کی ثنا کر سکیں۔ یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔

☆

اصغر حسین نظیر لدھیانوی

اردو نعت میں بیانِ سیرت

سیرت محمدی ﷺ کے محاسن لامحدود ہیں ۔اگر ہم حضور ﷺ کی سیرت کے محاسن عمر بھر بھی بیان کرتے رہیں تو وہ ختم نہیں ہوں گے حضور ﷺ محسن انسانیت ہیں ۔حضور ﷺ نے اپنی تعلیم اور عمل سے دنیا کی کایا پلٹ دی ۔بے نواؤں کو حکمران، جاہلوں کو عالم ،گمراہوں کو رہ نما، بدوں کو نیک اور ظالموں کو رحیم وکریم بنا دیا۔آپ ﷺ نے یہ حیرت ناک انقلاب تیغ وتبر یا جبر و استبداد سے نہیں ،صرف اخلاق اور نرمی ورافت کے ذریعے برپا کیا ۔آپ ﷺ کی تعلیم کا نکتۂ اول توحید ہے ۔آپ ﷺ کے ذرائع تعلیم رحمت ورافت ، رشد و ہدایت ، نیکی و راست بازی ،صدق وصفا ،محبت واخوت ،اتحاد و یکجہتی ،فقر وسادگی ،عدل ومساوات ،عجز و نیاز ،امانت و دیانت ، زہد وتقوی ،سخاوت وقناعت ،صبر و رضا ،تعلیم وتعلم ،علم وحکمت اور حسن عمل تھے انہیں ہتھیاروں سے حضور ﷺ نے دنیا میں یہ انقلاب عظیم پیدا کیا ۔یہی حضور ﷺ کی سیرت پاک کے نکات ہیں جنہیں صدیوں سے سیرت نگار بیان کر رہے ہیں ....اور صدیوں بیان کرتے رہیں گے شعراء نے شاعرانہ انداز سے اپنی نعتوں میں ان نکات پر روشنی ڈالی ہے جس کی تفصیل میں ذیل میں بیان کروں گا۔

حضور ﷺ سے پہلے:

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے جو دنیا کی حالت تھی (خصوصاً اہل عرب کی) اس پر خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی عام مسدس میں بخوبی روشنی ڈالی ہے ۔حضور ﷺ کی آمد سے پہلے جو دنیا کی حالت تھی ،اسے ہمارے دو شاعروں جناب خالد بزمی اور جناب پروفیسر طفیل دارا کی ایک نعت میں بالاختصار بیان کیا گیا ہے بزمی صاحب اپنی نعت میں فرماتے ہیں: ؎

جدھر دیکھو ادھر بے چارگی تھی آپؐ سے پہلے
بہت مجبور ہر سو زندگی تھی آپؐ سے پہلے
بظاہر پھول کھلتے تھے مگر خوشبو سے عاری تھے

گلستاں میں کہاں یہ تازگی تھی آپؐ سے پہلے
جدھر دیکھو اُدھر جہل و جنوں کی حکمرانی تھی
بہت خوار و زبوں فرزانگی تھی آپؐ سے پہلے
جہاں اب ہر طرف علم و دانائی کے چرچے ہیں
وہاں چاروں طرف دیوانگی تھی آپؐ سے پہلے
خدا کو چھوڑ کر پتھر کے بُت معبودِ انساں تھے
ذرا سوچو تو کیسی بندگی تھی آپؐ سے پہلے
جُوا، بادہ کشی ،غارت گری ظلم اور بے رحمی
ہر ایسی معصیت اک دل لگی تھی آپؐ سے پہلے
حقیقی بیٹیوں کو باپ زندہ گاڑ دیتے تھے
یہ غیرت بھی عجب بے ہودگی تھی آپؐ سے پہلے
اب اور اس سے زیادہ شرم کی کیا بات ہو بزمیؔ
بشر کی زندگی شرمندگی تھی آپؐ سے پہلے

پھر دوسری نعت میں کہتے ہیں:

سچ اور جھوٹ میں کہاں پہلے تھا امتیاز
برحق جو بات بھی ہے ،وہ برحق ہے آپؐ سے
بزمیؔ ،جہاں میں نیکیوں کا مصدر آپؐ ہیں
جو بھی حسیں عمل ہے، وہ مشتق ہے آپؐ سے

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کے حالات جناب پروفیسر طفیل دارا نے اپنی ایک نعت میں یوں بیان کیے ہیں: ؎

زمانہ خود سے نامہرباں تھا آپؐ سے پہلے
نظامِ زندگی وقفِ زیاں تھا آپؐ سے پہلے
خدا تھا منقسم اپنی ہی مخلوقات کے اندر

یہ درِشرک تھا ،عہد تباں تھا آپؐ سے پہلے
گھروں میں سانپ بستے تھے،گلی میں زہر بہتا تھا
مقامِ عافیت کوئی کہاں تھا آپؐ سے پہلے
یہاں ہیروں کو پتھر پیس دیتے تھے گھڑی بھر میں
سرِمظلوم ہی نوک سناں تھا آپؐ سے پہلے
زمانے میں حکومت تھی فریب وظلم و طاقت کی
مزاجِ عدل دنیا سے نہاں تھا آپؐ سے پہلے
چمن کیسے بتاتا پھُول کیا ہے بوُئے گلُ کیا ہے
مسلسل ایک ہی رنگِ خزاں تھا آپؐ سے پہلے
وہ ادراکِ بشر کو کس طرح تسلیم کر لیتا
جو اپنی ذات سے بدگماں تھا آپؐ سے پہلے
یہ انسانوں کی بستی تھی کہ جنگل تھا درندوں کا
رَوا پرظلم تھا زیرِآسماں تھا آپؐ سے پہلے
نہ منزل کا پتہ تھا اور نہ ہی رستے کی خبر کوئی
بشر گو کارواں در کارواں تھا آپؐ سے پہلے

صبحِ سعادت

اس بدترین دور میں حضور رسالتمآب ﷺ کی ولادت ہوئی ۔حضور ﷺ نے کیا کیا ،یہ حقیقت جناب نثار احمد محشر رسول نگری کی زبانی سنیئے ۔انہوں نے یہ تاریخی حقیقت ایک ہی نعت میں، ایک ہی سانس میں بیان کردی ہے:۔

اس نے چھیڑی تھی حدیثِ عشق تنہا ہی مگر
رفتہ رفتہ اک زمانہ ہم زباں بنتا گیا
راہرو ملتے گئے ہر گام پر پیہم اُسے
اس کی شخصیت کے گرد اک کارواں بنتا گیا

خُلق تھا ، اُس قافلہ سالار کا ، خُلقِ عظیم
جو ملا جس موڑ پر وہ ہم عناں بنتا گیا
کرگیاذوقِ یقیں سے طے وہ اک اک مرحلہ
جو چلا اس کے جلو میں راہ داں بنتا گیا
لے لیا آغوش میں طوفان کو ہر موج نے
ایک دریا تھا کہ بحر بیکراں بنتا گیا
کُفر کے سب قصر و ایماں بہہ گئے خس کی طرح
جوششِ پنہاں سے وہ سیلِ رواں بنتا گیا
اہلِ باطل اپنے خرمن کو بچاتے ہی رہے
اک شرارہ تھا کہ برقِ بے اماں بنتا گیا
اس نے دنیا کو دیا انسانیت کا وہ پیام
جس کا اک اک حرف حق کا ترجماں بنتا گیا
عالمِ نو، دَورِنو، آئینِ نو، انسانِ نو
اس نے جو بھی نقشہ کھینچا جاوداں بنتا گیا
بچ سکا اس کے نہ تیرِ دلبری سے کوئی صَید
ہر کوئی محکوم بے تیر و سناں بنتا گیا
اس کی عِفّت نے لیا تقدیسِ حق سے بھی خراج
اس کا دامن سجدہ گاہِ قدسیاں بنتا گیا
اہلِ دیں نے روند ڈالے قیصر وکسریٰ کے تاج
ہر غلام اس شاہؐ کا صاحبِ قرآں بنتا گیا
رزمگہ میں اہلِ ایماں کا گلوئے خشک بھی
ازپئے تیغِ رضا سنگ نساں بنتا گیا
ڈھل کے اخلاقِ الٰہی میں مسلماں سر بسر

رحمتِ باری کا وخود ہی ارمغاں بنتا گیا
اس کے فیضِ تربیّت نے آئینوں کو دی جلا
ہر دلِ تاریک مہرِ ضوفشاں بنتا گیا
اس نے اُونچا کر دیا یوں آدمیّت کا مقام
جذبیّت سے آدمی عرش آستاں بنتا گیا
توڑ ڈالا اس نے رنگ ونسل کا ایک بُت
عالمِ انسانیت اک خانداں بنتا گیا
اک عمارت عدل کی بنیاد پر اُٹھتی گئی
ایک آئیں بر تر از وہم گماں بنتا گیا
آندھیوں کے رُخ پہ بھی جلتی گئی شمعِ حیات
بجلیوں کی زد پہ بھی اک آشیاں بنتا گیا
ہے دُکھی انسانیت کو اس کی حاجت آج بھی
انقلاب انگیز ہے اس کی رسالت آج بھی

جناب حفیظ تائبؔ کی پوری نعت میں حضورﷺ کی سیرت طیبہ کا حوالہ ہے۔فرماتے ہیں:۔

اے سرورِ دیں نوُر ہے یکسر ترِی سیرت
اقدار کو کرتی ہے منور ترِی سیرت
یا خیر کا معمورہ ٔ پُر نور و منوّر
یا حسنُ کا موّاج ِ سمندر ترِی سیرت
زیبائیِ افکار کا مصدر ترِ ے انوار
رعنائی کردار کا جوہر ترِی سیرت
رنگیں چمنستانِ حیات اس کی ضیا سے
نوریں صفت ِ چشمہ ٔ خاور ترِی سیرت
ہر بندہ ٔ نادار کی قوّت ترِی ر حمت

پر رہر و ِ درماہ کی رہبر ترِی سیرت
آتی ہے نظر پیکرِ جاں میں ترِی تنویر
ہر نقش کو کرتی ہے اُجاگر ترِی سیرت
ہر رہ میں مرا ہاتھ لئے ہاتھ میں اپنے
چلتی ہے مِرے ساتھ برابر ترِی سیرت
شعر اس کے نہ کیوں ہوں نظر افروز دل آویز
تائبؔ کے خیالوں کا ہے محور تری سیرت

انقلابِ عظیم

اس طرح حضور اکرمﷺ نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا جس پر مختلف نعت گو شعراء نے اپنی نعتوں میں مختلف انداز میں روشنی ڈالی ہے مولانا خواجہ الطاف حسین حالؔی پانی پتی ایک نعتیہ قصیدے میں فرماتے ہیں:۔

خاک تھی جس ملک کی ،مزرع ِ شرو فساد
تُو نے اس کو دیا ارضِ مقدّس بنا
تُو نے تو تحمّل کیا، قوم کا غلبہ تھا جب
جب ہوئی مغلوب قوم، تُو نے ترحّم کیا
تُو نے کیا سّرِ حق عارف و عامی پہ فاش
ایک کو سمجھا دیا، ایک کو دکھلا دیا
بُجھ گئے آتش کدے، بیٹھ گئے بُت کدے
ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان مرحوم ومغفور ایک نعت میں فرماتے ہیں:۔

خیلِ مَلک تھا اس کے جلو میں، یعنی قضا کا رخش تھا رو میں
جس سے جہاں ہو درہم و برہم ﷺ
جیت گئے اسلام کے غازی ،ہر گئی کُفر کی بازی

جھک نہ سکا توحید کا پرچم ﷺ

پھر ایک اور نعت میں فرماتے ہیں:۔

کیا ہی وہ انقلاب تھا ،ڈھل گئے جس میں ایک ساتھ
لز بن و پیرس ودمشق ،پیکن و دہلی و ہرات
ازسرِ نو کیا گیا دودۂ آدم ارجمند!
اٹھ گئی قیدِ خون و رنگ ،مٹ گیا فرقِ نسل وذات

مولانا ظفر علی خان نے ایک اور نعت میں اس انقلاب کا حوالہ دیا ہے،فرمایا:۔

دیکھ کے تجھ کو گر پڑے لات و ہبل سر کے بل
آتے ہی تیرے سرد ،ہوگئی نارِ جحیم
ہوگئے صحرا نشیں ،صاحب دیہیم و تاج
عامی و جاہل بنے تیری بدولت حکیم
تُو نے پلایا انہیں جامِ شراب ِ طہُور
جن کے مقدر میں تھی سوزش ِآشوب جحیم

علامہ اقبال نے اس انقلاب کی نشاندہی یوں کی ہے:۔

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب
شوکت ِ سنجرو سلیم ،تیرے جلال کی نمودُ
فقرِ جنیدؒ و بازیدؒ تیرا جمال ِ بے نقاب

انڈین شیکسپیئر آغا محمد شاہ حشرؔ کاشمیری نے انقلاب عالم کا یوں خیر مقدم کیا:۔

اک سکوت ِیاس تھا دنیائے ظلمت کار میں
سو رہی تھی صبح آغوشِ شب پندار میں
تُو نے آکر شب پرستان ِچمن کے واسطے
کی سحر پیدا گلستانِ خزاں آثار میں

بہ گیا سوئے فنا خود اپنی طغیانی میں کفرُ
آگیا سیلاب موجِ رشتۂ زنار میں
پَر توِ رخ سے ترے اے نوبہارِ کائنات
شمعِ گُل روشن ہے ہر ویراں سرائے خار میں

جناب جوشؔ ملیح آبادی نے اپنی نعتوں میں اس انقلاب کا خیر مقدم والہانہ انداز میں کیا ہے:

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہ ِقیصری
بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر ،رشک خضر بنا دیا
راہ زنوں کو دی ندا ، بن گئے شمعِ رہبری

پھر ایک اور نعتیہ مسدس میں کہتے ہیں:۔

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی وہ رسولؐ
گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسولؐ
جس کی اک اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسولؐ
جس نے قلب تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کر دیا
واہ کیا کہنا ترا اے آخری پیغامبر
حشر تک طلع رہے گی تیرے تیرے جلووں کی سحر
تُو نے ثابت کر دیا اے ہادیٔ نوعِ بشر
???یوُں مہریں لگاتے ہیں جبینِ وقت پر
کروٹیں دنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں تیرے چراغوں کو بُجھا سکتی نہیں

پھر فرماتے ہیں:۔

اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے مہتاب
اے کہ ترا نشان ِ پا،نازشِ مہرِ خاوری
تیرے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
تیرے حضورؐ سجدہ ریز چین وعرب کی خودسری

نیازکیش نظیرلودھیانوی نے حضورﷺ کے لائے ہوئے انقلاب کا خیرمقدم یوں کیا:۔

تُو اڑاتا ہوا توحید کا پرچم آیا
تیری تعظیم کو سجدے میں گرے لات و ہبل
تکبیر کے اک آوازے نے چونکا دیا ساری دنیا کو
اور مٹ گئے دونوں قیصر و جم اسلام کی دو یلغاروں میں
اسلام کو لشکر روند گیا ،کہسار نما ایوانوں کو
توحید کا پرچم جا پہنچا افلاک نے انجم زاروں میں

جناب عبدالعزیز خالدؔ کہتے ہیں:۔

بادشاہانِ وقت اس کے مرُید
کج کلاہان دَہر اس کے غلام
زمانے بھرمیں اس کا سکہ ٔ رائج
بظاہر دیکھنے میں بے وسائل

عابدؔ نظامی نے کہا:۔

آئیں حصار ِدین محمدؐ میں ایک بار
رستہ جو دیکھتے ہیں کسی انقلاب کا

نشرِتوحید

حضورﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا اولین نکتہ نشرِ توحید ہے۔حضورﷺ نے نعرۂ توحید اس وقت بلند کیا جب خانہ کعبہ میں جو خدائے واحد کے لئے تعمیر ہوا تھا ۳۶۰ بُت نصب تھے ملک حجاز کے ہر گھر

میں ایک بُت موجود تھا جس کی پوجا صبح وشام ہوتی تھی ایسے شہر میں جو بُت پرستوں کا گڑھ ہو،نعرۂ توحید بلند کرنا آسان بات نہ تھی۔حضورﷺ نے اس راہ میں بہت سے مصائب جھیلے اور مسلسل تیرہ برس تک توحید کی اشاعت کی اور کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔شاعروں نے اپنی نعتوں میں آپﷺ کی سیرتِ پاک کے اس نکتے پر بھی روشنی ڈالی ہے محسن کاکوروی اپنے نعتیہ قصیدے میں کہتے ہیں:۔

مہرِ توحید کی ضو ،اوج شرف کا مہِ نو
شمعِ ایجاد کی لوَ،بزم ِ رسالت کا کنول

خواجہ حالیؔ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں :۔

بجُھ گئے آتش کدے ،بیٹھ گئے بُت کدے
ہوگئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

اکبرالہٰ آبادی نے ایک نعتیہ نظم میں کہا:۔

ہوئی توحید بالا جڑ کٹی عنصر پرستی کی
پڑی بنیاد اسی ارشاد سے علمی ترقی کی

اور پھر:۔

غلط سمجھا گیا دعوی بتوں کی فاعلیت کا
یقیں پیدا حکم خداکی کاملیت کا
بڑھا نورِ بصر گزرا زمانہ جاہلیت کا
بجا ڈنکا زمانے میں بشر کی قابلیت کا
اشارہ عقل کی جانب کلام حق میں واضح ہے
یہی قرآں درِ گنجینۂ قدرت کا فاتح ہے

مولانا علی خان مرحوم نے نعرہ لگایا:۔

جو فلسفیوں سے کُھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہُوا
وہ راز اک کملی والےؐ نے بتلادیا چند اشاروں میں

پھر شرک کی شکست اور توحید کی فتح کی خیرمقدم یوں کیا:۔

دیکھتے ہی ترا جلال کفر کی صفت الٹ گئی
جھک گئی گردنِ ہبل، ٹوٹ گیا طلسم لات
آنکھ کے اک اشارے سے تُو نے معاً بدل دیئے
ذہن کے سب تصورات، قلب کے سب تاثرات

اس ضمن میں آغا حشؔر کاشمیری کہتے ہیں:۔

رُوح نے خالق سے کی تجدیدِ پیمانِ الست
نغمۂ ماضی ہُوا پیدا شکستہ تار سے
دل کی کھیتی لہلہا اُٹھی ترِی تکبیر سے
تھا نہاں طوفانِ شادابی لبِ گفتار ہیں

جناب سیماب اکبرآبادی یوں نغمہ سرا ہیں:۔

پیغمبر توحید سدا پردۂ وحدت
خود قبلہ و خود قبلہ نما احمدؐ مختار
خود کاشفِ اسرار، خود اسرار حقیقت
خود عقدہ و خود عقدہ کشا احمدؐ مختار
وابستہ بہ مخلوق، نظر بستہ بہ خالق
اک بام پہ موجِ دوہوا احمدؐ مختار

لطیف انور مرحوم کہتا ہے:۔

رُخصت ہوا بتوں کا بھرم تم جب آگئے
توحید کی دلیل مجسم تمہیں تو ہو

جناب علیم ناصری فرماتے ہیں:۔

نورِ توحید ہوا دودۂ ہاشم سے عیاں
اُفق مکہ سے پیدا ہوئی پھر صبحِ ازل
ریگزاروں کو کیا زمزمۂ حق نے سیراب

گونج اٹھا نغمۂ توحید سے ہر دشت وجبل

اس باب میں حضرت جوشؔ ملیح آبادی کی بھی سنیئے۔فرماتے ہیں:۔

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک وخودی سے گرمیاں
ڈال دی تو نے پیکرِ لات وہبل میں تھرتھری

پھر ایک نعتیہ نظم میں فرمایا:۔

گرد بیٹھی کفر کی اُٹھی رسالت کی نگاہ
گرگئے طاقتوں سے بت، خم ہوگئی پشتِ گناہ
چرغ سے آنے لگی پیہم صدائے لا الہٰ
ناز سے کج ہوگئی آدم کے ماتھے پر کلاہ
آتے ہی ساقی کے ساغر آگیا، خم آگیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پہ تبسم آگیا

حفیظ تائب نے کہا:

نبیؐ نے ضربِ الا اللہ سے توڑے
جہالت کے صنم الحمدُ اللہ
تلیث وآزری کو مٹانے کے واسطے
دُنیا میں اک خدا کا پرستار آگیا

راجا رشید محمود کہتے ہیں:۔

تلخیص ہے خدا کی تشریحِ رسالت
سرکار کی سیرت نے بتایا ہے بہ تفصیل
ہوا حضورؐ سے واضح تصورِ وحدت
ہمارے دین کی اس سے سوا اساس نہیں

سرور بجنوری نے بتایا:۔

خداکے دین کی تبلیغ کر کے

انہوں نے کفر دُنیا سے مٹایا
سبق سب کو وحدانیت کا پڑھا کر
مقدر کا چمکا دیا ہے ستارہ

رحمت ورافت:

حضور رسالت مآب ﷺ کی سیرت کا تابندہ آفتاب حضور ﷺ کی رحمت للعالمینی ہے، جس سے دنیا دکا ہر ادنیٰ واعلیٰ، گورا و دکالا، دوست و دشمن حتیٰ کی جانور بھی مستفیض ہوئے۔شعراء نے جب حضور ﷺ کے بحر رحمت، دریائے کرم، لُطف وشفقت اور مہر مرّوت کی طغیانیاں اپنے اشعار میں دکھائی ہیں۔کافی نے فرمایا:

مظہر رحمت، مصدر رافت، مخزنِ شفقت عین عنایت
ہے کیا عالی شانِ محمد ﷺ

ممتاز گنگوہی فرماتے ہیں:

کوئی ہند میں ایسا ساہ نہ رہا مرِے ٹوٹے بنج کو جو دیوے بنا
ہے دیس مدینے میں سیٹھ مرا وہی بگڑوں کے کاج بناوت ہے

جناب احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

عاصیوں تھام لو دامن اُن کا
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ابرِ رحمت کے سلامی رہنا
پھلتے ہیں پودے لچکنے والے
آنکھ تو اٹھتی نہیں دیں کیا جواب
ہم پہ بے پرسِتش ہی رحمت کیجئے
آپؐ ہم سے بڑھ کر ہم پر مہرباں
ہم کریں جرم ُ ،آپؐ رحمت کیجئے
صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام

خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ ِ خندانِ عرب
جلو میں اجابت، خواصی میں رحمت
بڑھی کس تزک سے دعائے محمدؐ
ترا قدِ مبارک گلبن ِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترِے رب نے بنا درحمت کی ڈالی ہے

جناب حسن رضا بریلوی نے فرمایا:

باغ فردوس کھلا ،فرش بچھا ،عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے
کھیت سر سبز ہوئے ،پھول کھلے، میل دُھلے
اور پھر فضل کی گھنگور گھٹا چھائی ہے
تری رحمت کے سائل خاص تا عام
تیری رحمت کے طالب عام تا خاص
یہ کرم ہیں وہ سرور، کہ لکھا ہوُا در پر
جسے لینے ہیں دوعالم وہ امیدوار آئے
جو ہیبت سے رُکے مجرم تو رحمت نے کہا بڑھ کر
چلے آؤ، چلے آؤ یہ گھر رحمان کا گھر ہے
تری رحمت کے بُھوکے اہلِ دولت
ترِی رحمت کا پیاسا ابرِ رحمت تک

خواجہ الطاف حسین حالی نے فرمایا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بَرلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ،غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے در گزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیرو شکر کرنے والا
اُتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اکبرالہٰ آبادی نے کہا:۔

یہ مژدہ اہل عالم کو سُنا دو
بھری رحمت سے ہے خُوئے محمدؐ

مولانا ظفرعلی خان نے فرمایا:۔

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں ،افلاک کے گنبد گنبد پر
وحدت کی تجلّی کوندگئی آفاق کے سینا زاروں میں

راجا محمدؐعبداللہ نیاز نے کہا:۔

خدا نے آپؐ کو مامور کر کے دُنیا میں
جو رحمتیں تھیں ابھی خاص، ان کو عام کیا

ماہرالقادری نے کہا:۔

حُسن کی جان ایمانِ محبت ﷺ
سر تاپا َ رحمت ہی رحمت ﷺ

نیازکیش نظیرلودھیانوی نے عرض کیا:۔

تو روف اوررحیم اور کریم اور بشیر
رحمت ِ جاوید منّان و صمد کا مرُسل

خیر و بخشش کی خبر ،عفو و شفاعت کی نوید
کرم و لُطف ِ خدائے اَحد و عزّوجل

شاعرِ مزدوراحسان دانش کہتے ہیں:۔

ہوئیں بیوائیں شاداں بے امانوں نے اماں پائی
سکوں دل کو ملا ،جاں نے نشاط جاوداں پائی
یتیموں کا معاون دستگیر بے کساں آیا
امینوں کا امیں راحت نوازِ دو جہاں آیا
ہر زخم آرزو کی دَوا ہے تمہارے ہاتھ
ہر دردِ زندگی کا مداوا تمہیں سے ہے

بیدم وارثی کہتے ہیں:۔

آڑے آئی ہے ترَ ی ذات ہر اک دُکھیا کے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے

عبدالعزیز خالدؔ نے کہا:۔

جس کی ذات امتحانِ راحتِ کُل
جس کی ہستی نویدِ بخشش عام
کرۂ ارض کے مکینوں پر
پاک پروردگار کا انعام

احمد ندیم قاسمی نے کہا:۔

پتّھروں میں لہو دوڑ گیا
اس قدر عام تھی رحمت ان کی
فیضِ بحرِ بیکراں تیرا وجود
ذات تیری رحمت لِلّعالمین

حفیظ تائب کہتے ہیں:۔

سر بہ مہر و مروّت ،سر بہ سر صدق و صفا
سر بہ سر لُطف و عنایت، سر بہ سر خیر البشرؐ
آدمی کے اوّلیں دَرد آشنا شاہِ ہدا
آگہی کے آخریں پیغامبر خیر البشرؐ
ہر بندۂ نادار کی قوت تری رحمت
ہر رہبر و دِرماندہ کی رہبر تری سیرت
حضورؐ ساری خدائی کے واسطے رحمت
حضورؐ سارے زمانے کے غمگسار و انیس
بے کسوں پر کُھلے ، بابِ لطف و کرم
لعل و گوہر لٹانے حضورؐ آگئے

عابد نظامی نے ایک پُوری نعت میں رحمت کو سراہا ہے:ـ

خُلق رحمت، دل و نظر رحمت
میرے آقاؐ ہیں سر رحمت
کرم آثار ہیں دَر و دیوار
میرے سرکار کا نگر رحمت
جس نے پایا یہیں سے پایا ہے
ہے رسولؐ خدا کا در رحمت
دل نہ غافل اگر دُرود سے ہو
دوپہر ،شام ،شب ،سحر رحمت

راجا رشید محمود کہتے ہیں:ـ

آپؐ کے لطف و عطا سے ہوں دو عالم مستفید
آپؐ کا ابرِکرم چھایا ہُوا چار سُو
بند ہو رنج و غم کا ہر رَوزن

وہؐ جو کھولیں کرم کا دروازہ
قاسم اس کے آپ ہیں، معطی ہے خلاقِ جہاں
کھا رہے ہیں ہم سبھی نعمت رسولؐ اللہ کی
خود رحمتِ حضورؐ کو ہے میری جُستجو
منزل ہے آپؐ گردِ سفر کی تلاش میں
رحمتِ سرورِ کونینؐ کی ارزانی ہے
سر پہ سایہ کئے رہتی ہے گھٹاؤں جیسا

سرور بجنوری نے کہا:

انہوں نے غریبوں کی بگڑی بنائی
انہوں نے یتیموں کی عزت بڑھائی

خُلقِ عظیم:

حُضور رسالت مآب ﷺ کے خُلق کو "قرآن مجید" کہا ہے وہ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں دنیا میں مکارمِ اخلاق کے قیام کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ کی سیرت میں خُلق کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے شعراء نے اپنی نعتوں میں حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ پر بھی زورِ قلم صرف کیا ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالؔی کہتے ہیں:ـ

لبِ شیریں کلام سے اس کے
دوست بھی شاد، غیر بھی مسرور

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:ـ

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، ترے خُلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہاؐ ترے خالقِ حُسن وادا کی قسم

پھر فرمایا:ـ

خُلق تمہاری جمیل ،خُلق تمہارا جلیل
خَلق تمہاری گدا، تم پہ کروڑوں دُرود

محشر رسول نگری کہتے ہیں: ؎

وہی کامل اکمل و افضل ہے
وہی صاحبِ خُلق عظیم ہے جی

عبدالعزیز خالد نے کہا: ؎

ختم جس پر مکارمِ اخلاق
جس کی تقویم بہترین قوام
نکلا کبھی زباں سے غرورُ کا
گو صاحبِ قضیب و براق ولوا ہے تو

احسان دانش نے کہا: ؎

لب ایسے جن پہ جھوٹی بات کوئی آ نہیں سکتی
دُعا گر کوئی فرما دیں تو خالی جا نہیں سکتی

علیم ناصری کہتے ہیں: ؎

قولِ فیصل ہے یہی، خُلق ہے تیرا قرآں
تیری سنّت ہے شب تارِ جہاں میں مشعل

نظیر لودھیانوی نے کہا: ؎

دشمن بھی معترف ترے خلق عظیم کا
اعدا بھی ترے عتبۂ دولت سے فیض یاب

پھر کہا: ؎

محفلِ عارفاں میں ضربِ مثل ہو کے رہے
خُلق تیرا ، ترِی دانش وری ہتقویٰ تیرا

راسخ عرفان نے کہا: ؎

دشمن بھی ہے نوازشِ پیہم کا معترف
صد مرحبا اے جذبۂ ایثارِ مصطفےؐ

حفیظ تائب نے کہا: ؎

یاد ہے بات مجھے حضرت صدیقہؓ کی
آپؐ کا خُلق بھی قرآن ہے سُبحان اللہ
گفتار شیریں، افکار زرّیں، کردار نوریں
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
نبیؐ نے ضربتِ خُلقِ عظیم سے توڑے
کدروتوں کے طلسمات، رنگتوں کے قیُود
خلقِ عظیم و اُسوۂ کامل حضورؐ کا
آداب زیست سارے جہاں کو سکھا گیا
اعجاز یہ بھی ہے ترِے خلقِ عظیم کا
پَل بھر میں موم ہوگئے پتھر ترے حضور

عابد نظامی نے حضورﷺ کے خلقِ عظیم کو یوں سراہا ہے: ؎

وَاللہ کوئی خُلق میں اس کا نہیں ثانی
معمورۂ ہستی میں مثال اس کی ہے مفقوُد

پھر کہا: ؎

خَلق میں کوئی نہیں، خُلق میں کوئی نہیں
آپؐ کی کوئی مثال، آپؐ کی کوئی مثیل

ایک اور نعت میں کہا: ؎

وہ جس کے بہتریں اخلاق کے دشمن بھی قائل تھے
وہ صادق اور امیں ہے گنبد خضرا کے سائے میں

پھر کہا: ؎

گفتار تری وحیِ خداوندِ دوعالم
کردار کی یہ شان کہ صادق امیں ہے

پھر ایک اور نعت میں کہا:۔

تیرے کردار کو قرآں نے کہا خُلقِ عظیم
تیرے اعدا نے بھی تسلیم کیا تجھ کو امیں

راجا رشید محمود نے حضور رسالتمآب ﷺ کے خُلق کی توصیف میں کہا:۔

نبیؐ کے خُلق سے جو اکتساب کرتے رہے
وہ لوگ رسمِ و رہِ آشتی سے واقف ہَیں
دیں دعائیں مرے آقا نے جو آئے پتّھر
پھول بخشے انہیں، جن لوگوں سے کھائے پتّھر
پھر بھی اعدا کے لیے لب سے دُعا ہی نکلی
میرے سرکار نے طائف میں جو کھائے پتّھر
مروّت کا لیا ہے آپؐ سے درس اہلِ دنیا نے
سکھائی خُلق کی خلقت کو ابجد یا رسُولؐ اللہ

سرور بجنوری نے اپنی ایک نعت میں کہا:۔

گالیاں کھا کے بھی دشمن کو دعائیں دی ہَیں
اللہ اللہ ترِا کردار رسولِ عربیؐ

پھر کہا:۔

احباب ہی مدّاح نہیں تیری روش کے
غیروں کی نگاہوں میں بھی صادق امیں ہے
تلخیِ لہجۂ اعدا کا مداوا ٹھہری
تیری شیرینیِ گفتار رسولِ عربیؐ

عدل ومساوات

حضُور رسالت مآب ﷺ نے نوعِ انسانی کو عدل و مساوات سے روشناس کیا۔ رنگ ونسل، نام ونسب، آقا ومزدور کے امتیاز مٹا کر ایک عالم گیر برداری قائم کی، جس کی بنیاد اخوّت پر ہے۔ شعراء

نے حضورؐ کی سیرت کے اس پہلو پر خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں:۔

پَست و بلند کے لیے عام ہَیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ
غیر کو خویش کردیا نیش میں نوش بھر دیا
پَل میں جب درست کردیے بگڑے ہوئے تعلقات

جناب عبدالعزیز خالد نے فرمایا:۔

پھیلائی اس نے روشنی اطرافِ دہر میں
آزادیٔ خیال و مساوات و عدل کی
ظلم و ستم کی تیرہ و تاریک راہ میں
روشن کی اس نے مشعلِ تہذیب و آگہی
انسانیّت کے مصحف فکر و شعور میں
اس نے کیا اضافۂ بابِ برابری

پھر فرمایا:۔

جو انسانوں کو انساں کو زبردستی سے روکے
سکھائے حکمرانوں کو جو آدابِ حکومت
صدا کُونُو عِبَادَ اللہِ اِخوَاناً کی دے کر
بنی نوعِ بشر کو جو کرے تلقینِ وحدت
کوئی اس سا نہ ہو گا صاحبِ مجد و مکارم
مجسّم عدل و ایثار و مواخات و محبّت
وہی مومن ہے محنت سے جو کنیاتا نہیں ہے
ہے قائم کسبِ رزقِ پاک پر جس کی معیشت

احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں:۔

آج ہم فلسفہ کہتے ہیں جسے
وہ مساوات تھی عادت اُن کی
فتح مکہ مرے دعوے کی دلیل
عدل کی جان عدالت اُن کی

لطیف انور کہتے ہیں: ؎

چھوڑا نہ تم نے فخرِ نسب کے لیے مقام
دنیا کے حق میں رحمتِ پیہم تمہی تو ہو

نظر زیدی نے کہا: ؎

دیتے ہیں بلالؓ ِ حبشی اِس کی گواہی
اعزاز ترِے دَر سے غلاموں کو ملِا ہے

حفیظ تائِب کہتے ہیں: ؎

سب نے سنا اعلانِ رسالتؐ
تقوٰی ہے معیارِ فضیلت
یکساں ٹھہرے ابیض و اسود
اصفر و احمر ماشاء اللہ

پھر کہتے ہیں: ؎

وہ جس کی چشمِ کرم سب کے حال پر یکساں
فقیر ہو کہ شہنشہ، امیر ہو کہ غریب

عاؔبد کہتے ہیں: ؎

جن کا فرمان ہے کہ ہَیں ابیض و اسود یکساں
تم میں جو صاحب تقوٰی ہے وہی ہے اکرم

پھر کہتے ہیں: ؎

اک ترِی ذات ِ مقدّس کی بدولت ہی تو ہے

دَہر میں عظمتِ انسان، رسُولِ عربیؐ

راجا رشید محمود نے کہا: ؎

دُوری کی شاخ پرِ بھی اخوّت کے پھوُل ہیں
اُن کے طفیل اجنبی بھی آشنا لگا

پروفیسر جعفر بلوچ کہتے ہیں: ؎

انہی کے فیضانِ تربیت سے ہوئی ہے تہذیبِ آدمیّت
سکھائے انساں کو زندگی کے حسیں قرینے مرِے نبیؐ نے

خالد شفیق نے کہا: ؎

آپؐ کا نام انسانیت کا وقار
فخرِ کُل انبیاؑ یا نبیؐ آپ ہیں

نیاز کیش نظیر لودھیانوی نے عرض کیا: ؎

تیرے خنجر کی غذا قیصری و بولہبی
عدل و انصاف و اخوت ترِی تعلیم کا پھل

فقر و غنا

حضور سرورﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک نمایاں پہلو سادگی، فقر و توکل، میانہ روی، کفایت شعاری، اور فضول خرچی کی ممانعت ہے۔ شعراء نے اس باب میں بھی خوب طبع آزمائی کی ہے۔

امیؔر مینائی کہتے ہیں: ؎

دولتِ دنیا خاک برابر ہاتھ کے خالی دنیا کے تونگر
مالکِ کشور، تخت نہ افسر ﷺ
رہبر موسیٰؑ، ہادی عیسیٰؑ، تارکِ دنیا، مالک عقبیٰ
ہاتھ کا تکیہ، خاک کا بستر ﷺ

جناب حسن رضا بریلوی کہتے ہیں: ؎

اگر پیوند ملبوس پیمبرؐ کے نظر آتے

ترا اے حلۂ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

نعمتیں ہم کو کھلائیں اور آپ
جو کی روٹی پہ قناعت کرلی
فاقہ مستوں کو شکم سیر کیا
آپ فاقے پہ قناعت کرلی

خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ترا اور خاک بچھونا تیرا

لگائے ہیں پیوند کپڑوں میں اپنے
اُڑھائے فقیروں کو تم نے دوشالے

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں:ـ

شانِ خدائے پاک تھی یثربیوں کی سادگی
جس پہ نثار ہو گئے سب کو عجمی تکلفات

مولانا سیماب اکبرآبادی نے کہا:ـ

باطن میں امیر الامرا فخرِ سلاطین
ظاہر میں غریب الغربا احمدِ مختارؐ

نیاز کیش نظیر لودھیانوی نے عرض کیا:ـ

تو شہنشاہِ ردا پوش سرِ خاک نشست
رختِ اطلس تجھے درکار، نہ فرشِ مخمل
سادگی تیری ہے خلاقِ دو عالم کو پسند
زینتِ ذکر ہے قرآن میں تیرا کمبل

دیا لطفِ خاص اس کو فقیر نبیؐ نے
بڑھا مرتبہ کتنا نانِ جویں کا

ہے روشن مخزنِ فقر و غنا سے گوشۂ خلوت

ترا پروانہ کیوں لعل گہر سے روشنی مانگے

جناب عارف عبدالمتین کہتے ہیں:ـ

فقر کو رفعتِ مفہوم ترے گھر سے ملی
اپنے دروازے پہ شاہوں کو جھکایا تُو نے

پھر کہتے ہیں:ـ

بوذر کے حوالے سے غنا تُو نے عطا کی
ہم نے خالد درِ زر پر نہ کیا سر کو خمیدہ

عبدالعزیز خالدؔ کہتے ہیں:ـ

چھپر کھٹ تھے نہ غالیچے نہ پردے جس کے گھر میں
کبھی کی نرم بستر پر نہ جس نے استراحت

جناب حفیظ تائب کہتے ہیں:ـ

جو چٹائی پہ جھکائے ہوئے سر بیٹھا ہے
دین و دنیا کا وہ سلطان ہے سبحان اللہ
جو بنو سعد کے ریوڑ کا محافظ تھا کبھی
وہ دو عالم کا نگہبان ہے سبحان اللہ

عابدؔ نظامی کہتے ہیں:ـ

تیری ٹھوکر میں ہے تختِ خسروی
ہے ردائے ''فقر و فخری'' دوش پر

پھر کہتے ہیں:ـ

اپنے کپڑے آپ دھوئے، اپنے کپڑے خود سیے
میں نثار اس سادگی پر اے شہؐ دنیا و دیں

علم و دانش

حضور رسالت مآب ﷺ امی تھے مگر بحر العلوم تھے مدینۃ العلم تھے علم لدنی حاصل تھا۔ حکمت

و دانش کے جولولو سے آبدار انہوں نے اہل عالم پر برسائے اُن کی درخشانی اور تابانی سے اہلِ دانش کی آنکھیں آج تک خیرہ ہیں شعراء نے حضورﷺ کے درس علم وحکمت پر خوب خوب روشنی ڈالی ہے۔

مولانا خواجہ الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:۔

جواہر خانہ اس چشم کرم سے سینہ بنتا تھا
حقائق کا، خرد کا گنجینہ بنتا تھا
لطافت سے، صفا سے، نور سے آئینہ بنتا تھا
علو ِ فکر سے عرش بریں کا زینہ بنتا تھا
مرید اُن کے نہ تھے مشتاق دنیا کی تگ ودو کے
قدم افلاک پر پڑتے تھے اس ہادیؑ کے پیرو کے

مولانا ظفر علی خان نے فرمایا:۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایماں جسے لے آئیں دو کانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو قرآں کے سیپاروں میں

علامہ اقبال نے فرمایا:۔

سبق ملِا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالم ِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

حافظ لودھیانوی نے بھی ایسا ہی کہا تھا:۔

ایسا بلند کر دیا انسان کا مقام
چرغِ بریں بھی حلقۂ دامِ بشر میں ہے

نیاز کیش نظیر لودھیانوی نے عرض کیا:۔

تیری تعلیم کا سورج نکل آیا تو مٹے
جہل و کفر و ستم و جورو جفا کے بادل

علم و حکمت کا سبق تیری زباں سے پا کر
بن گئے سعد و خرومند جہاں کے اجہل
سخن معجزہ انداز کا ہر لفظ امٹ
دہن سامعہ افروز کی ہر بات اٹل
لوحِ محفوظ سے پایا ہے ترِے ذہن نے فیض
اہلِ تحقیق کو ہر قول ترا ضربِ مثل
ایک اُمی لقب کی صحبت میں
سُنیے عقلِ سلیم کی باتیں

مرتضی علی زیدی مرحوم نے کہا:۔

نیک و بد کی تمیز سکھلائی
راہِ حق آدمی کو دکھلائی

پھر کہا:۔

جس سے مٹ جائیں سب عناد و فساد
اس تمدن کی ڈال دی بنیاد

علیم ناصری نے فرمایا:۔

ساربانوں کو ملِا درس جہاں بانی کا
اُمیوں کا ملا تعلیم و تعلم کا عمل
مٹ گئے قیصر و فغفور کی سطوت کے نشاں
آگئے کلیہ نشینوں کے تصرف میں عمل
تیری توقیع سے جاری جو ہوئے ہیں فرماں
کس کی جرأت ہے کرے ان میں کوئی ردّوبدَل
تُو نے عرفانِ الہیٰ کے خزانے بانٹے
فوزِ عقبےٰ کے مہیا کیے اسباب وعلل

عبدالعزیز خالدؔ نے اس ضمن میں بہت سے اشعار کہے ہیں چند اشعار پیش کرتا ہوں: ۔

ایک اُمّی کہ ہے مدینۂ علم
صاحبِ رشد و حامل الہام
ایک معیارِ علم و فن جس نے
کیے تعمیر فکر کے اہرام
ہوئی جس پر کتاب کی تکمیل
آسمانی کتاب کا اتمام
جس کے پیشِ فلاحِ بشر
کرے حکمت سے ہر کسی کو جو رام
اس کے اقوال جامع و مانع
اس کے کلمے بلیغ و بے ابہام
اس کی ہر بات ہے برائے خدا
اس کی ہر سوچ ہے برائے انام
کھولا اس کی نگاہِ بینا نے
رازِ ارواح و عقدۂ اجرام
لے وہ بیعت جہاد ہجرت پر
اور بخشے شعور حلِ و حرام
تہی دستانِ قسمت کی کرے وہ دستگیری
دے آشفتہ مزاجوں کو وہ درسِ استقامت
ہر قدم تیرا ہے منزل، ہر سخن تیرا کتاب
اے خطیبِ خیرہ حکمت، اے امامِ راستیں
ہے زمین و آسماں معمور جس کے نور سے
تجھ پہ اترا طارمِ اعلیٰ سے وہ حرف مبیں

منتظر تھے جس نئے نغمے کے مشتاقِ نوا
ہم زباں تیرا بنا اس کے لیے روحُ الامیں

پھر ایک کا اور جگہ کہا: ۔

کیونکر نہ ہو فصیح تریں اس کی گفتگو
گھٹی اے زبانِ بنی سعد کی مِلی

اس ضمن میں اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے: ۔

قدم ان کے لیے تھے بہر حال مشکل مسائل نے
ہدایت ان سے حاصل کی جہاں میں طبعِ مائل نے
جوابوں میں تشفی پائی ان سے طبع سائلِ نے
نہایت ہی فصاحت سے لکھا ہے کار لائلِ نے
جو طاقت رات کو دن، اور دن کو رات کرتی تھی
وہ طاقت یعنی یہ فطرت خود ان سے بات کرتی تھی

حفیظ تائبؔ کہتے ہیں: ۔

فکرِ حکیم سر بہ گریبان و منفعل
عقلِ سلیم عاری وششدرِ ترے حضور
عرفان و علمِ و فہم و ذکا تیرے خانہ زاد
اے جانِ عشق، روح خرد، سید الورا
اُمی نکتہ داں کی حکمت سے
حل ہوئے سب مسائلِ جمہور

عابد نظامی نے کہا: ۔

وہ جس نے ہمیں فقر کا مفہوم بتایا
وہ جس نے سکھائے ہمیں اندازِ حکومت
وہ جس نے سکھایا ہمیں جینے کا سلیقہ

وہ جس سے ملی جاں کو تب و تاب و حرارت

راجا رشید محمود نے کہا: ؎

قرآں نے کھولا آیۂ ماینطق سے راز
اللہ کا کلام ہے ارشادِ آنحضورؐ
اُمی لقب ہیں عالم ماکانَ ما یکوُن
پروردگار خود ہوا استادِ آنحضورؐ

سرور بجنوری نے کہا: ؎

قیامت تک کرے گا رہ نمائی
جہاں والوں کی قرآنِ محمدؐ

پھر کہا: ؎

خدا کے دین کی تبلیغ کر کے
انہوں نے کفر دنیا سے مٹایا

شجاعت

حضورﷺ کی سیرت کا ایک نکتہ ٔ جہاد بھی ہے اس میں جہاد بالنفس اور جہاد بالسیف دونوں شامل ہیں۔ رحمت و رافت اور عجز و نیاز کی فراوانی کے باوجود حضورؐ کی شجاعت اور سطوت بھی ضرب مثل ہے شعراء نے نعتوں میں حضورﷺ کی اس خصوصیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی اپنے سلام میں یوں زمزمہ سنج ہیں: ؎

وہ چقا چاق خنجر سے آئی صدا
مصطفیٰؐ تیری صولت پہ لاکھوں سلام
شورِ تکبیر سے تھرتھراتی زمیں
جنبشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام
ان کے آگے وہ حمزہؓ کی جاں بازیاں
شیرِ غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

جنابِ حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں: ؎

تیری ہیبت سے مِلا تاجِ سلاطیں خاک میں
تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا

عبدالعزیز خالد نے کہا: ؎

زیرِ دستوں کو مقابل قہر مانوں کے کرے
گو سفندوں کو تو بخشے قوتِ شیرِ عریں

عابد نظامی نے کہا: ؎

غازیِ بدر و حنین و خندق
نورِ غارِ حرا رسُولِ کریمؐ

نیاز کیش نظیر لودھیانوی نے عرض کیا: ؎

فاروقؓ تیرے عدل و مساوات کی دلیل
حیدرؓ تری شجاعت وسطوت کا اشتہار

جود وسخا

حضور رسالتمآب ﷺ کے جود وسخا پر بھی شعراء خوب طبع آزمائی کی ہے میں بخوفِ طوالت چند ہی مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

محشر رسُول نگری کہتے ہیں: ؎

ہر قوم ہے شرمندۂ احسانِ محمدؐ
اے مردِ خدا عام ہے فیضانِ محمدؐ

ماہر القادری کہتے ہیں: ؎

سائل کو ناکام نہ پھیرا، بخش دیا جو کچھ گھر میں تھا
بُھوکا سو رہنے کی عادت ﷺ

عبدالعزیز خالد نے کہا: ۔

سمندر جودِ و احسان و کرم کا
نہ تہَ جس کی نہ جس کا کوئی ساحل
اسلوبِ دلبری میں وہ اپنی مثال آپ
ختم اس پر ہو گئی روشِ بندہ پروری

حضورﷺ کے جود وسخا کے بارے میں مولانا احمد رضا بریلوی نے فرمایا: ۔

جس کو قرصِ مہر سمجھا جہاں اسے مغموں
اُن کے خوانِ جود سے ہے ایک نانِ سوختہ
مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
مِرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دَامن
گیا جو کاسۂ مے لے کے شب گدائے فلک

نیاز کیش نظیر لودھیانوی عرض کرتا ہے: ۔

لبِ خنداں ترا تنویر و ضیا کا دریا
نگہَ مہر ترِی لُطف و عطا کا دریا
چُومتی ہیں لبِ دریا ترِے پاؤں موجیں
معترف یوں ہے ترے جودو سخا کا دریا

یزدانی جالندھری کہتے ہیں: ۔

ذات تیری پیکرِ لُطف و عطا
نام تیرا منزلِ صدق و یقیں

معجزات

اگرچہ حضور رسالتمآبﷺ کی پوری سیرت ایک معجزہ ہے قرآن مجید ایک دوامی اعجاز ہے اس کے علاوہ حضورﷺ کی اشارات سے اور بھی معجزے رونما ہوئے ہیں مثلاً معجزہ شق القمر، رجعتِ

آفتاب وغیرہ۔ شعراء نے اپنی نعتوں میں حضورﷺ کے معجزات کے حوالے بھی دیے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں: ۔

برقِ انگشتِ نبیؐ چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہَ میں نشانِ سوختہ
جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبیؐ
چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے
سوُرج اُلٹے پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسولؐ اللہ کی
تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی، مہَ کا کلیجہ چِر گیا
میں ترِے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا
ہے لبِ عیسیٰؑ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم
پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں
اُن پر درود جن جو حجر تک کریں سلام
اُن کو سلام جن کو تحیت شجر کی ہے
کیوں جناب بوہریرہؓ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا
انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ وا
کفِ دریائے کرم میں ہیں رضاؔ
پانچ فوارے چھلکنے والے

مولانا حسن رضاؔ بریلوی نے فرمایا: ؎

تو وہ محبوبؐ ہے اے راحتِ جاں، دل کیسے
ہیزمِ خشک کا، تڑپا گئی فرقت تیری

پھر کہا: ؎

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے
یہ چوبِ خشک کو بھی بے قرار کرتے ہیں

نیاز کیش نظیر لودھیانوی نے عرض کیا: ؎

بہرِ نمازِ دعائے رسولؐ سے
لوٹا غروب ہو کے پھر اک آفتاب
کلمہ پڑھنے لگے تیرا وفورِ شوق میں
تیری رہ کے کنکروں کو کرکے حرزِ جاں نجوم
انگشت سے جو ایک اشارہ کیا نظیرؔ
دو لخت ماہتاب ہوُا، ششدر آسماں

جناب حفیظ تائب نے کہا: ؎

پا کر تِری انگشتِ شہادت کا اشارہ
مہتاب کا سینہ ہوُا شق ہادیؐ برحق

جناب راجا رشید محمود نے کہا: ؎

نشاں ہے آپؐ کی انگشت کے اشارے کا
وہ ایک داغ جو قلبِ قمر میں رہتا ہے
حکمِ مختارؐ دو عالم پہ ہوئے ہیں گویا

بند مٹھی میں بھی کفار جو لائے پتھر
ہے کون، وجہِ شقِ قمر جس کی ذات ہے
ظلمات میں پیامِ سحر کس کا نام ہے
آپؐ کی انگشت کا ادنی اشارہ ہے وہ خضر
جس سے ظاہر راہِ تسخیرِ مہِ کامل ہوئی
قمر شق، مہر واپس آگیا تھا
زمانہ آپؐ کی قدرت کے صدقے

سرورؔ بجنوری کہتے ہیں: ؎

ایک اُنگلی میں اتنی طاقت ہے
چاند شق ہوگیا اشارے میں

حضور رسالتمآب ﷺ کی سیرت کے نکات تو اتنے ہیں کہ عمر بھر بیان کرتے رہو، وہ ختم نہ ہوں گے نعت گو شعراء نے نکات سیرت پر زیادہ زور توجہ نہیں دی وہی چند باتیں ہیں جو سب بار بار بیان کی ہیں خُلق کے بیان میں خلقِ عظیم کہا اور بس۔ فقر و غنا کے بیان میں ''الفقر وفخری'' پر بات ختم کردی۔ عبدالعزیز خالدؔ نے سیرت کے نکات پر خاصی توجہ دی ہے ان کی نظر سیرت کے نکات پر خاص توجہ دی ہے ان کی نظر سیرت کے دوُر رس پہلوؤں پر بھی پڑی۔

شعراء کے اشعار میں زیادہ جذبات آرائی ہے جس سے ان کے جذبۂ عشقِ رسولؐ ہونے کا ثبوت ملتا ہے لیکن محاسنِ سیرت بیان کرنا بھی ضروری ہے اس سے حضور ﷺ کے سوانحِ حیات اور دین کی اشاعت ہوتی ہے اور یہ عظیم کارِ ثواب ہے بعض شعراء حضرات حسانؓ بن ثابت، بوصیری، کعبؓ اور سعدی و جامی کے ادھر بات ہی نہیں کرتے کوئی بتائے کہ حسانؓ اور کعبؓ کا مقام اب کوئی کیسے حاصل کر سکتا ہے وہ تو صحابیؓ تھے اب تو محسن کاکوری، امیر مینائی یا اقبالؒ یا حالؔی یا ظفؔر خان کا مقام ہی حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے لیکن ان کا نام کوئی شاذ و نادر ہی لیتا ہے حسانؓ اور کعبؓ کا ردجہ حاصل کرنے کے لیے، پہلے دربارِ رسالتؐ میں بار پانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ یہ منصب تو ادھر ہی سے عطا ہوگا اپنی خوش فہمی سے نہیں ملے گا اقبالؒ بھی صرف اتنا کہہ کر چُپ ہوگئے: ؎

اے بو صیری را ردا بخشدئی
بربطِ سلمیٰ مرا بخشدئی

علامہ کا قول ہے کہ معجزات کی تاویلیں نہیں کرنی چاہییں معجزات کا مفہوم وہی ہے جو اُن کے الفاظ سے ظاہر ہے تاویل کرنا بے معنی ہے نعت گو شعراء نے معجزات کی طرف پوری طرح توجہ دی صرف شق القمر اور رجعتِ آفتاب تک بات رہی ہے البتہ مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب نے معجزات کا بکثرت ذکر کیا ہے۔

مندرجہ بالا اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ معجزات کے بیان میں شعراء کے اشعار (بلکہ الفاظ) آپس میں ملتے جلتے ہیں اور مفہوم تو بہرحال ایک ہی ہے میرے اس بیان مقصد صرف نعت گو شعراء کو مخلصانہ مشورہ دینا ہے وہ سب بہرحال اپنی اپنی جگہ نیک کام میں مشغول ہیں اللہ تعالیٰ اس کا صلہ عطا فرمائے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید

اُسوۂ حسنہ...اردو نعت کے آئینے میں

نعت، سیرتِ رسولِ پاک ﷺ کا ایک ایسا شعری بیان ہے جس میں فصائل کا حسن بھی ہے اور مسائل کا تذکرہ بھی۔ یہ صبحِ ازل کی ضو اور شامِ ابد کی لَو ہے۔ اس میں شاعر لفظ، لفظ مبالغے سے بچتا ہے۔ عقیدت، عقیدے کی اُنگلی تھام کر چلتی ہے۔ دل کی دھڑکنیں، تاریخی صداقتوں سے ہم آہنگ رہتی ہیں اور شاعر اپنی ذات کے ساتھ کائنات لے کر چلتا ہے کیوں کہ تذکرہ اُس ذات والا صفات کا ہوتا ہے جو حسنِ کائنات بھی ہے اور کائناتِ حسن بھی، یوں یہ حسن، حسنِ بیان کی دل آویزیوں کے ساتھ، صداقتوں کو نکھارتا چلا جاتا ہے۔ نعت، ممدوحِ عظیم و جلیل کے جمال و کمال کا مؤرّخانہ نہیں، شاعرانہ اظہار ہے۔ نعت گوئی اُن کی پیغمبرانہ بصیرتوں سے خود کو اُجالتی، قلبی طہارتوں سے نکھارتی، اخلاقی نظافتوں سے سنوارتی اور فکری رفعتوں سے اُبھارتی چلی جاتی ہے۔ نعت گوئی بڑے نصیب کی بات ہے اس کی توفیق سراسر عطا کا نتیجہ ہے ورنہ بڑے بڑے قادر الکلام بے توفیق رہتے ہیں:

اُس لب پہ فدا صبحِ بلاغت کے اُجالے
جس لب پہ تری مدح و ستائش ہے، ثنا ہے

اگر بغور دیکھا جائے تو نعت کے آئینے میں نبیٔ کریم ﷺ کی سیرتِ پاک کے نگینے، قلم قلم، لَو دیتے چلے جا رہے ہیں۔ ''نعت میں تخلیقی سچائیاں'' تلاش کرنے والے جناب عزیز احسن نے ''نعت'' کے حروف سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ 'ن' نقش، 'ع' عکس اور 'ت' تام (مکمل) کا نمائندہ ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کی ذات والا صفات نقشِ اوّل ہے جسے نقاشِ حقیقی نے بنایا ہے اور انسانی زندگی میں اس نقش کے عملی نمونے نے پیش کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ شعرا اس نقش اوّل کا عکس لفظوں میں اُتارنے اور اُسے کامل (تام) کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ آخری 'ت' تام کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو شعرا کے لیے ایک حسرت کے سوا کچھ نہیں...

زیرِ نظر اوراق میں حضور ﷺ کے ''اُسوۂ حسنہ'' کو نعت کے آئینے میں دیکھنے اور دکھانے کی ایک امکانی سعی کی گئی ہے۔ نعتیہ دواوین اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ:

ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

اس لیے میں نے اپنی ذاتی ڈائری میں مرقوم نعتیہ اشعار ہی کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ بنابریں میری مجبوریاں گل ہائے حسیں کی ان فراوانیوں سے معذرت طلب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب (آیت ۲۱) میں نبی پاک ﷺ کی رفتار، گفتار اور کردار کو ایک بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) قرار دیا... اُن کے لیے جن کے دل محبوبِ حقیقی کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے چین اور زبانیں اُسی کی یاد میں رطب اللساں ہیں، پس منظر تو اس آیت کا جہاد (جنگ احزاب) سے تعلق رکھتا ہے کہ کفر کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ ہی کی طرح ثابت قدم رہو تا کہ فتح و نصرت تمھارے قدم چومے۔ مگر یہ حکم میدانِ جہاد ہی کے لیے نہیں بلکہ حیاتِ مستعار کے ہر رُخ کے لیے واجب العمل ہے کہ عبادت میں رعنائی، معیشت میں سچائی اور سچائی میں دانائی، اسی اسوۂ حسنہ کی اقتدا سے نکھرتی، سنورتی اور اُبھرتی ہے کہ حضور ﷺ کے روز و شب انوارِ الٰہی سے مستنیر اور ہدایاتِ الٰہی سے مستفید تھے۔ حق یہ ہے کہ ہر بشر کے لیے خیر البشر ﷺ کی سیرت ہی واجب الاتباع ہے... ''کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم، اگر ایک انتہائی کامیاب زندگی اور مکمل ترین انسان کا نمونہ دیکھنا چاہے تو اُسے قرآن مجید اور سیرتِ طیبہ کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اُسے وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی ایک سلیم الطبع آدمی کو مطمئن اور خوش گوار زندگی بسر کرنے کے سلسلے میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ وہ سیرتِ طیبہ میں ایک نبیٔ برحق کو دیکھے گا، ایک وفادار دوست کو دیکھے گا۔ وہ ایک بہترین سردار کو پائے گا، وہ ایک کامیاب سپہ سالار سے ملے گا، وہ ایک انصاف پرور حاکم کو دیکھے گا۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے منتظم اور سربراہِ مملکت سے ملے گا، ہاں اور اسی کے ساتھ صبر، قناعت، تقویٰ، طہارت، ذکاوت، شجاعت اور توکل کے بھی اعلیٰ ترین نمونے دیکھ سکے گا۔ وہ عبادت، محبت، مشقت، مودّت مروّت اور عفو کے صحیح معانی صرف سیرتِ طیبہ ہی کے ذریعے سمجھ سکے گا، یہاں اس کو ہر خوبی اپنے کمال پر نظر آئے گی...''

سیرت ہے تری جوہر آئینہ تہذیب / روشن ترے جلووں سے جہان دل و دیدہ
لوگ چمکاتے چلے جائیں گے اپنے روز و شب / اُسوۂ سرکار سے کسبِ ضیا کرتے ہوئے
رمزِ ہستی، راز فطرت، سرِّ ذات و کائنات / ہر خبر پائی تلاشِ مصطفیٰ کرتے ہوئے
ہے پیشِ نظر اُسوۂ پیغمبر آخر / ساماں یہ بہم فکر کی رفعت کے لیے ہے

(حفیظ تائب)

ظلمتیں کافور ہو جائیں فضائے دہر سے / اس طرح پھیلے رُخِ شاہِ ہدیٰ کی روشنی
اُسوۂ خیر البشر کے نور سے ہو مستنیر / دہر میں چمکے اسی اک نقشِ پا کی روشنی

(عزیز احسن)

مادرِ گیتی کے فرزندِ جلیل / بے نظیر و بے مثیل و بے عدیل
اے پناہ بے کساں تجھ پر درود / السلام اے بے نواؤں کے کفیل
تیری سیرت معنیٔ حق کا سراغ / تیری صورت جلوۂ حق کی دلیل

(اثر صہبائی)

جھلملاتے ہیں تصور میں حدیثوں کے چراغ / کہکشاں اُسوۂ حسنہ کی سجی ہوتی ہے

(راز کاشمیری)

خُلق و محبت، رحمت و رافت، مہر و مروّت لطف و عنایت
حسنِ شعارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(اختر الحامدی)

اتنا خلیق، خُلق کا بھرپور آبشار / اتنا بلند جیسے شرافت کا کوہسار
اتنا کشادہ ذہن، مروّت کا اک دیار / اتنا بڑا رسول، رسولوں میں شاہ کار
حسن عمل کا جس نے نمونہ دکھا دیا / بھٹکے ہوئے بشر کو خدا سے ملا دیا

(سیف زلفی)

گو شک تھا کافروں کو رسالت پہ آپ کی / اُنگلی نہ رکھ سکا کوئی سیرت پہ آپ کی
ایماں اگرچہ لائے نہ دعوت پہ آپ کی / تھا اعتماد سب کو دیانت پہ آپ کی
بھٹکے نہ گرچہ منزل حق آگہی کے پاس / رکھتے تھے پھر بھی اپنی امانت نبی کے پاس

(محشر رسول نگری)

یتیموں کے لیے وہ ابرِ رحمت / وہ تسکین قلوبِ بے کساں ہے
کرم اس کا ہے زخمِ جاں کا مرہم / غموں کی دھوپ میں وہ سائباں ہے
ادائے لطف ہے اس کی جہاں پر / کرم اس کا محیط ہر زماں ہے
وہ روحِ عدل، وہ جانِ مساوات / صداقت کا، امانت کا نشاں ہے
اُسی کا ہے مرے لب پر قصیدہ / وہی جو باعثِ آرام جاں ہے

☆

تو نے ہر گام پہ چھوڑے ہیں نقوش تاباں / رہنما ایک زمانے کی ہے سیرت تیری

ہر عمل تیرا ہر اک دور کا رہبر ٹھہرا   ہر زمانے میں مسلّم ہے امامت تری

(حافظ لدھیانوی)

نمونہ سب کے لیے ہے نبی کی سیرت میں   کہ جو نظیر بھی ڈھونڈی گئی یہیں سے ملی

(اسد ملتانی)

میں ترے نقشِ قدم صورتِ انجم دیکھوں   کہکشاں سیرتِ اطہر کی سجانے والے
درسِ اخلاص دیا تو نے زمانے بھر کو   نورِ ایقان کو سینوں میں بسانے والے

(اقبال نجمی)

کچھ اُسوۂ حسنہ پہ عمل بھی تو کر اے دل!   یہ فرضِ محبت ہے، اسے بھی تو ادا کر

(زکی کیفی)

ہے ان کا اُسوہ ابد تک متاعِ دیدہ وراں   یہی چمن ہے کہ جس کو نہیں ہے خوفِ خزاں

(اسرار احمد سہاوی)

اُسوۂ مصطفیٰ ملا ہم کو   نورِ ارض و سما ملا ہم کو
آپ کا نقشِ پا ملا ہم کو   کیا عجب رہنما ملا ہم کو
ہم نے منزل کو پا لیا گویا   آپ کا راستا ملا ہم کو
سیرتِ پاک پر گئی جو نظر   اک عجب حوصلا ملا ہم کو
آ گیا بے قرار دل کو قرار   در جو سرکار کا ملا ہم کو

(حفیظ تائب)

ترے کردار کا پرتو ہے عصمت ہو کہ تقویٰ ہو   ترے اخلاق کا صدقہ ہے، نیکی ہو کہ سچائی

(ماہر القادری)

ادراک کا چراغ، فراست کی روشنی   فہم و خرد کا مہر، تدبر کا آفتاب
تیر و سنان و خنجر و شمشیر کا دھنی   تدبیر کا سکوت، عزائم کا اضطراب

(لطیف جلیلی)

انسانیت کا اُسوۂ کامل حضور ہیں   اس کاروانِ زیست کی منزل حضور ہیں

(محشر رسول نگری)

فقط حضور کے اُسوے پہ ہے مدارِ حیات   عمل نہیں تو شفاعت، حدیثِ بے خبراں

(اسمٰعیل داؤدی)

سرکار کی سیرت سے فروزاں ہیں در و بام   آداب محبت کے سکھاتا ہے مدینہ
ہر لمحہ حضوری میں گزرتا ہے یہاں پر   کیا قرب کا احساس دلاتا ہے مدینہ

(حافظ لدھیانوی)

رسولِ پاک کی سیرت کا یہ کتنا حسیں رُخ ہے   خدائے پاک سے دشمن کے حق میں بھی دعا کرنا
حسیں اخلاق سے کردار سے، شیریں کلامی سے   رسولِ پاک سے سیکھو دلوں کو ہم نوا کرنا
نبی کے اُسوۂ حسنہ سے یہ پیغام ملتا ہے   یتیموں کی خبر رکھنا، غریبوں کا بھلا کرنا

(طفیل ہوشیار پوری)

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز   میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضور کی

(احسان دانش)

ہے سیرتِ رسول بہر گام رہنما   راہِ طلب میں اور کوئی نقشِ پا نہ مانگ
یہ اُسوۂ جنابِ رسالت مآب ہے   اپنے عدوئے جاں کے لیے بھی بُرا نہ مانگ

☆

نہ نکتہ ور، نہ مفکر، نہ فلسفی کے چراغ   مرے لیے ہیں بہت اُسوۂ نبی کے چراغ
رُخِ حیات کا غازہ ہے خاکِ پا تیری   ہیں مہر و ماہ سے بڑھ کر تری گلی کے چراغ
مٹانے آئے دلوں سے کدورتوں کے نقوش   جلانے آئے اُخوت کے، آشتی کے چراغ
فدا حضور کی خواہش پہ رازؔ ہر خواہش   نثار آپ کی حرمت پہ زندگی کے چراغ

(راز کاشمیری)

وجد میں آدم ہے اوجِ آدمیّت دیکھ کر   مصطفیٰ کا شیوۂ تکمیلِ سیرت دیکھ کر
آپ کو مانا گیا سب سے بڑا تاریخ ساز   زیست کے ہر موڑ پر شانِ قیادت دیکھ کر
سازِ دل سے نغمہ کی صورت اُٹھی موجِ درود   عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر

(حفیظ تائب)

روشن ترے اُسوہ سے ہوا روئے تمدن   قائم ترے کردار سے معیارِ وفا ہے

(احمد اریب)

خورشید فلک آپ ہیں مہتاب زمیں آپ   تابندہ نظر آپ ہیں فرخندہ جبیں آپ

ہر نقشِ قدم آپ کا ہے شمعِ ہدایت   تاریکی و ظلمات میں ہیں نورِ مبیں آپ
معیار ہے دنیا کے لیے اُسوۂ حسنہ   سرنامۂ توحید کے ہیں نقشِ حسیں آپ

(عبدالکریم ثمر)

شب کو سحر کے نور میں ڈھالا حضور نے   انساں کو پستیوں سے نکالا حضور نے
ذہنوں سے تیرگی کو مٹانے کے واسطے   اک آفتاب نور اُچھالا حضور نے
ملنے کو تھی جو خاک میں توقیر زندگی   فضل خدا سے اس کو سنبھالا حضور نے
اعدا سے کھائے سنگ تو ان کو دعائیں دیں   اُسوہ دیا ہے ہم کو نرالا حضور نے

(غلام زبیر نازش)

خوش رنگ روشنی کا سفر اُسوۂ رسول   ظلمت میں آفتابِ سحر، اُسوۂ رسول
اوّل کلامِ ربِّ علیٰ بہرِ کائنات   پھر اس کے بعد حسنِ بارِ دگر، اُسوۂ رسول
دیتا رہے گا شامِ ابد تک جو روشنی   ہے وہ چراغِ راہ گزر، اُسوۂ رسول
قول و عمل ہے مشعلِ عرفان و آگہی   دونوں جہاں کا علم و ہنر، اُسوۂ رسول
تپتی ہوئی حیات کو لطف حیات نو   صحرا میں سایہ دار شجر، اُسوۂ رسول

(رشید کامل)

آؤ، کریں اے دوستو! پھر زندگی کی بات   پھر سیرت نبی کی، پھر عہد نبی کی بات
سائل نے جس کے منھ سے کبھی لا نہیں سنا   اس لاجواب، ہاشمی، عربی، سخی کی بات
جس نے بنایا اُمیوں کو ہادئ جہاں   اُس اُمیوں کے پیشوا، اُمی نبی کی بات

(الف د نسیم)

ہر ورق سیرت مطہر کا   حسن انسانیت کا مظہر ہے
آپ کا خلق، آپ کی گفتار   عظمت آدمی کا جوہر ہے

(حافظ لدھیانوی)

اُسوہ ’’کیفیتِ اتباع کا نام ہے گویا وہ حالت جس پر کوئی شخص اتباع کرتے وقت ہوتا ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی حیاتِ طیبہ کو جمال و کمال کی جملہ کیفیتیں دے کر ہمارے لیے قابلِ تقلید قرار دیا ہے۔ بنابریں یہی حسن، اجمل اور اکمل نمونہ ہمارے لیے رہ نما بھی ہے اور منزل نشاں بھی۔ سچ یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ بے مثل بشر ہیں اور اُن کی ہر مثال، بے مثال ہے، سورۂ قلم میں آپ

کے خلق کو عظیم کہا گیا۔ خلق کی عظمت سے مراد دانشِ ایمانی اور دانش برہانی کی جامعیت ہے، خصائل و شمائل کی پختگی ہے۔ گویا آپ اُن اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے جن کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں تھیں اور اس فطری حسن کو اپنے اظہار میں نہ کسی نوع کا کوئی تکلف تھا اور نہ اس میں کوئی تصنع تھا نہ بناوٹ، بلکہ حسنِ خلق کا اظہار یوں ہوتا تھا جیسے پھول سے خوش بو نکلتی، ہوا کے دوش پر سوار ہوتی اور کائنات کو مہکا جاتی ہے۔

اخلاق کی یہ عظمت، خالق کی عطا کردہ تھی۔ حضور ﷺ کی ایک دعا کا ترجمہ ہے ’’اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل وصورت کو حسین وجمیل بنایا ہے، اسی طرح میرے خُلق کو بھی حسین وجمیل بنا دے۔‘‘ گویا خَلق اور خُلق دونوں کا حسن۔ یاد رہے کہ حسن خلق کا ادراک بصر سے ہوتا ہے اور حسن خُلق کا بصیرت سے۔

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا   کسی اور کا یہ رُتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
انھیں خلق کر کے نازاں ہوا خود ہی دست قدرت   کوئی شاہ کار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

(صبیح رحمانی)

سیرت کا ذکر لذتِ احساسِ زندگی   یادِ رسول باعثِ تسکینِ اضطرار
بیمارئ خرد کے لیے نسخۂ شفا   دل داریٔ جنوں کے لیے حرفِ خوش گوار
بنجر زمین فکر پہ الطاف کی گھٹا   ویرانئ خیال میں سرسبز برگ و بار
سیرت کا ہو بیاں تو مہکتے ہیں بام و در   عنبر فشاں ہواؤں سے ماحول مشک بار

☆

رحمۃ للعالمیں ترحم میں   اے تلطف میں ابر نیسانی
اے تدبر ترا جہاں گیری   اے تقدم ترا جہاں بانی
بے کراں ہوگئی ترے دم سے   آدمیّت کی تنگ دامانی
علم وحکمت میں، عزم و جرأت میں   تیری عظمت ہمیشہ لاثانی

☆

دل کے ویرانے میں جب ہوتا ہے سیرت کا اثر   گوشے گوشے میں بہار جاودانی گل فشاں
زندگی کے ساز پر تارِ رگِ جاں کے لیے   صاحب مضراب ہے وہ دھڑکنوں کا رازداں

☆

فطرت کا اعتبار، مشیت کی آبرو
سیرت کے آئینے میں جوصورت ہے روبرو
اے تیرے دم قدم سے ہے انسان کا وقار
ہے ورنہ بے ثبات، یہ دنیائے رنگ و بو
(محمد عاشق)

منارِ رُشد و ہدایت، سحابِ رحمت وجود
مرے رسول کا اُسوہ، مرے نبی کا وجود
(حفیظ تائب)

وہ ہستی جس سے قائم ہے مروّت بھی اُخوت بھی
جو سرگرم عمل رہتی تھی اور محوِ عبادت بھی
(راجا رشید محمود)

یہ شانِ پیمبر ہے، یہ معراجِ بشر ہے
دشمن بھی پکارے تو امیں کہہ کے پکارے
آئینۂ انوار رُسل، حسن مجسم
سیرت بھی دل افروز، سراپا بھی درخشاں
منزل ہے ترے نقشِ کفِ پا سے عبارت
اے قافلۂ راہِ مشیت کے حدی خواں
(ساحر صدیقی)

روشن ہے نقش سیّد ابرار آج بھی
محفوظ ہے حضور کا کردار آج بھی
سنتے ہیں کان آپ کی گفتار آج بھی
نظروں میں ہے وہ عالمِ انوار آج بھی
اک اک ادا حضور کی مشہود ہے یہاں
میرا رسول آج بھی موجود ہے یہاں
(محشر رسول نگری)

آنکھوں میں ہے اس خلق مجسم کا تصور
اِک خلدِ مسرت مری نظروں کے قریں ہے
(صوفی تبسم)

صبح صادق کی طرح صدیق تھا جو وہ حسیں
دولت لوح وقلم کا جو امیں تھا وہ امیں
جب قلم کی روشنی بنتے ہیں یہ القابِ نور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کیا ہوں گے حضور
(صہبا اختر)

صورت وسیرت کی رفعت پر ملے ہیں جب سے آپ
اک عجب وارفتگی سی میری دانائی میں ہے
رات دن کھنگالتے ہیں بحر، ملتا ہی نہیں
آپ کی عظمت کا گوہر کتنی گہرائی میں ہے
آپ کی اُجلی شریعت کی ہمہ گیری کا راز
جسم کی رعنائی میں ہے، جاں کی زیبائی میں ہے
(عارف عبدالمتین)

کیا شانِ تکلم ہے کہ ہر جنبش لب سے
تخلیق ہوئی مستیٔ کردار کی دنیا

اس طرح کیا شیر وشکر علم وعمل کو
گفتار کی دنیا ہوئی کردار کی دنیا
(ذکی کیفی)

معیار حسنِ خلق وہی شخص بن گیا
جس کو ملی ہے ان کی اطاعت کی روشنی
(عزیز احسن)

تلخ گفتار کا ماحول بدلنے کے لیے
تذکرہ آپ کے اخلاق کا کھل کر لکھیں
(صبیح رحمانی)

ہے یہ بھی سچ کہ آپ کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی ہے حق کہ صاحب کردار آپ ہیں
(احمد ندیم قاسمی)

وہ جس کے دم قدم سے عظمت انسانیت اُبھری
چمک اُٹھا ستارہ نوعِ انساں کے مقدر کا
وہ جس کے فقر کے آگے نگوں سر تھی شہنشاہی
وہ جس کے بوریا پر سر جھکا فغفور و قیصر کا
یہ حسنِ خلق، یہ لطفِ نظر، یہ عفو یہ بخشش
خراماں جس طرح کیف رواں تسنیم و کوثر کا
(صوفی تبسم)

دونوں ہیں درسِ رُشد و ہدایت مرے لیے
صورت حضور کی ہو کہ سیرت حضور کی
جب سیرتِ حضور کو دیکھا ہے غور سے
آئینہ ہوگئی ہے صداقت حضور کی
(شفقت کاظمی)

پیدا نہ کرسکے ترے کردار کی مثال
دکھلائے علم وفہم نے اعجاز بے شمار
(نظیر لدھیانوی)

مولائے کل ہیں، سیّد ابرار آپ ہیں
انسانیت کی دولتِ بیدار آپ ہیں
اُسوہ ہے آپ کا مہِ کامل کی چاندنی
فکر وعمل کا گلشنِ بے خار آپ ہیں
ذات آپ کی ہے حکمت و دانش کا گل کدہ
عرفان و آگہی کا چمن زار آپ ہیں
دنیا میں ہیں نمونۂ خلق عظیم آپ
نازاں ہے جس پہ عظمت کردار آپ ہیں
(طاہر شادانی)

سرمایۂ حیات ہے سیرت رسول کی
اسرار کائنات ہے سیرت رسول کی
بنجر دلوں کو آپنے سیراب کردیا
اک چشمۂ صفات ہے سیرت رسول کی
تصویر زندگی کو تکلّم عطا کیا
حسنِ تصورات ہے سیرت رسول کی

ساغرِ سرور و کیف کے ساغر چھلک اُٹھے ‏ صبحِ تجلّیات ہے سیرت رسول کی

(ساغر صدیقی)

ہر جاں کے لیے وجہ سکینت تری سیرت ‏ آقا، دل مفلس کی ہے دولت، تری سیرت
مجبور کو ہر گام یہ دیتی ہے سہارا ‏ بے کس کو عطا کرتی ہے قوت، تری سیرت
اذہان میں کرتی ہے، اُجالا تری تعلیم ‏ ظلمات میں ہے نورِ ہدایت تری سیرت
کھولی ہیں ترے نطق نے فردوس کی راہیں ‏ دراصل ہے جنت کی بشارت تری سیرت
روشن ہے ترے نور سے کاشانۂ ادراک ‏ ہے سلسلۂ فہم و بصیرت تری سیرت

(حافظ لدھیانوی)

وہ اک نرمی کہ سنگ وخشت کے سینے میں جا اُتری ‏ وہ اک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوا آیا
وہ اک عظمت کہ مظلوموں کے چہروں پر دمک اُٹھی ‏ وہ اک بندہ کہ سلطانوں کو ٹھکراتا ہوا آیا

(ضمیر جعفری)

خَلق میں کوئی نہیں، خُلق میں کوئی نہیں ‏ آپ کی کوئی مثال، آپ کی کوئی مثیل
آپ کا رُتبہ عظیم، آپ کا احساں عمیم ‏ آپ کی سیرت بلند، آپ کی صورت جمیل
نے کوئی فغفور کے، نے کوئی خاقانِ وجم ‏ آپ ہیں میرے وکیل، آپ ہیں میرے کفیل

(عابد نظامی)

یہ سلسلۂ صدق و صفا کس سے ملا ہے ‏ افکار کو اندازِ حیا کس سے ملا ہے
ہر نقش میں اک شانِ کریمی ہے خدا کی ‏ یہ پردۂ انوار و ضیا کس سے ملا ہے
یہ دولتِ اندازِ نظر کس کا کرم ہے ‏ یہ سلسلۂ فکرِ رسا کس سے ملا ہے
سرکارِ دوعالم کے سوا کون امیں ہے ‏ اللہ کا پیغامِ ہدیٰ کس سے ملا ہے
اس ذاتِ محمد کے سوا، کوئی بتائے ‏ انسان کو مفہومِ رضا کس سے ملا ہے
کشفی کو عطا کس سے ہوئے اشکِ محبت ‏ آواز کو یہ رنگ صفا کس سے ملا ہے

(محمد ابوالخیر کشفی)

جناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان ہے کہ نبی پاک ﷺ کا اخلاق قرآن ہے، یعنی قرآن کے اوامر و نواہی کے عین مطابق ہے اور قرآن کی رعنائیوں کی طرح بے مثال و بے نہایت ہے۔ خود نبی پاک ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعے اخلاقِ حسنہ کو

درجۂ کمال تک پہنچانا چاہتے ہیں...اخلاقِ حسنہ کے درجۂ کمال ہی کا دوسرا نام اخلاقِ عظیمہ ہے۔ آپ کا کردار و عمل، اس فرمانِ الٰہی کے عین مطابق تھا:

قبول کیجیے معذرت خطا کاروں کی، حکم دیجیے نیک کاموں کا اور رُخِ انور پھر لیجیے نادانوں کی طرف سے۔ (اعراف:۱۹۹)

اور نبی پاک ﷺ کی اپنے بارے میں یہ حدیث، اِسی ارشادِ الٰہی کی وضاحت کر رہی ہے۔

مجھے میرے پروردگار نے نو باتوں کا حکم دیا ہے:

- ☆ ظاہر و باطن میں اخلاص کو اپنا شعار بناؤں
- ☆ خوشنودی اور ناراضی دونوں حالتوں میں عدل کروں
- ☆ خوش حالی اور تنگ دستی میں میانہ روی اختیار کروں
- ☆ جو مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں
- ☆ جو مجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلۂ رحمی کروں
- ☆ اس کو دوں جو مجھے محروم رکھے
- ☆ میری زبان گویا ہو تو ذکرِ الٰہی سے
- ☆ حالتِ سکوت میں آیاتِ الٰہی پر غور و فکر کروں
- ☆ میرے دیکھنے میں عبرت پزیری ہو

نبی پاک ﷺ کی سیرت سے زیادہ سچی سیرت نہ کسی کی ہے، نہ ہوگی۔ کیوں کہ سیرت کے ماخذ دو ہیں، قرآن اور حدیث۔ قرآن کہ جس کی لفظی محبت اور معنوی صداقت بہر نوع مستند ہے اور حدیث کہ اُس کی چھان پھٹک، جانچ پڑتال اور جمع و ترتیب میں نہ ماضی شبہ کر سکتا ہے، نہ حال اور مستقبل کر سکے گا۔

اعزاز یہ سرکار کی سیرت کے لیے ہے ‏ ہر دور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے
دیں اس کا ہے دستور، کتاب اس کی ہے منشور ‏ وہ نور فلاحِ بشریت کے لیے ہے

(حفیظ تائب)

اے سراپائے لطفِ ربانی ‏ اے مجسم عطائے یزدانی
اے تری زندگی کا ہر پہلو ‏ رہنمائے شعورِ انسانی
اے کہ ہر باب تیری سیرت کا ‏ آئینہ دارِ درسِ قرآنی

☆

تیری سیرت رموز فتح و نصرت کا صحیفہ ہے
ترا خلقِ عظیم آئینۂ الطاف یزدانی
شجاعت، استقامت، سخت کوشی، نیک اندیشی
یقین و اتحاد و عزم و سعی و خندہ پیشانی
(محمد عاشق)

پیکرِ رحمت ترا خلقِ عظیم
نکہتِ جنت تری خوئے جمیل
تیری اک اک بات صہبائے حیات
تیری اک اک سانس موجِ سلسبیل
تیرا پیغامِ مساوات بشر
قیصر و فغفور کو بانگِ رحیل
(اثر صہبائی)

یاد ہے بات مجھے حضرت صدیقہ کی
آپ کا خلق بھی قرآن ہے، سبحان اللہ
خلق عظیم و اُسوۂ کامل حضور کا
آدابِ زیست سارے جہاں کو سکھا گیا
(حفیظ تائب)

قرآں کو حرزِ جاں نہ بنائیں تو کس طرح
سیرت کا ہے بیاں تو فقط اس کتاب میں
(انجم رومانی)

جہانِ عدل و احساں کا وہی بانی مبانی ہے
کلام اللہ کی تفسیر جس کی زندگانی ہے
(راجا رشید محمود)

بزمِ جہاں کو زیورِ خلق عظیم سے
یا صاحبِ جمال، سجایا ہے آپ نے
(منظور حسین منظور)

بے حدود و بے بہا آپ کا لطف و کرم
بے نظیر و بے مثال آپ کا خلقِ عظیم
مخزنِ جود و سخا، منبعِ صدق و یقیں
آپ رؤف و رحیم، آپ ہی دُرِّ یتیم
(عبدالکریم)

بیاں جن میں ہوئے اوصاف محبوب دوعالم کے
مری نعتوں کی زینت ہیں وہی آیاتِ قرآنی
جلال بادشاہی نے لباسِ عجز پہنا ہے
درِ اقدس پہ ہے قربان عز و جاہِ سلطانی
وہ اپنی خوبیوں میں ہے جہاں میں یکہ و تنہا
صفات و ذات میں کوئی نہیں کونین میں ثانی
عطا کی سرفرازی اُن کو جو پامال انساں تھے
غلاموں کو سکھائے اس نے اندازِ جہانبانی

☆

مری زندگی کا حاصل، مرے درد و غم کا درماں
ترا ذکر وجہِ تسکیں، تری یاد راحت جاں
جو ہے رہنمائے عالم، ہے وہ سیرتِ مطہر
ترا نطق معجزہ ہے، ترا ہر عمل ہے قرآں
(حافظ لدھیانوی)

اس کا وجودِ پاک ہے برہانِ ذاتِ حق
اس کی حیات معنیٔ اُم الکتاب ہے
(حافظ محمد افضل فقیر)

سیرت رموزِ امر و نواہی لیے ہوئے
صورت جمالِ نورِ الٰہی لیے ہوئے
عادت پیمبری کی گواہی لیے ہوئے
غربت جلال و شوکت شاہی لیے ہوئے
لب بحرِ روشنی کا سفینہ کہیں جسے
دل علم و آگہی کا مدینہ کہیں جسے
(انور جمال)

اک صدق کہ جس صدق کا شاہد ہے زمانہ
اک عہد کہ جو عہد ہے پابند وفا کا
اک فقر کے جس فقر پہ خود فخر ہے اس کو
اک شاہ کہ جو شاہِ سمندر ہے سخا کا
اک فکر کہ افکار کی تہذیب ہے جس سے
اک علم کہ جس میں نہیں امکان خطا کا
اک خلق کہ اخلاق میں قرآن سراپا
اک فرد کہ گنجینۂ گوہر ہے ادا کا
اک ذات کہ ہے صورت و سیرت کا تفاخر
اک شخص کہ مژدہ ہے نئی آب و ہوا کا
(منصور احمد خالد)

کتابِ تمدن کا عنواں ہے ''الفقر فخری''
جو تہذیب ہے جسم تو جاں ہے ''الفقر فخری''
ہوا و ہوس کی ضلالت اثر ظلمتوں میں
مہ و مہر بن کر فروزاں ہے ''الفقر فخری''
بیاضِ ہدایت ہے، تفسیر پیغامِ حق ہے
ہم آہنگ و ہم رنگِ قرآں ہے ''الفقر فخری''
یہ اک جملہ گنجِ خطیرِ سلام و اماں ہے
فلاح و سعادت کا دیواں ہے ''الفقر فخری''
(جعفر بلوچ)

تیرے کردار کو قرآں نے کہا خلقِ عظیم
تیرے اعدا نے بھی تسلیم کیا تجھ کو امیں
تو نے بخشی ہے نگاہوں کو وسیع النظری
تو نے سینوں کو دیا ذوقِ وفا، سوزِ یقیں
(عابد نظامی)

خلق قرآن ہے جس کا، وہ نبیِ ملہم
جس کے اُسوہ میں نہاں رازِ نجات آدم
قاب قوسین کی تنزیل سے ہوتا ہے بہم
ذاتِ اقدس ہے فقط ذاتِ خدا کی محرم

وہی محسن، وہی منقاد و مطاع و منعم　　جس کا منشور ہے منشورِ فرازِ آدم

(غلام رسول ازہر)

وہ ہر بشر کے واسطے نظیر ہیں مثال ہیں　　اطاعتِ خدا کا اک نمونۂ کمال ہیں

ہیں ان کی عادتوں میں حق کی آیتیں سجی ہوئی　　وہ بارگاہِ عرش کا صحیفۂ جمال ہیں

(سرور سہارن پوری)

نطق جس کا صداقتوں کا امیں　　اس کی ہر بات ہے کلامِ خدا

☆

محبوب کائنات کی سیرت کا ہر ورق　　تفسیرِ دل پزیر ہے اُم الکتاب کی

☆

ہے پیکرِ رحمت ترا انعامِ الٰہی　　ہر ایک ورق سیرت اطہر کا ہے قرآں

ہر ایک ادا خلق و محبت کی ہے معراج　　ہر نقش تری زیست کا ہے رہبرِ انساں

(حافظ لدھیانوی)

انبیا کا مشن دیگر مصلحین سے ہمیشہ مختلف رہا ہے کہ مفکرین صرف فکر دیتے ہیں مگر عمل کا نمونہ نہیں دیتے، شاعر صرف سمع و بصر کو جنت عطا کرتے ہیں مگر من کی دنیا کو نور عطا نہیں کرتے، مقنن قانون کا ضابطہ دیتے ہیں مگر خود کو اس قانون کے مطابق نہیں ڈھالتے، جب کہ انبیا نظریے کے ساتھ ساتھ عمل کا خوب صورت نقش بھی پیش کرتے ہیں اور عمل کی یہی صالحیت، دلوں میں ترازو ہو جایا کرتی ہے۔ نبی پاک ﷺ آیۂ کائنات کا وہ معنی دیریاب تھے جس کی تلاش میں رنگ و بو کے قافلے ازل سے رواں دواں تھے۔ اس لیے آپ نے انسانیت کو آخری دستورِ حیات عطا کیا جو بہر اعتبار مکمل اور بہر نوع قابلِ عمل ہے۔ اسی مکمل ضابطۂ حیات کی ایک ایک شق کی عملی تفسیر اُسوۂ رسول ﷺ ہے۔ قرآن ایک الوہی ضابطۂ حیات ہے اور نبی پاک ﷺ کی حیاتِ مطہرہ اس کی دل آویز وضاحت۔ اس الوہی قانون زنگی کو اگر ''قرآنِ صامت'' کہتے ہیں تو حضور ﷺ ''قرآنِ ناطق'' ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرتِ خیرالانام ﷺ اس کی جامع تشریح متن بھی اکمل ہے اور تشریح بھی اجمل اور اس اکمل و اجمل امتزاج میں نہ کسی اضافے کی ضرورت ہے نہ ترمیم کی کہ تکمیل کے بعد اضافہ اور ترمیم بے کار ہو جایا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظامِ حیات پریشاں، آلودہ درماں اور بے سروساماں انسانیت کی رگوں میں یوں اُتر گیا ہے جیسے بادِ سحر گاہی کا نم، شاخِ گل کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے۔

اُن کی سیرت ہمیں دیتی ہے محبت کا پیام　　اُن کی تعلیم ہمیں درسِ وفا دیتی ہے

(اثر صہبائی)

جس کے فقرِ غیور کے آگے　　منفعل فرِّ قیصر و فغفور

☆

نبی کے ہر سخن میں ہے جھلک وحیِ الٰہی کی　　حدیثِ مصطفیٰ پر مرحبا کہیے، بجا کہیے

(حفیظ تائب)

لیا ہے آپ سے درسِ محبت اہلِ دنیا نے　　جہاں میں آپ کی پھیلی ہے خوش بو، یارسول اللہ

☆

نشیبِ فرش کو بخشے غرور و رعنائی　　فرازِ عرش کو روندے حضور کی سیرت

(راجا رشید محمود)

بتاتی ہے دنیا کو سیرت تمھاری　　کہ ناموسِ فطرت کے تم پاسباں ہو

مسخر تمھاری ادا سے ہے عالم　　کہ دشمن کے حق میں بھی تم مہرباں ہو

(منظور حسین منظور)

اُن کے اخلاق و فضائل کرتے ہیں واعظ بیاں　　متن قرآں دیکھ کر، تفسیر قرآں دیکھ کر

(صابر براری)

عنوانِ انقلاب ہے طاعت رسول کی　　ہے ایک زندہ معجزہ سیرت رسول کی

(محشر رسول نگری)

دشمنوں پر ہے مروّت اُن کی　　درگزر کرنا ہے عادت اُن کی

رہبروں کے لیے وجہِ تقلید　　ہر زمانے میں قیادت اُن کی

ہر قدم راہ دکھاتی ہے مجھے　　کیسی ضوریز ہے سیرت اُن کی

رسول ہاشمی ہے راحتِ جاں　　ہے تجھ سے آبروئے دین و ایماں

ترے انوار ہیں منظر بہ منظر　　تری خوش بو بہاراں در بہاراں

نشاطِ زندگی ہے یاد تیری　　ہے تجھ سے رونقِ بازارِ امکاں

تری سیرت متاعِ بے بہا ہے　　ترے اخلاق پر شاہد ہے قرآں

(حافظ لدھیانوی)

تسلیم و رضا، جود و سخا، صبر و تحمل / جو رسمِ حسن ہے وہ اسی گھر سے چلی ہے
صورت ہے کہ شہ کار ہے نقاشِ ازل کا / سیرت ہے کہ قرآن کی تفسیر جلی ہے

(تابش صمدانی)

تری سیرت کے صدقے سے ملی ہیں منزلیں ہم کو
چراغِ حق نما کیسا جلا رکھا ہے صدیوں سے
تجھے ہر دور نے مانگا، تجھے ہر دور نے چاہا
تری چاہت کو سینوں میں بسا رکھا ہے صدیوں سے

(اقبال نجمی)

رنگِ حیات کس نے نکھارا ترے سوا / انسانیت کو کس نے اُبھارا ترے سوا
کس نے دیا ہے دشمنوں کو دوستی کا درس / موڑا ہے کس نے وقت کا دھارا ترے سوا
کس نے مٹا کے بغض و حسد کی کدورتیں / نقشِ وفا دلوں میں اُتارا ترے سوا
اس قلزمِ حیات میں اے شافعِ اُمم / ہرگز نہ مل سکے گا کنارا ترے سوا

(قمر یزدانی)

اس کی سیرت ہے منارِ انوار / حسنِ اطوار ہے فطرت اس کی

(عارف رضا)

ہوں بزمِ دوستاں میں تو حرفِ سبک ہیں آپ / اور رزمِ دشمناں ہو تو کوہ گراں ہیں آپ

☆

مری نگاہ کا مرکز ہے بانکپن تیرا / کبھی عمل ترا دیکھوں، کبھی سخن تیرا
گزر رہے ہیں شب و روز کی تمنا میں / مرے چلن میں جھلکنے لگے چلن تیرا

☆

جو عہد بھی آئے تری سیرت پہ ہو نازاں / جو دور بھی آئے ترے کردار پہ اِترائے

(عارف عبدالمتین)

اندازِ حیات ان کا ہے قرآن سراپا / ہر آن ہے وہ جلوۂ زیبا تر و تازہ
انوار بداماں ہے بہر لحظہ وہ اُسوہ / وہ گلشنِ رحمت ہے ہمیشہ تر و تازہ

(حفیظ تائب)

آپ کا قول و عمل تفسیر ہے قرآن کی / اِتباعِ مصطفیٰ، معراج ہے انسان کی

(ماہرالقادری)

صاحبِ خلقِ عظیم آپ کی ذاتِ اقدس / وجہِ صد عظمت انساں ہیں رسولِ عربی
سیرتِ پاک ہے قرآں کے مطالب کی امیں / گویا خود آپ ہی قرآں ہیں رسولِ عربی

(حفیظ الرحمٰن احسن)

تیرا ہر ایک عمل وحیٔ الٰہی کی نمود / تیری سیرت ہے کہ قرآن کھلا دیکھتے ہیں
تو نے وہ ثبت کیے راہِ محبت میں نقوش / سب زمانے ترا نقشِ کفِ پا دیکھتے ہیں
جان سے بڑھ کے تری ذات کو رکھتے ہیں عزیز / ہم ترے چاہنے والوں کی ادا دیکھتے ہیں

(حافظ لدھیانوی)

کلامِ پاک کے دیکھو تو کھول کر اوراق / ہیں جا بجا شہِ دیں کے مکارمِ اخلاق

(عابد نظامی)

قرآں کی آیتوں میں سراپا ڈھلا ہوا / تمثیل بے مثال ہے کردارِ مصطفیٰ

(شورش کاشمیری)

لازم ہے کہ انسان زندگی کے تمام شعبوں میں نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ پاک کو اپنے سامنے رکھے، کیوں کہ... ''آپ ہر لحاظ سے حسن و جمال کا پیکر ہیں تقویٰ و پاکیزگی کا مظہر ہیں، وہ تمام پیغمبرانہ اوصاف جو چہرۂ نبوت کا غازہ ہیں۔ آپ کی ذات میں موجود ہیں، آپ کے رُخِ زیبا میں ہر نوع کے عشاق کے لیے تسکینِ نظر کا وافر سامان مہیا ہے۔ آپ خلاصۂ انسانیت ہیں، آپ کی کوئی ادا غیر جمیل نہیں، آپ سیرت و عمل کا بہترین نمونہ ہیں اور جسم و قالب سے لے کر روح کی گہرائیوں تک آپ میں حسن ہی حسن ہے۔''

گویا معاشرے میں سیرت و کردار کا حسن اُبھارنا ہی نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا۔ آپ کے پیشِ نظر معاشرتی اعتبار، تہذیبی وقار اور تمدنی نکھار تھا۔ ایک ایسے معاشرے کا قیام جس سے دنیا زندگی کے ہر میدان میں پارسائی کا سبق لے۔ آپ معلم تھے اور معلّم کی صنعت، روحِ انسانی ہوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت نے تاریخ کو ایسے انسان عطا کیے جو زندگی کے حقیقی مقصد سے آشنا تھے، جن میں خود آگاہی بھی تھی اور خدا آگاہی بھی، جن پر علم و نظر کی عظمتیں اور فکر و عمل کی رفعتیں ناز کرتی تھیں۔

لب کھلے جب نبی کی مدحت میں
پھول کھلنے لگے طبیعت میں

دین و دنیا کا امتزاج حسیں
نظر آیا انھی کی سیرت میں

مستنیر آپ کی حیات سے ہے
شان جو بھی ہے آدمیّت میں

حسن اور سادگی کے سب جوہر
ہوئے یک جا رسولِ رحمت میں

(حفیظ تائب)

جو بات ظلم سے نہ ہوئی پیار سے ہوئی
تہذیب زندگی ترے کردار سے ہوئی

تخلیق کائنات بھی صدقہ حضور کا
تزئین کائنات بھی سرکار سے ہوئی

(مظفر وارثی)

آپ ہیں خیر و برکت کی بادِ خنک
جود و رحمت کا ابرِ مطیر آپ ہیں

نبی کی سیرتِ عالم فروز کا پرتو
فروغِ حسنِ تمدن، تجلّیٔ تہذیب

(حفیظ تائب)

جہاں سے ہر بُرائی میرے آقا نے مٹا ڈالی
وہ جس نے اک نئی تہذیب کی آکر بنا ڈالی

آپ نے درسِ صداقت اہلِ عالم کو دیا
صادق الوعدو امیں ہیں سرورِ دنیا و دیں

جو تری جان کے دشمن تھے وہ بھی کہتے تھے
امین تو ہے، صداقت کی آبرو تو ہے

(راجا رشید محمود)

فقرِ غیور مسلک و مشرب ہے آپ کا
لیکن جلو میں سطوتِ کبریٰ دکھائی دے

ہے ان کی ذات خاتم پیغمبراں ثمر
ممکن نہیں کہ کوئی اب ان سا دکھائی دے

(عبدالکریم ثمر)

مشتاق تھے جو خالقِ ارض و سما کے آپ
رہتے تھے ہر گناہ سے دامن بچا کے آپ

اک پیکر جمیل تھے شرم و حیا کے آپ
فرطِ ادب سے چلتے تھے نظریں جھکا کے آپ

اُلجھا کسی حسیں سے نہ دامن نگاہ کا
بے داغ تھا شباب رسالت پناہ کا

(محشر رسول نگری)

طبیعت میں وہ قدرتی شرم جیسے
کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے

سرِ شاخِ گل، غنچۂ ناشگفتہ
جو بادِ چمن سے بھی شرما رہا ہے

(عبدالعزیز خالد)

عمل سے اپنے سکھلایا زمانے کو عمل کرنا
انھی کے فیض سے دنیا نے دورِ بےخزاں دیکھا

ہے درس علم و تہذیب و ادب سیرت محمد کی
رواداری کی ہر منزل میں اُن کو ضوفشاں دیکھا

(سہیل بنارسی)

مظہر انورِ رحمت، واقف اسرارِ دیں
خاتم پیغمبراں، محبوبِ رب العالمیں

بزمِ ہستی میں ترے دم سے چراغاں ہوگیا
نور سے تیرے چمک اُٹھی زمانے کی جبیں

مٹ گئی تاریک شب، پیدا ہوا، نورِ سحر
مسکرا اُٹھیں فضائیں، جگمگا اُٹھی زمیں

(حافظ لدھیانوی)

بانٹ دو ہر عہد کو خیرالبشر کی روشنی
حشر کی دیوار تک ہے ان کے در کی روشنی

آپ کا ہر سانس تہذیب و تمدن کا اصول
آپ کی خیرات ہے علم و ہنر کی روشنی

(مظفر وارثی)

زمانے کی نگاہوں نے بشر ایسا کہاں دیکھا
ملک کو جس کے ایوانِ شرف کا پاسباں دیکھا

عمل سے اپنے سکھلایا زمانے کو عمل کرنا
انھی کے فیض سے دنیا نے دورِ بےخزاں دیکھا

ہے درس علم و تہذیب و ادب سیرت محمد کی
رواداری کی ہر منزل میں ان کو ضوفشاں دیکھا

درخشاں عالمِ امکاں میں ہے خلقِ عظیم ان کا
کرم کی روشنی سے پُرضیا کون و مکاں دیکھا

بہت آئے نظر لیکن سہیلؔ اس شان کا بندہ
نہ بالائے فلک دیکھا، نہ زیرِ آسماں دیکھا

(سہیل بنارسی)

جس کی سیرت کا ورق طائف بھی ہے خیبر بھی ہے
جو ظہورِ حق بھی ہے مُظہر بھی ہے، مَظہر بھی ہے

جس نے تہذیب و تمدن کو مؤدّب کردیا
وحشیوں، صحرا نشینوں کو مہذب کردیا

ذوق کو پاکیزگی، وجدان کو تقدیس دی
ذہن کو تابندگی، فکر و نظر کو روشنی

(ماہرالقادری)

انساں کو ان کے خُلق نے انساں بنا دیا
ذرّے کو آفتابِ درخشاں بنا دیا

☆

دیباچۂ نجات ہے سنت رسول کی
سرمایۂ حیات ہے حکمت رسول کی

فرقانِ خیر و شر ہے نبوت رسول کی
ہر چیز کو محیط ہے سیرت رسول کی

اس سے حیات کا کوئی گوشہ بچا نہیں
دنیا میں اور کوئی رہِ ارتقا نہیں
(محشر رسول نگری)

میرا مقصودِ نظر ہے وہ نگارِ زندگی
جس کا خود مشتاق ہے پروردگارِ زندگی
حلم و عفو و درگزر کا ایک نقشِ دل نواز
وہ کہ جس کی ہر ادا ہے اعتبارِ زندگی
پیکرِ لطفِ عمیم و مظہرِ خلقِ عظیم
ان کی ہستی باعثِ نقش و نگارِ زندگی
(راز کاشمیری)

کاٹی ہر ایک ظلم کی زنجیر آپ نے
ہر تیرگی کو بخش دی تنویر آپ نے
انسان کے ضمیر کی، کردار و فکر کی
تہذیب کی ہے آپ نے، تعمیر آپ نے
حسنِ عمل کا درس زمانے کو دے دیا
یوں کی حدیثِ عشق کی تفسیر آپ نے
کی شاہ کار پر تو حُسنِ وجود سے
بے رنگ کائنات کی تصویر آپ نے
چھو کر فرازِ عرش بڑھا دی کچھ اور بھی
انسان کے مقام کی توقیر آپ نے
(محسن احسان)

تاریخ محمد کا نشانِ کفِ پا ہے
یہ بات غلط ہے کہ قدم کچھ نہیں لکھتے
(وقار اجمیری)

زندگی کا کوئی نظام، فکر کا کوئی منشور اور سوچ کا کوئی رُخ اس وقت تک بہترین نتائج پیدا نہیں کرسکتا جب تک اس کے ساتھ صاحبِ فکر کا اپنا کردار شامل نہ ہو کہ انگیٹھی اُس وقت تک کمرے کو گرم نہیں کرتی جب تک وہ خود انگارا نہیں بنتی۔ سوز و تپش سے خالی دل، یخ بستہ سینوں کو سیماب کا اضطراب کیسے دے سکتا ہے، لفظی خوش نمائی، دلوں کی ویران پگڈنڈیوں کو بہار کی رعنائی عطا نہیں کرسکتی، گویا عمل کا حسن ہی فکر کو تاثر عطا کرتا ہے، نبی پاک، انبیائے کرام کی طویل فہرست کا مطلع بھی تھے اور مقطع بھی۔ انھوں نے قرآن پاک کو ایک ضابطے کے طور پر پیش کیا اور اس ضابطے کی عملی تکمیل اپنی سیرت سے کردی، نتیجہ معلوم کہ اُن کے رُخِ کردار نے اُن کے پیش کردہ دستور کو ازلی، ابدی اور عملی بنا دیا۔ اُسوہ و اُصول کی یہی وہ جامعیت ہے، جس کی بنا پر دینِ اسلام قابلِ تحسین بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔ مولانا سلیمان ندوی کے الفاظ میں ”محمد رسول اللہ ﷺ کا وجودِ مبارک ایک آفتابِ عالم تاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، ریتیلے میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت، اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے یا ابرِ باراں تھا جو پہاڑ اور جنگل، میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر

جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا۔“

کون ثانی مرے حضور کا ہے
خلق میں، صدق میں، امانت میں
کون ہم سر شہِ انام کا ہے
عدل و احساں میں، خیر و برکت میں
آسماں کی نظر نے کب دیکھا
عابد ان سا زمیں کی وسعت میں

☆

وجد میں آدم ہے اوجِ آدمیّت دیکھ کر
مصطفیٰ کا شیوۂ تکمیلِ سیرت دیکھ کر
آپ کو مانا گیا سب سے بڑا تاریخ ساز
زیست کے ہر موڑ پہ شانِ قیادت دیکھ کر
شمعِ ایماں ہر دلِ تاریک میں روشن ہوئی
چہرۂ اقدس پہ انوارِ صداقت دیکھ کر
اہلِ دانش نے اُسے مانا ہے منشورِ حیات
شرعِ محبوبِ خدا کی جامعیت دیکھ کر
(حفیظ تائب)

راہِ طلب میں نورِ ہدایت کہیں جسے
وہ مسلکِ حیات میں سالارِ کارواں
احسان و لطف و مہر و مروّت کا پاسدار
اقدارِ امن و صلح و محبت کا پاسباں
وحشت کے غم کدے میں وہ انصاف کی کرن
ظلمت کے تیرہ زار میں تنویرِ بے کراں
عنوانِ ہست و بود میں سیرت حضور کی
دنیا و دیں میں فہم و فراست کی داستاں
(محمد عاشق)

سرچشمۂ اقدارِ منور تری سیرت
سرنامۂ پیشانیِ خاور تری سیرت
زیبائیِ افکار کا مصدر ترے انوار
رعنائیِ کردار کا جوہر تری سیرت
تخلیق کے چہرے کی ضیا ہے تری ہستی
تہذیب کے ماتھے کا ہے جھومر تری سیرت
(حفیظ تائب)

اخلاق کے شانے سے، اے جانِ کرم تو نے
ایک ایک خمِ گیسو، ہستی کا سنوارا ہے
(اختر الحامدی)

اس کو اللہ ولی کہہ کے مراتب بخشے
ان کی سیرت جو کسی شخص کے اندر چمکے
(راجا رشید محمود)

کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہوا

دستِ دُعا اٹھی کے لیے عرش تک بلند   ہے جن کی آستین میں خنجر چھپا ہوا

(ظفرعلی خاں)

مخدومِ کائنات، شہنشاہِ بحر و بر   لیکن جلو میں جاہ وحشم ہے نہ کروفر
اُمت کے واسطے ہیں دو عالم کی نعمتیں   نانِ جویں پہ ہے مگر اپنی گزر بسر
شہرہ ہے ان کے جود و کرم کا گلی گلی   چرچے ہیں التفاتِ نظر کے نگر نگر

(عبدالکریم ثمر)

بصیرتوں کے ہیں مخزن نقوش پا اس کے   متاعِ دیدہ وراں ہے ہر اک ادا اس کی
اسی کا قول ہی قندیل راہِ ہستی ہے   ہر ایک دور میں سیرت ہے رہنما اس کی

(حافظ لدھانوی)

اخلاق، علم، عدل کا معیار آپ ہیں   انسانیت کے قافلہ سالار آپ ہیں
ایک ایک لمحہ جس کا زمانے کو حفظ ہے   تاریخِ زندگی کا وہ کردار آپ ہیں

(مظفروارثی)

وہ جن کا حرف حرف ہے منشورِ زندگی   وہ جن کی ہر ادا ہوئی رائج، نگر نگر
اخلاق وہ کہ سنگ سے دل بھی پگھل گئے   تعلیم وہ کہ بن گئے رہزن بھی راہبر
ایسا قیام جس سے قیامت پہ ہو یقیں   ایسا سجود، جس سے ہو مسجود کی خبر
ایسا رکوع جس سے کمانِ اُفق خجل   ایسا سلام، جس کو تکے کعبہ گھوم کر
ایسی نماز جس پہ خدائی نثار ہو   ایسی دعا کہ جس سے ہم آغوش ہو اثر

(جمشید چشتی)

بخشا سکوں حضور کے فیضانِ عام نے   دیکھا سحر کا نور زمانے کی شام نے
پیرایۂ حیات ہے سرمایۂ نجات   پیغام جو دیا ہے رسولِ انام نے
محبوبِ کبریا کی حیات جمیل سے   پایا ہے افتخار بقائے دوام نے

(محمد افضل فقیر)

غبارِ راہ کو شائستۂ بہار کیا   غریب شہر تھا مولا نے شہر یار کیا
محبتوں کے عجب حرف لوحِ دل پہ لکھے   شفاعتوں کو معانی سے ہم کنار کیا
عدو کے واسطے بھی خیر کی دعا مانگی   رفاقتوں کی روایت کو استوار کیا

غرورِ خود نگری پاؤں سے کچل ڈالا   حصولِ دولت و حشمت کو بے وقار کیا
لباسِ فقر کو خلعت سے معتبر جانا   منافقت کے لبادے کو تار تار کیا
وہ آفتابِ حقیقت وہ ماہتابِ صفا   وہ جس نے علم کو منشورِ اعتبار کیا

(محسن احسان)

جمالِ کون و مکاں گرد کاروانِ نبی   جلال فقر و غنا ہم رکاب شاہِ اُمم
ستم کشوں کے لیے شفقتِ امامِ رُسل   ستم گروں کے لیے احتسابِ شاہِ اُمم
نشانِ امن و اماں کارزارِ ہستی میں   پناہِ عالمیاں ہے جنابِ شاہِ اُمم
سب آبروئیں، لہو، مال، بیش قیمت ہیں   یہی تھا آخری حج میں خطاب شاہِ اُمم

(حفیظ تائب)

آپ کے اقوال بھی دل پذیر ہیں، اعمال بھی دل آویز اور احوال بھی دل نواز۔ اُن کے لیے جو آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، المیہ یہ ہے کہ آج ہماری اکثریت آخرت کی جواب دہی سے بے نیاز اور ذکرِ الٰہی کی حلاوت سے محروم ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثریت اُسوۂ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش نہیں کرتی۔ نتیجہ معلوم کہ اُس کا ایمان زناری اور دانش افرنگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران (آیت:۳۱) میں نبی پاک ﷺ کی زبان سے کہلوایا کہ ''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اِتباع کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ مٹا دے گا۔'' اور پھر سورۂ حشر (آیت:۷) میں تاکید فرمائی کہ ''تمھیں جو کچھ رسول دے، لے لو، جس سے روکے، رُک جاؤ۔''

افسوس کہ ہمارا دل یقین اور محبت دونوں سے خالی ہے، نہ ہمیں اپنی کسی بات کی جواب دہی کا احساس ہے نہ اعمال میں اُسوہ وسنت کا کوئی رنگ، صرف اقوال کی خوش نمائی ہے اور اعمال کی سیہ دلی ہمارے کردار وعمل پر نوحہ کناں ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک بچہ اگر ہمیں کہہ دے کہ تمھارے کُرتے میں بچھو ہے تو ہم بغیر کسی تساہل کے، کُرتا اُتار پھینکتے ہیں، اللہ اور اس کا رسول ﷺ بار بار قبر کے بچھوؤں، سانپوں اور جہنم کے شعلوں سے ہمیں ڈراتے ہیں، مگر ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے، افسوس کہ ہم دینی اعتبار سے شکوک و شبہات میں گھرے ہوئے ہیں اور مغلوبِ گماں لوگ ایمان وایقان کی عظمت سے تہی ہوا کرتے ہیں۔

مہر و وفا و صدق و صفا، بخشش و عطا   لوحِ جہاں پہ نقش ہے احسانِ مصطفیٰ

کج بینیِ شعور ہو، کج بحثیِ خیال   سیرت میں ہے خرابیٔ احساس کی دوا
وجدان میں تلاشِ حقیقت کی ابتدا   احساس میں فروغِ صداقت کی انتہا

☆

ترے فیضِ نظر سے آبروئے گوہر معنی   ترے جوشِ کرم سے اعتبارِ ابر نیسانی
ترا نقشِ قدم سجدہ گہِ مہر و مہ و انجم   تری گردِ کفِ پا سے جبینِ شوق نورانی

(محمد عاشق)

اُن کی سیرت پر پرکھنا اپنا ہر فکر وعمل   زیست کے ہر موڑ پر اُن کا اشارہ دیکھنا

(اثر صہبائی)

رہ نما گر نہ ہو وہ سیرتِ پاک   ہر مسافر بھٹک بھٹک جائے
ہر جادہ کشِ جور کی قوت تری رحمت   ہر رہروِ شب گشتہ کو رہبر تری سیرت
وہ سیّد انام کی نوریں حیات ہے   جس نے ہر ایک دل کو دیے تازہ ولولے

(حفیظ تائب)

ہم زمانے میں رہیں گے خستہ حال وخوار و زار   پیروی سیرت کی ہم میں جب تلک مفقود ہے

☆

سبق جس نے زمانے کو دیا مہر و اُخوت کا   وہ جس کی ذات بن کر رحمۃ للعالمیں آئی

(راجا رشید محمود)

تیری سیرت کی نہیں ملتی زمانے میں مثال   اے امام المرسلیں، اے رحمۃ للعالمیں
تیرے ارشادات سے انسانیت کو مل گیا   نغمۂ توحید، ذوقِ آگہی، نورِ یقیں

☆

سبق دیتا ہے ہم کو نقش اطہر اس کی سیرت کا   عدالت کا، صداقت کا، امانت کا، سخاوت کا
مٹی ظلمت، زمانہ حلقۂ انوار میں آیا   نظر آیا رُخِ رنگیں ہمیں صبحِ سعادت کا
نقوشِ سیرتِ اطہر خیالوں میں چمکتے ہیں   کیا ہے اس طرح پاکیزہ اس نے رنگ خلوت کا

☆

ہر اک ادا ہے شمعِ ہدایت لیے ہوئے   جو رہ نمائے زیست ہے سیرت اسی کی ہے
اس کی نوازشوں سے ہے ہر ذرّہ فیض یاب   عالم کو جو محیط ہے رحمت اسی کی ہے

اس کا ہر اک قول ہے ایمان کی دلیل   جو سب سے معتبر ہے شہادت اسی کی ہے

(حافظ لدھیانوی)

اور کیا تاریک ذہنوں کو گواہی چاہیے   پتھروں سے پھوٹتی ہے شیشہ گر کی روشنی
ان کا صدقہ، اُن کا فدیہ، اُن کی دین ان کی عطا   فکر کی، احساس کی، دل کی، نظر کی روشنی

(مظفر وارثی)

تری ہر بات کا قصہ چلے گا   قیامت تک یہی سکّہ چلے گا
تری سیرت، تری سنت چلے گی   ترا مسلک، ترا شیوہ چلے گا
سبھی معیار ثابت ہوں گے وقتی   ہمیشہ بس ترا اُسوہ چلے گا

(روحی کنجاہی)

کافری ہر ہر قدم پر مجھ کو بہکاتی رہی   سیرتِ سرکار لیکن راہ دکھلاتی رہی

(قیصر وارثی)

جس نے دنیا میں ترے نقشِ قدم کو چھوڑا   چشمِ عالم نے اُسے اشک فشاں دیکھا ہے
جس گلستاں کو نظر نے تری سیراب کیا   اس میں ہر آن بہاروں کا سماں دیکھا ہے

(اسرار احمد سہاروی)

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں   حیاتِ مصطفیٰ کو سوچنا اوّل سے آخر تک

(صبیح رحمانی)

قانونِ مصطفیٰ ہے ہر اک مسئلے کا حل   اس راہ پہ چلیں تو سہی، ابتدا تو ہو
ہر کربلائے زیست میں ثابت قدم رہیں   حبِ نبی سے پائے ارادت بندھا تو ہو
حرفِ غلط کی طرح سب امراض دُور ہوں   حاصل درِ حضور کی خاکِ شفا تو ہو

(راجا رشید محمود)

آفتابِ سیرت خیرالوریٰ درکار ہے   اس اندھیرے میں نظامِ مصطفیٰ درکار ہے
پھر وہی ماہِ حرا، مہر صفا درکار ہے   پھر اُسی دور سعادت کی ضیا درکار ہے
جس سے آجائیں نظر فکر وعمل کے خدوخال   نسلِ انسانی کو ایسا آئینا درکار ہے
دونوں عالم میں فلاح و منفعت کے واسطے   اُسوۂ خیرالبشر، خیرالوریٰ درکار ہے
دشمنِ جاں کو بھی جس نے جان و دل سے دی اماں   زندگی کی راہ میں وہ رہنما درکار ہے

راز اُن کی یاد ہے بیمار روحوں کا علاج — جسم کے ہر روگ کو ان کی ردا درکار ہے

(رازکاشمیری)

کیا مجھ سے بیاں ہوں ترے اوصاف کہ آقا — تو حیطۂ امکان و تخیل سے ورا ہے
میں بندۂ کج فکر و فرومایۂ عالم — تو زینت کونین ہے، ممدوحِ خدا ہے
وہ صورتِ احوال ہے درپیش کہ جس سے — احساس فسردہ ہے سخن آبلہ پا ہے
افسوس ترے دین سے بیگانہ ہوئے ہیں — وہ لوگ ترے نام سے یاں جن کی بقا ہے
جو قوم کبھی باعثِ توقیر اُمم تھی — وہ آج زبوں حال ہے، بے برگ ونوا ہے
جس قوم کے دم سے تھا بھرم لالہ وگل کا — اس قوم کی تقدیر میں شبنم نہ صبا ہے
ہر شخص ہے لیلائے زر و سیم پہ شیدا — ہر شخص کی فطرت میں کدورت ہے ریا ہے
ہرسُو ہیں غم و کرب کی سنگین چٹانیں — ہر سمت یہاں نالہ و شیون ہی بپا ہے
مٹ جائے گا انسان تری راہ سے ہٹ کر — یہ وقت کی تحریر ہے گردوں کی صدا ہے

(احمداریب)

یہ ایک بات مقدم ہے آگہی کے لیے — حضور آئے ہیں تکمیلِ بندگی کے لیے
وہاں حضور نے روشن کیے چراغِ عمل — جہاں نگاہ ترستی تھی روشنی کے لیے
یہ جاگتا ہوا احساس آپ ہی نے دیا — جئیں امیر، غریبوں کی زندگی کے لیے
وہاں حیات کو گم راہیوں کا خوف نہیں — جہاں حضور کی سیرت ہے رہبری کے لیے

(وجاہت حسین وجاہت)

چلو نقشِ قدم پر مصطفیٰ کے — اسی میں کامیابی ہے، بقا ہے
فلاحِ دین و دنیا ہے اسی میں — یہی منشورِ آیاتِ خدا ہے

☆

جس میں ہو اُسوۂ محبوبِ دوعالم کی جھلک — ایسی صورت کوئی آئینۂ کردار میں ہو
وہ تو خاموش نگاہوں کی بھی سنتے ہیں صدا — گر ندامت کا اثر قلب گنہ گار میں ہو

(حافظ لدھیانوی)

نظر کے ریگ زاروں کو متاعِ نقشِ پا دے دو — میں ہوں تاریک راہوں میں اُجالوں کا پتا دے دو
جہالت کے اندھیروں کی فصیلیں جس سے گرجائیں — مرے ہاتھوں کو ایسا علم کا روشن دیا دے دو

(صبیح رحمانی)

سطحِ زمیں پہ زر کا بھنور آج بھی تو ہے — شہرِ منافقاں میں بشر آج بھی تو ہے
سلطان بحر و بر، ترے قدموں کی منتظر — اشک رواں کی راہ گزر آج بھی تو ہے
میں نے ہی اپنے گھر کے دریچے کیے ہیں بند — ورنہ کھلا ہوا ترا در آج بھی تو ہے

(ریاض حسین چودھری)

رہِ وفا میں، میں اُن کی مثال بن جاؤں — پسند جن کے نبی کو سبھی اُمور آئے
اطاعتوں کا وہ موسم ہمیں میسر ہو — نظر حضور کی سیرت ہی نزد و دُور آئے

(عزیزاحسن)

یوں سمجھیے

نبی کریم ﷺ شاہد خلق ہیں، حکم ماننے والوں کو خوش خبری سناتے اور نافرمانوں کو ڈراتے ہیں۔ اَن جانوں کی پناہ، اللہ کے بندے اور رسول۔ سب کام کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ عادت کے سخت نہ بول چال میں کرخت، اُن کا کام ایک اللہ کی وحدانیت کو قائم کر دینا ہے۔ اُن کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان دیتی اور غافل دلوں سے پردہ اُٹھا دیتی ہے۔ ہر ایک خوبی سے آراستہ، ہر ایک خلقِ کریم سے عطا یافتہ، سکینہ اُن کا لباس ہے، نکوئی اُن کا شعار ہے۔ اُن کا ضمیر تقویٰ ہے، اُن کا کلام حکمت ہے، صدق و وفا اُن کی طبیعت ہے، عفو و احسان اُن کی عادت ہے، عدل اُن کی سیرت ہے، سچائی اُن کی شریعت ہے اور ہدایت اُن کی راہ نما ہے۔ ملت اُن کی اسلام ہے اور احمد ﷺ اُن کا نام ہے۔

حرفِ آخر

وہ حسنِ خُلق کراں تا کراں نہیں ملتا
بیانِ حسن کو حسنِ بیاں نہیں ملتا

پروفیسر محمد اکرم رضا

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی بہارِ جاوداں
(اردو نعت کے آئینے میں)

آج بزمِ کونین میں جدھر دیکھیے نعتِ رسول ﷺ کے نعرہ ہائے قدسی گونج رہے ہیں۔ افکار کی وادیاں ہو یا ابلاغ و اظہار کی وسعتیں، تصنیف و تالیف کے مراحل ہوں یا تبلیغ و اشاعت کے سلسلے، عشق و عقیدت کی جولاں گاہ ہو یا اسرارِ فطرت کی جمال آفرینیاں، الفاظ کا زیر و بم ہو یا حسنِ صورت کی جلوہ گری، منبر و محراب کی تقدس آفرینی ہو یا محافلِ میلاد کی بہار سامانی، جدھر دیکھیے، جدھر بھی سماعت کی قوت کو اِذنِ پرواز دیجیے، نعت و مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کی بہار سامانی قلب و نظر کو شادکامی عطا کرتی نظر آئے گی۔ اصحابِ علم و فضیلت ہوں یا اربابِ فہم و دانش، نغمہ سرایانِ وقت ہوں یا معرفت کے خلوت کدے، یاد کرنے والے صوفیا و اتقیا، سب کے لبوں پر نعت اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے آہنگ میں لپک رہی ہے:

خدا کی حمد پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصے
مرے مضموں ہیں، جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

شعر کہنے کے شعور نے شاعری کے حسنِ تقدس یعنی جمالِ نعت سے آشنا کر دیا۔ شاعری تو حسن و ادا ہے۔ لفظوں کو بحور و اوزان کے پیمانے میں سمونے کا نام ہے مگر جب اس پیمانۂ سخن گوئی کو حسنِ دوام بخشنے کا وقت آتا ہے تو پھر نعت کی بہار جاودانی سخن گوئی کی معراج بن کر اپنی ہمہ گیری کا سکہ منوا لیتی ہے۔ زبردستی نہیں بلکہ محبت سے، مجبوراً نہیں بلکہ اپنی تاثر آفرینی سے، جلالِ فکر و فن سے نہیں بلکہ جمالِ سخن وری سے، اصناف کے پُرغرور بانکپن سے نہیں بلکہ سوز و گداز کے والہانہ پن سے اور پھر جب نعت کا سکہ چلتا ہے تو وقت کی ہر قلمرو اس کی عظمت سے آباد اور زمانے کی ہر کروٹ اس کے کمالِ عشق و عقیدت سے پُر بہار نظر آتی ہے، وقار صدیقی کے لفظوں میں:

آتے ہیں، وقارؔ، اب تو تغزل کو پسینے
نعتِ شہِ ابرار کا وہ رنگ جما ہے

عرب سے عجم تک نعت نے اپنی حکمرانی کا سکہ منوایا تو پھر زمانے کا زمانہ اُدھر ہی کو چل پڑا۔

اور وہ نعت جسے تبرک کا درجہ دے کر کسی بھی کتاب کا حرفِ آغاز بنا رکھا تھا کہ خدا کرے اس کے صدقے میں انجام اچھا ہو، اسی نعت کے پیغام کو عالم گیریت عطا کر کے ہر جگہ ہر مقام پر پہنچا دیا گیا۔ اور صنفِ نعت بھی ایسی خوش بخت تھی کہ جوں جوں جملہ اصنافِ سخن اس کی جانب متوجہ ہوئیں اس کا دامن فراخ سے فراخ تر ہوتا گیا۔ آج زمانے بھر میں شاید ہی کوئی موضوع ہو جس نے نعت کو وسیلۂ اظہار نہ بنا رکھا ہو۔ سلطانِ دو عالم ﷺ کی نورانیتِ لازوال، آپ کی بشریتِ بے مثال، آپ کے خصائص و معجزات، آپ کی صفات و برکات، آپ کے حسنِ صورت کی تابانیاں، آپ کے کمالِ سیرت کی جولانیاں، آپ کے جلوہ ہائے ظاہر کی برکاتِ قدسیہ، آپ کے حسنِ باطن کی عنایاتِ بے بہا، عظمتِ اسلام کے فسانے، شوکتِ ایمان کے ترانے، محسنینِ اسلام کے کارنامے، عشاقِ رسول ﷺ کی جاں سپردگی کی داستان ہائے نور، ہر دور میں اسلامیانِ عالم پر ٹوٹنے والے طوفانِ بلاخیز کے قصہ ہائے رنجور۔ قرآنِ حکیم کی تجلیاتِ بے کراں، احادیثِ مصطفوی ﷺ کی جگمگاتی ہوئی کہکشاں آقائے دو عالم کے حضور امت کی زبوں حالی کا نوحہ، بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں خدامِ الم رسیدہ کے آنسوؤں کا سیلابِ بلا، غرضے کہ نعت میں فرد سے لے کر اُمتِ اسلام پر ٹوٹنے والے اجتماعی آلام کی داستانِ غم بھی ملتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوازش ہائے بے بہا پر ہدیۂ تشکر بھی۔ شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جسے موضوعِ نعت نہ بنایا گیا ہو۔ اور یہ تلازمِ نعت کی بے کراں وسعتیں ہیں جنھوں نے تمام موضوعات اور اسالیب کو اپنے دامن میں سمو لیا، اور بلاشبہ یہ صاحبِ نعت ﷺ کا کرم اور نعت کا فیضان ہے:

ان سے گر ربط نہ ہوتا تو گلِ ہستی کو
کن عذابوں سے گزرنا تھا گہر ہونے تک

نعت کے حوالے سے اگر ہم محض موضوعات کے لکھنے پر ہی اکتفا کریں تو ایک سیر حاصل کتاب مرتب ہو جائے۔ یہاں ہمارا مقصود دو موضوعات سے ہے جو نعت کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک صورتِ مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات کی ہمہ گیری اور دوسرے سیرتِ رسول ﷺ کی جلوہ افروزی۔ چونکہ نعت بذاتِ خود تعریف و توصیفِ محمد ﷺ سے عبارت ہے، اس لیے محبوب کی توصیف بطورِ خاص صورت اور سیرت کے بیان کا تقاضا کرتی ہے۔ باقی تمام موضوعات از خود ان دو عنوانات کی جامعیت میں سمٹ آتے ہیں۔ اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کی ذاتِ والا صفات پر محبوبیت کی تمام تر رفعتیں تصدق ہونے لگتی ہیں۔ جسے خدا نے ''محمد'' بنایا، ''احمد'' کا لقب عطا فرمایا، ''رحمۃ للعالمین'' کا تاج اس کے سرِ پُر انوار پر ٹکایا، شفاعت کو اس کا معیارِ رحمت فرمایا، جس کے جمالِ جہاں آرا کے ظہور کو

وجہ وجودِ کائنات ٹھہرایا۔ چاند ستاروں کی ضیا پاشی کو جس کے حسنِ جہاں گیر کی ادنیٰ جھلک سے یاد فرمایا، جس کی صورت کو عشاق کے دلوں کے خلوت کدوں میں بسایا، جس کے ہاتھ کو دستِ قدرت قرار دیا، جس کی زبان کو وحیِ الٰہی کا ترجمان قرار دیا، جس کی چشمانِ مبارک کو ''مازاغ'' کا سرمۂ نور عطا فرمایا، جس کے حسن کو جملہ انبیا و رسول سے بڑھ کر فضیلت دی اور تمام انبیا کے معجزات پر جس کے معجزات و خصائص کو جامعیت اور فضیلت عطا فرمائی، جسے اپنے نور کا مظہر قرار دیا، اس کے حسنِ ظاہری و باطنی کی عظمتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ قرآنِ حکیم خود شرحِ انوارِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ربِ کریم خود ہر گھڑی ہر آن شہ کارِ نورانیت پر درود بھیج رہا ہے۔ فرشتے خدائے قدوس کے حکم کی بجاآوری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درودوں کی سوغات نچھاور کرنے میں مصروف ہیں۔ ہر صاحبِ ایمان اپنے عشق وعقیدت کے تقاضوں کی عملی اور روحانی بجاآوری کے لیے حسن و جمال کو دل میں بسا کر سنتِ خداوندی میں لاتے ہوئے صلوٰۃ وسلام کا ارمغانِ شوق پیش کر رہا ہے۔ شعرا کے نعتیہ دیوان جمالِ رسول ﷺ کے تذکارِ نور سے بھرے پڑے ہیں۔ محمد (ﷺ) کا نامِ نامی اسمِ گرامی اہلِ ایمان سے ''محمدیت'' کی شانِ محبوبی کو اجاگر کرتے ہوئے آپ کے حسنِ لازوال کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت بخش رہا ہے۔ ایک صاحبِ ذوق کے لفظوں میں:

جب اس مصور نے جلوہ گاہِ جمالِ احمد کی ابتدا کی
تو ان نگاہوں سے مہر و ماہ و نجوم کو روشنی عطا کی

نعت کا دوسرا اہم ترین موضوع جو حسنِ نعت کا تقاضا بھی ہے اور بطورِ خاص عہدِ حاضر کا آوازہ بھی، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مطہرہ کی جلوہ گری ہے۔ ماضی کے نعتیہ مجموعوں میں ہمیں صورتِ محمدی ﷺ کے بحرِ بے کنار کے مقابلے میں سیرتِ حضور کا تذکرہ نسبتاً کم ملتا ہے بلکہ بعض نعتیہ دیوان تو اس سے خالی نظر آتے ہیں۔ اس کا سبب ہرگز یہ نہیں کہ وہ نعت گو شعرا سیرتِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمہ گیری سے غافل تھے۔ یہ ایک فطری سبب ہے کہ نگاہوں کو اوّلین تاثر میں حسنِ ظاہری و باطنی ہی زیادہ متاثر کرتا ہے۔ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت حسانؓ بن ثابت تک سب ہی جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی طلعتوں میں کھوئے رہے۔ جب محبوبِ خدا کا جمالِ جہاں آرا نگاہوں کے روبرو تھا تو دلوں کے قبلے از خود درست ہو رہے تھے۔ چہرۂ والضحیٰ کی ایک ایک جھلک ایمان کے فکری اور عملی تقاضوں سے بہرہ ور کر رہی تھی۔ اقبالؔ نے سیّدنا صدیقِ اکبر کی فکرِ پاکیزہ اور طائرِ عشق کی پرواز کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

معنیِ حرفم کنی تحقیق اگر　　بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی　　از خدا محبوب تر گردد نبی

(رموزِ بےخودی)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ''حضور سرورِ عالم ﷺ کے وجودِ مبارک میں وحیِ الٰہی، معجزات اور دیگر دلائلِ نبوت کا اثر وظہور نہ بھی ہوتا تو آپ کا چہرۂ مبارک ہی آپ کی دلیلِ نبوت کو کافی تھا۔'' (زرقانی علی المواہب، ص۲۷)

اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمالِ صورت کو نگاہوں میں بسانے کے لیے ایک زمانہ نہیں بلکہ تمام زمانے تڑپتے رہے اور آج بھی اس جمالِ بے مثال کی ایک جھلک کو خواب میں دیکھنے کے لیے ہر صاحبِ ایمان درود وسلام کے گل ہائے سدا بہار بارگاہِ رسالت مآب میں نذر کر رہا ہے۔ آپ کے حسن و جمال کی تمام تر اثر آفرینی اپنی جگہ مگر یہ بھی تو ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جہاں صورتِ مصطفیٰ ﷺ کی تابانیوں نے زمانے کو اپنی جانب متوجہ کیا وہاں آپ کی عالم گیر سیرت نے ہر زمانے کو تسخیر کرلیا۔ قرآنِ حکیم خود آپ کی سیرتِ قدسیہ اور اسوۂ حسنہ کی سربلندی کی ابدی گواہی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه

''اے اصحابِ ایمان! تمھارے لیے اللہ کے رسول کا کردار ہی بہترین نمونہ ہے''

یہ آپ کے لازوال کردار کی جامعیت ہی کا کمال تھا کہ خدائے کریم نے آپ کے وجودِ اقدس کو اپنا احسانِ عظیم قرار دیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا○

''بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ انھیں اپنا رسول عطا فرمایا''

اس رسولِ معظم ﷺ کی تشریف آوری نے زمانے کا رُخ بدل دیا۔ آپ کے وجود کو خدا اپنا عظیم احسان قرار دے رہا ہے۔ زمانہ شاہد ہے کہ اس عظیم احسان کے فیضانِ عام نے ہر ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ سیرتِ قدسیہ کی ایسی بہار دکھائی کہ دنیا قیامت تک جس کی برکات سے خوشہ چینی کرتی رہے گی۔ جب آپ کی سیرت کا آفتاب اُبھرا تو ابھرتا ہی گیا۔ نصف النہار پر پہنچا تو ہر زوال سے

بے نیاز ہوگیا کیوں کہ خالقِ کونین نے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

فرما کر آپ کے ذکر کو ہمیشہ کے لیے سربلند کردیا۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا آفتاب ہر قسم کے زوال اور گہن سے نا آشنا ہے۔ یہ وہ گلِ باغِ توحید ہے جو خزاں سے نا آشنا ہے، وہ ماہتابِ صدانوار ہے جو جگمگایا تو جگمگاتا ہی گیا اور ہر آنے والا دور اس کی جگمگاہٹ سے دل و جان کو ہی نہیں بلکہ افکار و کردار کو بھی منور کرنے لگا:

چشمِ اقوام یہ نظارا ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

یہ آپ ہی کی سیرتِ طیبہ کا فیضانِ عام تھا کہ پتھر دل موم ہونے لگے۔ لاتعداد اصنام کی پرستش کرنے والے خدائے واحد پر ایمان لے آئے، کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے انوارِ توحید کے طلب گار بن گئے، بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کرنے والے ان کی عفت و عزت کے نگہبان بن گئے، بات بات پر خون کا بازار گرم کرنے والے امن و سلامتی کے علم بردار بن گئے، عورتوں کو قدموں کی جوتوں سمجھنے والے انھیں نشانِ غیرت سمجھنے والے بن گئے، ماں باپ کے بڑھاپے کو بوجھ تصور کرنے والے ان کے قدموں میں جنت تلاش کرنے لگے، ظلم و تشدد کے خوگر اخوت و رحمت کے مظہر بن گئے، شراب کو اعزاز اور قمار بازی کو افتخار سمجھنے والے انسانی اقدار کی سربلندی کے لیے میدانِ عمل میں اُتر آئے، وحشت و بربریت کو زندگی کا معیار سمجھنے والے صلح و امن کے علم بردار بن گئے، کمزور و بے کس کی عزت سے کھیلنے والے ان کے سر پر دستِ شفقت کی چھاؤں کرنے لگے۔ عجب انقلاب تھا کہ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ تبدیل کرکے رکھ دیا۔ یہ سب سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرتِ اطہر کا کمال تھا کہ خدا نے جس کے ہر آنے والے زمانے کو گزرنے والے زمانے سے اولیٰ تر قرار دیا ہے اور ''وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث'' کہہ کر بھی تعلیم دی گئی کہ اگر میرے انعامات کا صحیح معنوں میں چرچا مقصود ہے تو میرے انعامِ خاص (محمد رسول اللہ) کی تعلیمات سے روشنی لو جن کی سیرت ہر دور میں آفتابِ تازہ کی صورت ظلمتوں کے پردے چاک کر رہی ہے:

سبیل ہے اور صراط ہے اور روشنی ہے
اِک عبد مولیٰ صفات ہے اور روشنی ہے

(افتخار عارف)

وہ عظیم شخصیت جس نے تاریخ ساز انقلابِ سیرت برپا کیا وہ ممدوحِ دو عالم، صاحبِ نعت، حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ وہ پیغمبرِ سیرت کہ جس کے کردار کی بلندیوں کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ وہ پیغمبرِ سیرت جس نے پتھر کھا کر پھولوں کی بشارت دی، جو اپنی راہ میں بچھائے گئے کانٹوں پر چل کر جنت کے گل زاروں کی خوش خبری سے نوازتا رہا، جو اپنے لہو کے پیاسوں کو ادائے رحمت سے نوازتا رہا، قتل کے منصوبے بنانے والوں کو جان کی امان دیتا رہا، گالیاں دینے والوں کو رحمت کی دعاؤں سے نوازتا تھا۔ وہ صاحبِ نعت (ﷺ) جو جانِ سیرت تھا اور اعزازِ سیرت بھی، جو بغض و حسد میں ڈوبے ہوئے دلوں کو فکر کی طہارت عطا کرتا رہا۔ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتا رہا۔ جو دوسروں کا حق غصب کرنے والوں کو انسانی حقوق کا احترام سکھاتا رہا۔ جو بے یاروں کا یار اور الم رسیدگانِ ہستی کی آخری ڈھارس تھا، جو پیٹ پر پتھر باندھ کر دنیا بھر کے خزانے تقسیم کرتا رہا۔ وہ پیغمبرِ سیرت جس نے ''نہ'' کہنا سیکھا ہی نہیں تھا، جو قاسمِ انعاماتِ ربانی تھا مگر کئی کئی وقت کے فاقے کاٹتا تھا، جو ''الفقر فخری'' کی رفعتوں کا امین تھا۔ جس نے عرب کے بادیہ نشینوں کو قیصر و کسریٰ کی قبائیں عطا کیں، گرتے ہوؤں کو اوپر اٹھایا، گم راہوں کو خدا کی معرفت عطا کی، وہ پیغمبرِ سیرت، وہ مرکزِ نعت، وہ مرجعِ عقیدت کہ جس کی سیرت سے قیامت تک اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار بھی خوشہ چینی کرتے رہیں گے:

وہ اِک اُمی کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ اِک دامانِ بخشش پھول برساتا ہوا آیا
وہ اِک عظمت کہ مظلوموں کے چہروں پر دمک اُٹھی
وہ اِک بندہ کہ سلطانوں کو ٹھکراتا ہوا آیا
وہ اِک نرمی کہ سنگ وخشت کے سینے میں جا اتری
وہ اِک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوا آیا
ترے در کے سوا آسودگیِ دل کہاں ملتی
ترے دَر پر زمانہ ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا

(ضمیر جعفری)

ہمارا مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ ہمارے آقا و مولا ﷺ نورِ الٰہی کے مظہر ہیں تو پیغمبرِ سیرت بھی ہیں۔ صورتِ مقدسہ اپنی جگہ مرجعِ عقیدت تو سیرتِ منورہ اپنی جگہ وجہِ اعزاز۔ اس لیے ہمارے شعرا کو چاہیے تھا کہ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے تذکارِ نور کے پہلو بہ پہلو آپ کی سیرتِ پاک ہی ہے جو ہر دور کو جینے

کے آداب سکھلا رہی ہے۔ یہ آپ کی سیرت کی عظمت کا اعلان ہی ہے کہ قرآن آپ کی اتباع کو اتباعِ خداوندی قرار دے رہا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی''

گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مطہرہ کی پاس داری اور اس حوالے سے آپ کی اتباع عین اتباعِ خداوندی ہے۔ آپ کی سیرتِ مقدسہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

> اس دنیا سے سیرت کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں اور صرف قرآن ہی باقی رہے، جب بھی آں حضرت ﷺ کی شخصیتِ مقدسہ اور آپ کی سیرت وحیات کے براہین وشواہد مٹ نہیں سکتے کیوں کہ یہ صرف قرآن ہے جو ہمیشہ دنیا کو بتلاتا رہے گا کہ اس کا لانے والا کون ہے؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و بیگانہ کیسے تھے؟ قوم و مرز بوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسی زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی، اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟ اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کیسی کٹتی تھیں؟ اس نے کتنی عمر پائی؟ کون کون سے اہم واقعات اور حوادث پیش آئے؟ یا پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ کر گیا؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی تو دنیا کا کیا حال تھا؟ اور جب واپسیں نظرِ وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی۔

(رسولِ رحمت، ابوالکلام آزاد، ص ۱۹۔۲۰)

اب ہم ایک نظر دیکھتے ہیں کہ سیرت کیا ہے۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کہتے ہیں:

> زندگی میں کوئی تبدیلی نصب العین کے بغیر لائی نہیں جاسکتی اور نصب العین کے بغیر زندگی کو ضبط اور انقیاد کا پابند نہیں بنایا جاسکتا۔ سیرت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ سیرت یا کردار نام ہی پسندیدہ اور ناپسندیدہ کے درمیان کا امتیاز پر اصرار اور اس اصرار کی قیمت ادا کرنے کا ہے اور پسندیدہ

> اور ناپسندیدہ کا تعین نصب العین ہی کے حوالے سے ہوسکتا ہے۔ مقصد کا شعور باقی نہ رہے تو بے راہ روی پیدا ہو کر رہے گی۔

(''سیرتِ طیبہ اور ہماری سیرت'' برہان احمد فاروقی، ماہ نامہ ''شام وسحر'' ۱۹۸۴ء)

ٹامس کارلائل کہتا ہے:

> بس ایک شعلہ گرا، محض ایک شعلہ اور وہ بھی ایسی سرزمین پر جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس پر انسانی آبادی پنپ نہیں سکتی۔ لیکن اس زمین کی ریت بارود ثابت ہوئی جس نے دلّی سے غرناطہ تک کے آسمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ، ٹامس کارلائل)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک بار کسی تابعی نے حضور ﷺ کی سیرتِ پاک کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا:

''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟''

اس نے کہا، ''قرآن تو کئی بار پڑھا ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ ''یہی قرآن حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت اور خلق کا آئینہ ہے۔''

اسلام اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ لازم وملزوم ہیں۔ قرآن اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ تو پھر شعرائے کرام پر بھی لازم آتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے مضامین زیادہ سے زیادہ بیان کریں۔ نثر کی نسبت نظم زیادہ تاثیر رکھتی ہے اور نثری پارہ کی نسبت موزوں اور برمحل شعر زیادہ پُر تاثیر اور مستقل حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ قیامت تک جو چیز عالمِ انسانیت کی راہ نمائی کرتی رہے گی، وہ بلاشبہ آپ کی سیرتِ مطہرہ ہے۔ جس طرح آپ کی سیرت نے ہر دور کے بھٹکے ہوئے قافلوں کو منزل آشنا کیا ہے، اسی طرح آج بھی آپ کی سیرت کے انوار ہی ظلمتوں کے طلسمِ باطل کو کافور کر سکتے ہیں۔ شاعری خدا کی دین ہے اور شاعری میں نعت کو اختیار کرنا عین رحمتِ خداوندی ہے۔ اس رحمتِ خداوندی کا حق بجا طور پر اسی طور ادا ہوسکتا ہے کہ اس صنفِ سخن سے سیرت نگاری کا زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے۔ اس احساس کے ساتھ کہ:

تلخ لہجوں کو جو شائستہ بنا دیتی ہے　　آپ نے آ کے وہ تعلیمِ محبت دی ہے
میری پلکوں پہ چراغوں نے فروزاں ہوکر　　اِک نئی نعت کے ہونے کی بشارت دی ہے

(سیّد صبیح رحمانی)

ہم سیرتِ حضور ﷺ کے حوالے سے چند عظیم شخصیات کے عربی نعتیہ کلام کے کچھ اقتباسات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے سرپرست اور محافظ چچا حضرت ابوطالب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ سب سے پہلے وہی آپ کی مدح وثنا میں لب کشا ہوئے۔ ان کے پہلے نعتیہ قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اذا اجمعت يوما قريش لمفتخر	فعبد مناف سرها وصميمها
وان حصلت اشراف عبد منا فها	وفى هاشم اشرافها و قديمها
وان فخرت يوما فان محمدا	هو المصطفىٰ من سرها و كريمها

مفہوم: اگر قریش والے کبھی یہ فیصلہ کرنے کو جمع ہوں کہ اُن کا سرمایۂ افتخار کیا ہے تو معلوم ہوگا کہ عبد مناف کی شاخ پورے قبیلے کی جان ہے اور اگر عبد مناف کے اکابر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ اُن کی عزت وعظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی عظمت کا سراغ پائیں گے اور بنو ہاشم کسی چیز پر فخر کرنا چاہیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ محمد (ﷺ) اُن میں بہترین، پسندیدہ ترین اور باعثِ افتخار ہیں۔

ایک اور قصیدے میں ابوطالب کی زبانِ قلم سے ایک ایسا شعر بھی نکلا جو بہت سے قصیدوں پر بھاری ہے اور وہ شعر یہ ہے:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

’’وہ روشن اور تاب ناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے، وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سرپناہ ہیں۔‘‘

بعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینے میں قحط پڑا تو شہر والوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور اس کے نتیجے میں اُسی روز اتنی بارش ہوئی کہ سارا علاقہ جل تھل ہوگیا۔ اُس دن حضور ﷺ نے صحابہؓ کی موجودگی میں کہا کہ اگر آج ابوطالب یہ دن دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اس پر ایک صحابیؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف ہے اور انھوں نے مندرجہ بالا شعر پڑھا۔

آپ نے فرمایا ’’بے شک، یہی بات ہے۔‘‘

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسول ﷺ کے محبوب نعت گو تھے۔ آپ کی نعتوں میں محبوبِ دو عالم ﷺ کے بے مثال حسن و جمال کے انوار بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک نعت کے چند اشعار دیکھیے جو سیرتِ حضور کے گلاب مہکا رہے ہیں:

والله ربى لانفارق ماجداً	عف الخليقة ماجد الاجداد
متكرما يدعوا الى رب العلى	بذل النصيحة رافع الاعماد
مثل الهلال مباركا ذا رحمة	سمع الخليقة طيب الاعواد
ان تتركوا فان ربى قادر	اسىٰ يعود بفضله العواد

۱۔ بخدا ہم اُس ذاتِ گرامی سے رُوگردانی نہیں کریں گے جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پاک باز اسلاف کے لیے قابلِ فخر ہے۔

۲۔ احسان فرمانے والے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلانے والے، خیرخواہ، بڑے سیر چشم اور با مروّت۔

۳۔ مہِ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، عالی نسب۔

۴۔ اگر تم لوگ اُن کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وہ اپنے فضل و احسان سے پھر آپ کی طرف مائل ہے اور اُس کا فضل تو بار بار آنے والا ہے۔

بارگاہِ رسول ﷺ سے نوازے گئے مقبولِ زمانہ نعت گو شاعر حضرت امام بوصیری جنھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چادرِ رحمت سے بھی نوازا اور صحت بھی ان کا مقدر بنی، ان کا قصیدۂ بردہ شریف ہر مردِ مومن کے دل میں نور بکھیر رہا ہے۔ آپ کی ایک نعت کے چار اشعار نذرِ قارئین ہیں:

رحمة كله وحزم و عزم	ووقار و عصمة وحياء
لاتحل البأساء منه عرى	الصبر ولاتتخفه السراء
كرمت نفسه فما يخطر السّوء	على قلبه والا الفحشاء
وسع العالمين علماً و حلماً	فهو بحرٌ لم تعيه الاعياء

۱۔ آپ سراپا رحمت ہیں، قوتِ فیصلہ اور قوتِ ارادہ کے بادشاہ ہیں، وقار، پاک دامانی اور شرم وحیا کے کامل و مکمل نمونہ ہیں۔

۲۔ مصیبتیں آپ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مسرتیں آپ کو آپے سے باہر نہیں کرسکتی

تھیں۔

۳۔ آپ کا نفس، وہ نفسِ بلند تھا جس پر برائی اور بے حیائی کا سایہ بھی نہیں پڑ سکتا تھا۔

۴۔ سارے عالم کو آپ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کر دیا۔ آپ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شے بھی عاجز نہیں کر سکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا شمار ہندوستان کے انتہائی مقتدر علما و مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ کے فقہی کارنامے بے شمار اہلِ اسلام کو فکری راہنمائی مہیا کر رہے ہیں۔ آپ کی ایک نعت ملاحظہ ہو:

ودعوۃ ابراهيم عند بنائہٖ	بمكة بيتا فيه نيل ارغائبٖ
وأحسن خلق اللّٰه خلقاً و خلقةً	وانفعهم للنّاس عند النوائبٖ
وقد فاح طيباً كف من مس كفه	وما حل رأساً جر شيب الذوائبٖ
وسماه رب الخلق اسماء مدحة	تبين ما اعطٰى لہٗ من مناقبٖ

۱۔ آپ وہی ہیں جن کے ظہور کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے اُس وقت کی تھی جب کہ وہ خانۂ کعبہ کی مکے میں تعمیر کر رہے تھے، وہ خانۂ کعبہ جو مرادوں کے پورا ہونے کی جگہ ہے۔

۲۔ بندگانِ خدا میں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت، دونوں اعتبار سے کامل ترین فرد اور مصائب کے وقت لوگوں کے لیے سب سے زیادہ کارآمد اور نفع بخش۔

۳۔ جس نے بھی آپ کے دستِ مبارک کو چھوا، وہ خوش بو سے مہک اُٹھا، جس سر پر آپ نے دستِ شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا۔

۴۔ خدائے جہاں نے آپ کو مدح و ثنا کے محبت بھرے ناموں سے پکارا جن سے آپ کے اوصافِ حمیدہ اور مناقبِ جلیلہ کا اظہار ہوا۔

برصغیر کی تحریکِ آزادی کے عظیم مجاہد، فقیہِ اعظم، نامور عالمِ دین حضرت امام فضلِ حق خیر آبادیؒ کی نعت دیکھیے اور آپ کے حسنِ بیان کی چاندنی سے دلوں میں اُجالا کیجیے:

هاد يبشر قد القت بشائره	الرهبان فی رهب والهود فی هادٍ
الرهبان فی رهب والهود فی هادٍ	عن السبيل وستوی كل مئتادٍ
تلا كتاباً حكيماً محكماً حكماً	يقضی علی كل مرتاب لمرتادٍ

دعا ليدخل فی افرادِ امتہٖ	رسل علی ماروی اصحاب اسنادٖ

۱۔ آپ خوش خبری سنانے والے ہادی ہیں۔ راہبوں نے آپ کی آمد کی اطلاع حالتِ رہب میں پہنچائی اور اسی طرح یہود نے۔

۲۔ انھوں نے ہر گم کردہ راہ کو سیدھا راستہ بتایا اور ہر ٹیڑھے کو سیدھا کر دیا۔

۳۔ انھوں نے حکمت والی فیصلہ کن کتاب کی تلاوت کی۔ وہ کتاب متلاشیِ حق کے حق میں اور شکی کے خلاف فیصلہ صادر کرتی ہے۔

۴۔ رسولوں نے اُن کے امتی بننے کی خدا کی بارگاہ میں دعا کی۔ روایات میں اسناد کے ساتھ اس کا تذکرہ موجود ہے۔

برصغیر کی ایک علمی شخصیت آزاد بلگرامی کی لکھی نعت اور اس کا ترجمہ دیکھیے۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی تابانیاں کس طرح جلوہ گر ہیں:

قالت لطرفاء الفرة حمامة	لم تمرحين وتفخرين؟ فأرشدی
قالت لها: أو ما ترين مكانتی	قد كان منا منبر لمحمدٖ
شهب السماء بأسرها مصنوعة	من نور هذا الكوكب المتوقدٖ
غوث الوریٰ، غيث الندی، غرض المنی	كهف الارامل ملجا المسترفدٖ

۱۔ ایک بلبل نے ایک صحرائی درخت سے پوچھا: ’’تم کس بات پر اکڑتے ہو، تمھیں کس بات پر غرور ہے؟‘‘

۲۔ اُس درخت نے جواب دیا: ’’تمھیں میری حیثیت نظر نہیں آتی؟ میرے ہی تنے سے محمد ﷺ کا منبر بنا تھا۔

۳۔ (اور کون محمد) وہ جو کائنات کے لیے ایک رحمت، خشک زمین کے لیے آسمانی بارش، تمناؤں کے کعبۂ مقصود، بیواؤں کے سرپناہ اور بے سہاروں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

۴۔ آسمان کے سب ستارے اسی روشن ستارے کے نور سے بنے ہوئے ہیں۔

سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی یہ نعت اہلِ شوق کا وظیفہ ہے۔ ہم اس نعت کے تین اشعار سیماب اکبر آبادی کی تضمین کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

فریاد ہے، فریاد ہے، مجھ پر ہوئے بے حد ستم

کس سے کہوں حالِ الم، ہے کون واقفِ کارِ غم
صبرِ مصیبت تا کجا، ضبطِ فغاں تا کے کنم

ان نلت یا ریح الصبا یوما الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم

کیسے نبی؟ خیر الوریٰ، سرمایۂ جود و سخا
رحمت پے ہر دوسرا، ماہِ شرف، مہرِ ولا

من سیره صدر العلی من شانه کهف الوریٰ
من وجهه شمس الضحٰی من خده بدر الدجٰی
من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحر الهمم

اُن کی زبانِ فیض تھی، گویا نشانِ مرحمت
نورِ ہدایت سے ہوئی زائل جہاں کی شیطنت
وہ ترجمانِ وحیِ حق، وہ خوش بیانِ معرفت

قرآنه برهاننا فسخا لادیان مضت
اذ جآء نا احکامه کل الصحف صار العدم

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے ذوقِ نعت کے حوالے سے ہم ان کے کچھ عربی اشعار اور ان کا ترجمہ پہلے درج کر چکے ہیں۔ اب ہم ان کے عربی قصیدہ ''بردہ شریف'' کے فقط دو اشعار کا ترجمہ نذرِ قارئین کر رہے ہیں جن میں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ قصیدہ ۱۶۵/اشعار پر مشتمل ہے اور شہرت و مقبولیت کی انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

''سبحان اللہ آپ کی شکل و صورت کیا ہی خوب ہے جسے حسنِ سیرت نے زینت بخشی ہے۔ یہ حسن پر مشتمل اور تازہ روئی و خندہ پیشانی سے موسوم ہے۔ آپ جب بات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ کا دہن اور لب دکانیں ہیں جن میں دُرّ ہائے دنداں یوں پنہاں ہیں جیسے صدف میں اچھوتے موتی۔''

اس سلسلے میں حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کا عربی قطعہ تاریخِ نعت نگاری کا اعزاز بن چکا ہے۔ اس قطعے کے دو اشعار میں بیک وقت حسنِ صورت کی نمود بھی ہے اور کمالِ سیرت کا اظہار بھی۔ فرماتے ہیں:

بلغ العلی بکماله   کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله   صلوا علیه وآله

جمالِ صورت کا تذکرہ ہے جس سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور جمالِ سیرت (خصالہٖ) کا ذکر ہے جو تمام اخلاقِ جمیلہ کا مجموعہ ہے۔

ابوالعتاہیہ دورِ بنو عباس کا نامور شاعر ہے۔ اس کے ایک قصیدے سے نعت کے دو اشعار ملاحظہ ہوں جو اکمالِ سیرت کا حسن لیے ہوئے ہیں:

مرسل لو یوزن الناس به   فی التقی والبر مثالو و رجح
فرسول اللّٰه أولی بالعلی   ورسول اللّٰه اولٰی بالمدح

(ترجمہ) ''وہ ایک ایسے پیغمبر ہیں کہ اگر پرہیزگاری اور نیکی کے سلسلے میں ان کو تمام انسانوں کے ساتھ تولا جائے تو لوگوں کا پلڑا ہلکا ہوا اور آپ کا پلڑا بھاری ہو۔
''رسول اللہ (ﷺ) بلندی میں سب سے زیادہ ہیں اور تعریف میں بھی سب سے زیادہ ہیں۔''

اس کو کہتے ہیں تکمیلِ انسانیت   ساری اچھائیاں ایک انسان میں
(محشر بدایونی)

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے فیضانِ عام کی جھلک الطاف حسین حالی کے کلام میں دیکھیے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ   یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
خطاؤں سے بھی درگزر کرنے والا   بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا

(الطاف حسین حالی)

مالکِ کونین ہیں، گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

☆

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا   ''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

☆

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا   دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

☆

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

☆

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا   اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا   اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

☆

جو ہیبت سے رکے مجرم تو رحمت نے کہا بڑھ کر
چلے آؤ، چلے آؤ یہ گھر رحمٰن کا گھر ہے

(امام احمد رضا خاں)

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے   فقیروں کو دولت عطا کرنے والے
عفو کرنے والے عطا کرنے والے   کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے

(سیّد نعیم الدین مرادآبادی)

آڑے آئی ہے تری ذات ہر اک دکھیا کے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے

(بیدم وارثی)

وہ اوجِ ہمتِ عالی وہ شانِ فقر غیور   کہ سرکشوں سے باندازِ خسروانہ ملا
وہ دشمنوں پہ مدارا دوستوں پہ کرم   بقدرِ ظرف ترے در سے کس کو کیا نہ ملا

(حفیظ ہوشیار پوری)

باطل مٹا حضور کی آمد سے اس طرح   غائب ہوں جیسے ظلمتیں نورِ سحر کے بعد
سب دین جذب ہوگئے دینِ حضور میں   تارے چمک سکے نہ فروغِ قمر کے بعد

(انجم وزیرآبادی)

گھبرائے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر   ڈوبے ہوؤں کو کس نے ابھارا ترے بغیر
انسانیت کا درس ملا تیری ذات سے   بے نور تھا خرد کا ستارا ترے بغیر

(محمد اعظم چشتی)

جتنے فضائل جتنے محاسن آپ میں ہوسکتے تھے ممکن

حق نے کیے سب ان میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلم

(اقبال سہیل)

جانِ خلوص! جورِ مسلسل کے باوجود
تیری جبینِ عفو پہ آئی نہیں کرن

(قمر یزدانی)

غریبوں بے نواؤں کا سہارا بن کے عالم میں
کیا آکر رفو انسانیت کے چاک داماں کو
گدا کو ایسی استغنا کی دولت بخش دی تو نے
کہ خاطر میں نہیں لاتا وہ مفلس میر و سلطاں کو

(منظور حسین منظور)

زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پرتو
میں نے پائی ہے ستم سہنے کی عادت تجھ سے

(عارف عبدالمتین)

یہ آپ ہی کا فیض دلوں کا گداز ہے
ان برف کی سلوں میں حرارت ہے آپ سے
اس خاک کو کیا ہے ستاروں سے بھی بلند
انسانیت کی شوکت و عظمت ہے آپ سے

(شہزاد احمد)

جلوۂ فطرت، چشمۂ رحمت، سیرتِ اطہر، ماشاء اللہ
حسنِ مکمل، فیضِ مسلسل، خیر سراسر، ماشاء اللہ
سب نے سنا اعلانِ رسالت، تقویٰ ہے معیارِ فضیلت
یکساں ٹھہرے ابیض و اسود، اصفر و احمر، ماشاء اللہ
صورتِ فاتح غالب ہوکر، داخلِ مکہ جب ہوئے سرور
ناقے پہ آئے سر کو جھکائے، حمد لبوں پر ماشاء اللہ

(حفیظ تائب)

دیکھتے ہی ترا جلال کفر کی صف الٹ گئی
جھک گئی، گردنِ ہبل ٹوٹ گیا طلسمِ لات
آنکھ کے اِک اشارے سے تو نے معاً بدل دیے
ذہن کے سب تصورات، قلب کے سب تاثرات

(ظفر علی خاں)

غلط سمجھا گیا دعویٰ بتوں کی فاعلیّت کا — یقیں پیدا ہوا حکمِ خدا کی کاملیّت کا
بڑھا نورِ بصر گزرا زمانہ فاعلیّت کا — بجا ڈنکا زمانے میں بشر کی قابلیّت کا
اشارا عقل کی جانب کلامِ حق ہو واضح ہے — یہی قرآں درِ گنجینۂ قدرت کا فاتح ہے

(اکبر الہ آبادی)

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی وہ رسول — گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی وہ رسول
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول — جس کی اِک اِک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول
جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کردیا — جس کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کردیا

(جوش ملیح آبادی)

بحرِ سخاوت کانِ مروت، آیۂ رحمت شافعِ امت — مالکِ جنت، قاسمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم
رہبرِ موسیٰ، ہادیِ عیسیٰ، تارکِ دنیا، مالکِ عقبیٰ — ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

(امیر مینائی)

روح نے خالق سے کی تجدیدِ پیمانِ الست — نغمۂ ماضی ہوا پیدا شکستہ ساز سے
دل کی کھیتی لہلہا اٹھی تری تکبیر سے — تھا نہاں طوفانِ شادابی لبِ تقدیر سے

(آغا حشر کاشمیری)

تو رؤف اور رحیم اور کریم اور بشیر — رحمتِ جاوید منّان و صمد کا مرسل
خیر و بخشش کی خبر عفو و شفاعت کی نوید — کرم و لطفِ خدائے احد و عز و جل

(نظیر لدھیانوی)

نعمتیں ہم کو کھلائیں اور آپ — جو کی روٹی پہ قناعت کرلی
فاقہ مستوں کو شکم سیر کیا — آپ فاقے پہ قناعت کرلی

☆

کیف افروز ہے بات بات آپ کی — وجد انگیز ہے ہر کلام آپ کا

(حافظ مظہرالدین)

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

☆

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

(علامہ محمد اقبال)

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے حسن کی جلوہ گری شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے کلام میں جہاں نظر آتی ہے وہاں اس کا اندازِ نمودنی شان لیے ہوئے ہے۔ ایک غزوہ میں جب حاتم طائی کی صاحب زادی قید ہوکر آتی ہیں تو آپ کا ان سے حسنِ سلوک ایمان کی بلندیوں سے آشنا کرتا نظر آتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

در مصافے پیشِ آں گردوں سریر — دخترِ سردارِ طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود — گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
دُخترک را چوں نبی بے پردہ دید — چادرِ خود پیشِ روئے او کشید

اور پھر حکیم الامت اقبال ہی واقعے کی طرف اشارہ کرکے عہدِ حاضر کو سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے عملی طور پر ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

ماں ازاں خاتونِ طے عریاں تریم — پیشِ اقوامِ جہاں بے چادریم
روزِ محشر اعتبارِ ماست اُو — در جہاں ہم پردہ دارِ ماست اُو

علامہ اقبال کی طرح کئی اور شاعروں نے بھی سیرت نگاری کو موضوعِ خاص بناکر واقعاتِ سیرت کو قلم بند کیا ہے۔ ان میں ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، شبلی نعمانی، منظور حسین منظور، محشر رسول نگری، صوفی غیرت قادری وغیرہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ دراصل سیرت نگاری کے باب میں واقعات کا تاثر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی شعلہ نوا خطیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلادِ پاک یا آپ کے اوصافِ حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اس واقعے کو حسنِ خطابت کی زینت بناکر پیش کرتا ہے تو پھر سماں ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

اس ضمن میں المیہ یہ ہے کہ سیرت نگاری کے باب میں کم لکھا گیا اور ہمارے فضلا، خطبا،

اُدبا اور مقررین نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں سیرت نگاری کے حسین تاثر کو عام کرنے کی کوشش کی ہی نہیں۔ نعروں کی آرزو میں جدھر عوام نے چاہا اُدھر کو نکل گئے۔ حالاں کہ صاحبِ طرز خطیب اپنے سامعین کی فکر کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ انھیں اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اور سامعین اس کے حسنِ خطابت میں ہمہ تن گم ہو کر محسوس کرتے ہیں کہ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

سیرت نگاری کی اہمیت اور افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے شبلی نعمانی کہتے ہیں:

''اگلے زمانے میں سیرت کی ضرورت صرف تاریخ اور واقعہ نگاری کی حیثیت سے تھی۔ علمِ کلام سے اس کو واسطہ نہ تھا۔ لیکن معترضینِ حال کہتے ہیں کہ اگر مذہب صرف خدا کے نام کا اعتراف ہے تو بحث یہیں رہ جاتی ہے لیکن جب اقرارِ نبوت بھی جزوِ مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی اور سفیرِ الٰہی تھا، اس کے حالات، اخلاق اور عادت کیا تھے۔''

(سیرت النبی، ج۱: ص۲۲)

مزید تفصیلات سے گزرتے ہوئے شبلی نعمانی سیرتِ مصطفٰی ﷺ کی عظمتوں کو خراجِ فکر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہوسکے اور نہ آئندہ توقع کی جاسکتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہوسکتی ہے کہ آں حضرت ﷺ کے افعال اور اقوال کی تحقیق کی غرض سے آپ کو دیکھنے والوں اور ملنے والوں میں سے تقریباً تیرہ ہزار شخصوں کے نام اور حالات قلم بند کیے گئے اور اس زمانے میں کیے جب تصنیف و تالیف کا آغاز نہ تھا... کیا دنیا میں کسی شخص کے رفقا میں سے اتنے لوگوں کے نام اور حالات درجِ تحریر ہوسکے ہیں۔

(سیرت النبی، ج۱: ص۲۵)

ان معروضات کے ساتھ ہی ہم اپنے عنوان کے تحت شعرائے نعت کی سیرت افروزی کی

طرف لوٹتے ہیں۔ اس ضمن میں ہم یہ واضح کر دیں کہ زیرِ نظر مضمون میں ہم نے تقدیم و تاخیر کے حوالے سے کسی مخصوص ترتیب کو مدِ نظر نہیں رکھا۔ اور نہ ہی خود پر بڑے بڑے ناموں کی ہیبت طاری ہونے دی ہے۔ نعت کے گلستانِ نور میں کوئی چھوٹا نہیں ہوتا۔ نسبتِ حضور ﷺ کے سبب سے سب ہی بڑے ہوتے ہیں۔ گم نامی یا پیش منظر سے دوری اپنی جگہ، ہمارے لیے تو تمام شعرا کے اسمائے گرامی انتہائی محترم اور ان کی فکری کاوشیں لائقِ تحسین ہیں۔ شبلی نعمانی نے ذاتِ نبوت کو سیرت نگاری کی بنیاد قرار دیا ہے اور نعت کے ایوانوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ والا صفات کی عظمتوں کا تصور ہی آپ کی سیرتِ قدسیہ کے نقوشِ نور کو اعزازِ شاعری بنانے کی توفیق دیتا ہے۔ سیرت نگاری کے باب میں شعرا کے شعری انتخاب سے چند مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

(ہری چند اختر)

ہاتھ خالی دل غنی کون و مکاں پر اختیار
دیکھنا یہ ساز و سامانِ حبیبِ کبریا
تم نے اکر سوزنِ رحمت سے کی بخیہ گری
پارہ پارہ ہوچکا تھا ورنہ دامانِ حیات
زندگی کے آپ نے سمجھائے اسرار و رموز
آپ سے پہلے کسے حاصل تھا عرفانِ حیات

(سیّد محمد مرغوب اختر الحامدی)

تیری نگاہِ لطف ہے چارۂ دردِ عاجزی
خندۂ زیرِ لب ترا مرہمِ زخمِ بے کسی
مرہمِ زخمِ زندگی خندۂ زیرِ لب ترا
چارۂ دردِ عاشقی تیری نگاہِ التفات

(سیّد فیض الحسن شاہ)

زندگی کربِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
فکر کیا مجھ کو، مرے زخموں کا چارہ آپ ہیں
لوگ ٹھکراتے ہیں جن کو سنگ ریزوں کی طرح
ان غریبوں بے نواؤں کا سہارا آپ ہیں

(تاب اسلم)

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ
کونین کا غم، یادِ خدا، دردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطانِ مدینہ

(جگر مرادآبادی)

پیرایۂ حیات ہے سرمایۂ نجات
پیغام جو دیا ہے رسولِ انام نے

محبوبِ کبریا کی حیاتِ جمیل سے　　پایا ہے افتخار بقائے دوام نے

(حافظ محمد افضل فقیر)

جانِ عالم ہے ہر اِک ادا آپ کی　　مشعلِ زیست ہے نقشِ پا آپ کا

(حافظ لدھیانوی)

حبیبِ کبریا کے دہر میں تشریف لانے پر　　اندھیرے چھٹ گئے انوار برسے ہیں زمانے پر
شعورِ آگہی بخشا ہے جن کی ذاتِ والا نے　　بتانِ دہر اوندھے منھ گرے ہیں ان کے آنے پر

(پیرزادہ حمید صابری)

تری صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ　　تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی
اگرچہ فقر و فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا　　گر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

(حفیظ جالندھری)

محمد مصطفیٰ نے کس قدر اعجاز فرمایا
شتربانوں کو سلطانی سے سرافراز فرمایا
وہ انساں قتل و غارت میں درندوں سے جو بڑھ کر تھا
اسی کو آپ نے انسان کا دم ساز فرمایا

(خالد بزمی)

حضور کا رخِ زیبا حضور کا اسوہ　　دل و نگاہ میں ہے الکتاب کی صورت
اُدھر سے بارشِ دشنام و سنگ تھی پیہم　　ادھر تھیں لب پہ دعائیں جواب کی صورت

(راز کاشمیری)

ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو　　ایک مرکز پہ بلانے کے لیے آپ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اجالا کردے　　ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپ آئے

(ساغر صدیقی)

جن لوگوں کو شک ہے کہ کرم ان کا ہے محدود　　ان لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
اس در پہ یہ انجام ہوا حسنِ طلب کا　　جھولی مری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

(سیّد نصیر الدین نصیر)

رہبرِ ہستی نے واضح کردیا خط کھینچ کر　　یہ مقامِ شرک ہے، یہ منزلِ توحید ہے

دہر کے انکار پر، اعمال پر، احوال پر　　آپ کا نفسِ وجود اللہ کی تقید ہے

(عاصی کرنالی)

دیا توحید کا پیغام اس نے بت پرستوں کو　　کیا تبدیل رُخ اس نے ہوا کے بادبانوں کا
کھنچی بے ساختہ اس کی طرف درماندہ و راندہ　　ہے ذات اس کی حصارِ عافیت بے خانمانوں کا

(عبدالعزیز خالد)

پیامِ زیست رسالت مآب لائے ہیں　　جو غیر فانی ہے وہ انقلاب لائے ہیں

(عبدالکریم ثمر)

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا　　کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا
جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے　　سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا

(عزیز لکھنوی)

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لیے ہوئے　　تنظیمِ کائنات کا ساماں لیے ہوئے
گزرے وہ ہر مقام سے طائف ہو یا حنین　　اپنے جلو میں نصرتِ یزداں لیے ہوئے

(ماہر القادری)

خدا کی رحمت ہے نام اس کا، فلاحِ انساں پیام اس کا
ڈھلی ہوئی اس پیام میں جس کی زندگی ہے وہی بنی ہے

☆

وحدانیت کے پھول کھلے گرم ریت پر
دی سنگِ بے زباں نے گواہی رسول کی

(مظفر وارثی)

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ بظاہر دو لفظوں کا مجموعہ ہے مگر ان دو لفظوں کے اندر مفاہیم و برکات کا سمندر موجزن ہے۔ اس سے فقط یہ مراد نہیں ہے کہ نعت میں جہاں لفظ ''سیرت'' آجائے وہی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا ترجمان ہے بلکہ یہ الفاظ تو غیر معمولی جامعیت لیے ہوئے ہیں۔ جب پورا قرآن ہی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا ترجمان ٹھہرا تو پھر مفاہیم و مطالب اور مراتب و مقاصد کی کیا کمی۔ ربِّ جلیل نے اپنے محبوب ﷺ کی جس قدر صفاتِ حسنہ بیان کی ہیں جن کی بدولت کائنات میں کبھی زوال پزیر نہ ہونے والا تاریخ ساز انقلاب برپا ہوا، وہ سب مضامین سیرت کے خصائص ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنا ارسلنک بالحق بشیراً و نذیرا. (فاطر:۲۳)

ترجمہ: ''اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں حق کے ساتھ خوش خبری سناتا اور ڈر سناتا بنا کر بھیجا۔''

انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً. (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمھیں گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔''

وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم. (انفال:۳۳)

ترجمہ: ''اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک کہ اے محمد! تم ان میں تشریف فرما ہو۔''

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللّٰہ باذنہٖ وسراجاً منیراً. (الاحزاب:۴۵-۴۶)

ترجمہ: ''اے نبی! ہم نے تجھ کو بھیجا، نگرانی والا (گواہ) اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اور چمکتا ہوا چراغ۔''

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین. (انبیا:۱۰۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا۔''

انک لعلی خلق عظیم.

مولانا احمد رضا خاں کے لفظوں میں:

ترے خَلق کو حق نے عظیم کیا   ترے خُلق کو حق نے عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا   ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم. (التوبہ:۱۲)

ترجمہ: ''بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ تمھاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر بہت کرم کرنے والے مہربان ہیں۔''

ہم نے فقط چند آیاتِ مقدسہ کو تبرکاً درج کیا ہے۔ یہ تمام آیات سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے کردار کی تجلیات بکھیر رہی ہیں۔ خوش خبری دینے والا، گناہوں سے ڈرانے والا، ہمارے اعمال پر گواہ ہیں جس کے ہوتے ہوئے ہم پر عذاب نہیں آسکتا۔ اللہ کا داعی، چمکتا ہوا چراغ۔ ابد تک تمام جہانوں کے لیے رحمت، صاحبِ خلقِ عظیم، جس پر امت کی مشقت گراں گزرے، بھلائی چاہنے والا، کریم، رحیم، مہربان و مشفق، یہ سب وہ صفاتِ حسنہ ہیں جو آپ کی سیرتِ پاکیزہ کا امتیاز خاص ہیں۔ ''حریص

علیکم'' کے حوالے سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کہتے ہیں:

> شیاطین اب بھی جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچا لیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔ ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچا لے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک جو کہہ رہے ہیں، میں تمھارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں۔ ارے میری طرف آؤ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔''

سیرتِ مصطفیٰ کی تابانیوں کے حوالے پر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> آپ خود غور فرمائیے! جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور کے دامانِ رحمت کو تھاما۔ حضور کے لائے ہوئے دین کو صدقِ دل سے قبول کیا اور حضرت کے پیش کردہ نظامِ حیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا... وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گم راہ تھے لیکن اس نورِ مبین سے اکتسابِ نور کرنے کے بعد ظلمت کدۂ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے۔ جاہل تھے لیکن اس چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہونے کے بعد دنیا کے جس جس گوشے میں گئے علم وحکمت کے چمن کو کھلاتے گئے۔ گنوار اور اجڈ تھے لیکن پاکیزہ تہذیب وتمدن کے بانی بن گئے۔ یہ تو عالمِ ناسوت میں حضور کی گوناگوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالمِ ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے... حضور کا دستِ شفقت گل افشانی کر رہا ہے، وہاں رحمتِ محمد کے ظہور میں جو بانکپن ہے اور بحرِ کرم میں جو مٹھاس اور روانی ہے اس کا حال تو فقط نفوسِ قدسیہ بھی جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

گویا سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ ماضی پر اس لیے تمام گزرے ہوئے لمحات کو سیرتِ حضور کی اتباع کے سبب سے دائمی تابانی کا شرف عطا ہوا۔ دورِ حال اس لیے کہ اس کا لمحہ لمحہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک باریوں سے آباد ہے۔ اور دورِ مستقبل اس لیے کہ

مستقبل غیب کے پردوں سے طلوع ہوکر ہمیشہ دورِ حال سے راہ نمائی لیتا ہے۔ گویا آپ کی سیرت ہر عہد کے لیے ہے اور ہر دور کے لیے ہے۔

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہوگیا محدود

اس لیے ہمارے جن شعرا کی شعری تخلیقات میں لفظ سیرت نہیں ملتا مگر آپ کے انقلاب آپ کی تبلیغ و اشاعتِ اسلام، آپ کے اوصافِ حسنہ، خصائص و کمالات کی طرف اشارے ملتے ہیں، بلاشبہ وہ مضامین سیرت ہی کی متنوع صورتیں ہیں۔ ورنہ ایک ہی لفظ بار بار استعمال ہونے لگے تو پیغام کی جامعیت اپنے حقیقی حسن سے محروم ہوجائے اور شاید شاعر بھی صرف لفظی اور شعری یکسانیت کا شکار ہوکر رہ جائے۔

اس سلسلے میں شعرا کو مخصوص عقائد کے محدود پیمانوں کا اسیر ہوکر صورت و سیرت کے امتیازات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ حقیقت مدنظر رہے کہ صورتِ مصطفیٰ ﷺ کی جمال آفرینی سیرتِ حضور ﷺ سے الگ نہیں اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی تابانیوں کو جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ دو شخصیات کا تذکرہ نہیں بلکہ ایک ہی یکتا و بے مثال پیغمبرِ خاتم الزماں ﷺ کے احسانات اور کرم باریوں کا ذکرِ جمیل ہے۔ جن حضرات کو ربِ کریم نے حسنِ خطابت سے نوازا ہے انھیں تو بطورِ خاص صورت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو پہلو بہ پہلو لے کر چلنا چاہیے۔ بعض کج فکر محافلِ سیرت منا کر گمان کرتے ہیں کہ یہ محافلِ میلاد کا جواب ہے۔ حالاں کہ میلاد منانے اور سیرتِ مصطفیٰ اپنانے کی چیز ہے اور جب کسی کے اوصافِ عالیہ کو بشرحِ کمال اپنا لیا جائے تو اس کے تذکارِ جمیل کی محافل منانے کو دل مچلنے لگتا ہے۔ ان کیفیات سے گزر کر ہم اپنے محترم شعرا کی شعری کاوشوں کی جانب متوجہ ہوتے ہیں:

ادب، انکسار، غنا، حیا، غمِ حشر، صدق و صفا، دعا
جو یہ سات رنگ ہوئے بہم، تری شخصیت کی بنی دھنک
ترے سب زماں، ترا کل مکاں، ترے مہر و مہ، تری کہکشاں
تو ادھر سے اٹھ، تو ادھر سے آ، تو یہاں چمک تو وہاں چمک

(نعیم صدیقی)

اونٹوں کے چرانے والوں نے، اس شخص کی صحبت میں رہ کر
قیصر کے تخت کو روندا، کسریٰ کا بھی دامن چاک کیا

سورج نے ضیا اس چشم سے لی، اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے، بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا

(شورش کاشمیری)

نمونہ سب کے لیے ہے نبی کی سیرت میں
کہ جو نظیر بھی ڈھونڈی گئی یہیں سے ملی
بھلا کسے تھی تمیزِ حقوقِ انسانی
یہ مصطفیٰ ہی کے اعلانِ آخریں سے ملی

(اسد ملتانی)

بڑے چھوٹے میں جس نے اِک اخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی

(جگن ناتھ آزاد)

ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن — ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امیں ہے

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)

میری پہچان ہے سیرت ان کی — میرا ایمان محبت ان کی
پتھروں میں بھی لہو دوڑ گیا — اس قدر عام تھی رحمت ان کی
آج ہم فلسفہ کہتے ہیں جسے — وہ مساوات تھی عادت ان کی

(احمد ندیم قاسمی)

تیرا امروز صبر و قناعت رضا، تیرا فردا شفاعت وفا بر وفا
ایکم ہے مقامِ مثالی ترا، خواجۂ انس و جاں سیّدِ انبیا
تو نے حنظل زبانوں کے منھ بھر دیے شکرِ رحمت و قندِ الطاف سے
تیری صمصامِ جود و عطا کا ہوا، صید سارا جہاں سیّدِ انبیا

(بشیر حسین ناظم)

تلخیص ہے توحید کی تشریحِ رسالت
سرکار کی سیرت نے بتایا ہے بہ تفصیل
ہوا حضور سے واضح تصورِ وحدت
ہمارے دین کی اس کے سوا اساس نہیں

آپ کے لطف و عطا سے ہیں دو عالم مستفید
آپ کا ابرِ کرم چھایا ہوا ہے چار سو

(راجارشید محمود)

کب چھڑایا نہیں ہم کو غم سے، کب مصیبت کو ٹالا نہیں ہے
کب کڑی دھوپ میں مصطفیٰ نے، سایہ رحمت کا ڈالا نہیں ہے
ان کی رحمت کا کیا ہے ٹھکانا دیکھ لے سُوے طائف زمانہ
موسمِ سنگ باری میں لب پر کیا دعا کا اجالا نہیں ہے

☆

گفتگو خوش بو کے لہجے میں سکھائی آپ نے
خارِ نفرت چن لیے، دے کر محبت کا گلاب
زیست کے تپتے ہوئے صحرا میں ہے وجہِ سکوں
ان کی یاد، ان کی تمنا، ان کی سیرت کا گلاب
آپ نے آ کے بتائے ہیں بصیرت کے رموز
آپ سے سب کو ملا خوش نگہی کا موسم

(سیّد صبیح رحمانی)

بتا گیا ہے زمانے کو رمزِ سلطانی
وہ بوریا کہ تھی جس کی شکن شکن روشن

(سجاد سخن)

تری سیرت کی خوش بو سے مشامِ آرزو مہکے
رہے انوار سے تیرے کسی کا آشیاں روشن
تری اقلیمِ رحمت میں عجب منظر یہ دیکھا ہے
نصیبِ دوستاں تو کیا نصیبِ دشمناں روشن

(ریاض حسین چودھری)

جو علم و آگہی کی منزل سے آشنا تھے

وہ راستے دکھائے محبوبِ کبریا نے
مہکا رہے گا جن سے انسانیت کا دامن
وہ گلستاں سجائے محبوبِ کبریا نے

(خالد شفیق)

نعت گوئی کا کاروانِ خوش بخت ہر منزل کو نشانِ منزل سمجھتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ ہر زمانے کا افتخار ہے کہ زیادہ سے زیادہ نعت کہنا اور نعت میں اسالیب، روایات اور حسنِ بیان کا تنوع بیان کرنا اسی کا حصہ ہے مگر اس میں کلام نہیں کہ دورِ حاضر بہت سے ادوار سے بازی لے گیا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ ہر آنے والا دور پہلے دور کی نسبت زیادہ فعال اور فکری لحاظ سے زیادہ متحرک ہوتا ہے۔ وہ اپنی داستانِ شوق کو وہاں سے آگے بڑھاتا ہے جہاں سے دورِ گزشتہ کے مدحت نگاروں نے اسے چھوڑا تھا۔ پھر عصرِ حاضر کو ابلاغ و اظہار کے ساتھ ساتھ ترویج و اشاعت کی جو سہولیات میسر آئیں، وہ پہلے کہاں میسر تھیں۔ جوں جوں زمانہ آگے کو بڑھتا ہے، بزمِ ہستی کا پھیلاؤ بڑھتا ہے، اسی تیزی سے مسائل و افکار جنم لیتے ہیں۔ ورنہ کسی زمانے میں کتاب کے آغاز میں فقط ایک ایک حمد و نعت پر اکتفا کرلیا جاتا تھا اور آج اس تیزی سے نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آرہے ہیں کہ ان کی تعداد ہم جیسے گنتی کرنے والوں کے تصورات کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے اور پھر حالات کی کوکھ سے جو مسائل و افکار جنم لیتے ہیں ان کے ابلاغ و اظہار کے لیے موزوں ترین صنفِ سخن نعت ہی ہے۔ اس لیے نعت ہی عصرِ حاضر کے تمام مسائل، افکار و حوادث، رنج و آلام کی امانت دار ہے۔ اس دورِ پُر آلام میں فقط ایک ہی احساس دلوں کو تازگی بخشتا ہے اور وہ ہے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو دلوں میں بسانا اور خود کو عملی طور پر اس کے اتباع پر آمادہ کرنا۔ بلاشبہ یہ دور سیرتِ حضور کی جلوہ گری کے حساب سے کئی ادوار سے بازی لے گیا ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے لفظوں میں:

> نعت کے دائرے کو محدود سمجھنا درست نہیں کیوں کہ جتنا دائرہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا ہے، اتنا ہی دائرہ ان اوصافِ حمیدہ کا ہے جو نعت پر کام کرنے والوں کی کوششوں سے انسانیت تک پہنچ رہے ہیں۔ تمام اسلامی زبانوں میں نعت اور سیرت پر سب سے زیادہ ذخیرہ اردو زبان میں ہے۔

(ماہ نامہ ''نعت'' لاہور اگست، ستمبر ۱۹۹۸ء)

اوپر بیان کیے گئے جذبات کی شعری ترجمانی کا انداز دیکھیے:

شکست و ریخت کی اس تیرگی میں

اِک یہی امید کا روشن حوالہ ہے
کہ اس عہدِ قتال و جنگ میں
وہ خیر خواہوں کا امامِ اوّلین و آخریں
اِک بار سب کو یاد آجائے

(صبیح رحمانی)

نعت کس طرح مقاصدِ نعت کے حوالے سے سیرت نگاری سے آشنا ہوئی۔ اس کا سبب اُمتِ اسلام کا زوال ہے۔ جب کوئی قوم ذلت آمیز حد تک زوال و ادبار سے آشنا ہوتی ہے تو کچھ عرصے تک وہ حیات وموت کی کش مکش میں رہتی ہے اور وہ سمجھ نہیں پاتی کہ کیا کرے۔ آہستہ آہستہ جب اس کے ذہنی، فکری اور سیاسی قویٰ اعتدال پر آتے ہیں تو وہ اپنے راستے کا تعین کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ برصغیر کی ملتِ اسلامیہ جب فکری پس ماندگی کے حصار سے باہر آئی اور علاجِ غمِ دوراں کی تلاش میں مصروف ہوئی تو اسے واضح طور پر نظر آیا کہ ہم نے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے پاکیزہ مقاصد سے بے توجہی برت کر مقاصدِ نبوت سے غداری کی ہے۔ اس احساسِ زیاں سے دوچار ہوتے ہی برصغیر کے مسلم شعرا نے سیرتِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باقاعدہ موضوع کی شکل دے ڈالی۔ عاصی کرنالی کے بقول:

> جب قوم تحریکِ پاکستان اور تشکیلِ پاکستان کے ابتدائی دور میں ناہموار حالات سے گزری تو حضور ﷺ سے استمداد کا جذبہ اور غالب آیا۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ ہماری نعت حضور کے فضائلِ اخلاق، حضور کے مرتبہ و مقاصدِ نبوت، حضور کی تعلیمات، ارشادات اور احکامات کی مبلغ رہی۔ اور حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت کے خیالات کی مظہر رہی۔ اس تنوع کاری کے باوجود ہر عہد میں اور ہر علاقے میں نعت واضح طور پر دو بنیادی اور مرکزی موضوعات سے وابستہ رہی یعنی سراپا نگاری اور سیرت نگاری۔

(نعت رنگ، شمارہ: ۱۵/مئی ۲۰۰۳ء)

ہم مقالہ نگار کے اقتباس کے اختتام پر انھی کے دو اشعار نقل کر رہے ہیں تاکہ ہمارا موضوع بھی چل نکلے اور مضمون نگار کا مدعا مزید واضح ہوجائے:

مرا پیام ہے ہر قوم کو ہر اُمت کو   مرے حضور کے در تک ضرور آجائے

مدارِ امن محمد ہیں اور کوئی نہیں   بس اتنا نوعِ بشر کو شعور آجائے

ڈاکٹر ریاض مجید اپنے مقالے ''اردو میں نعت گوئی'' میں نعت کے ماخذات کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> اردو کے نعت گو شاعروں نے آں حضرت ﷺ کی کتبِ سیرت سے بطورِ خاص استفادہ کیا ہے اور نعت کے ہر دور میں صحتِ واقعات اور اسناد و روایات کے لیے اہم اور مستند کتبِ سیرت سے رجوع کیا جاتا رہا۔ اردو نعت میں اس رجوع کی عام طور پر درج ذیل شکلیں ملتی ہیں۔ سیرت کے واقعات پر نعتیہ نظمیں لکھی گئیں۔ غزوات و معجزاتِ نبوی کی تفصیلات میں کتبِ سیرت و مغازی سے استفادہ کیا گیا۔ آپ کی کتبِ سیرت کی روشنی میں منظوم سیرتیں لکھی گئیں۔

(اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید)

چوں کہ سرِدست ہمارا موضوع منظوم سیرت نگاری، منظوم جنگ نامے یا سیرتِ اسلام کے منظوم واقعات نہیں، اس لیے ہم ان سے دانستہ گریز کرتے ہوئے شعرائے کرام کے قلم کی نوک سے ٹپکنے والے اشعارِ سیرت کی وادیِ نور میں ایک مرتبہ داخلے کے پھر امیدوار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اشعار اپنی انفرادی حالت میں بھی کسی تاریخی واقعے کا پس منظر بیان کرجاتے ہیں:

دشمن بھی ہے نوازشِ پیہم کا معترف   صد مرحبا اے جذبۂ ایثارِ مصطفیٰ

(راسخ عرفانی)

ساربانوں کو ملا درس جہاں بانی کا   اُمیوں کو ملا تعلیم و تعلّم کا عمل

(علیم ناصری)

ہر قدم تیرا ہے منزل، ہر سخن تیرا کتاب   اے خطیبِ خیرہ حکمت، اے امامِ راستیں
اسلوبِ دلبری میں وہ اپنی مثال آپ   ختم اس پہ ہوگئی روشِ بندہ پروری

(عبدالعزیز خالد)

جو صدیوں سے تھے باہم خوں کے پیاسے   کیے وہ متحد اس نے قبائل
رسول اللہ کی سنت پہ چل کر   ہوئی آساں تر ہر ایک منزل

(عابد نظامی)

جس کو دشمن بھی سمجھتے تھے امین و صادق   حسنِ کردار کا معیار ہے سیرت ان کی

(غافل کرنالی)

کل جہاں میں روشنی ہے سرورِ دیں کے طفیل   چاندنی ہی چاندنی ہے سرورِ دیں کے طفیل
جب کبھی محفل سجائی ہے درود و نعت کی   بارشِ رحمت ہوئی ہے سرورِ دیں کے طفیل

(عزیز الدین خاکی القادری)

اِک نورِ لاجواب ہے سیرت حضور کی   الہام کی کتاب ہے سیرت حضور کی

(ریاض احمد قادری)

ہر دور کے انسان کے ہیں آپ ہی قائد   تکمیل ہوئی آپ سے ہر حسنِ ادا کی

(عارف مہجور رضوی)

اپنائیں خوش دلی سے جو ہم اسوۂ رسول   ہوجائیں اپنے شہر کے حالات پاک صاف

(سہیل غازی پوری)

زمانے بھر کو دیے ہیں دارین کے خزینے، مرے نبی نے
مجھے بھی بخشے ہیں دین و دنیا، مرے نبی نے، مرے نبی نے
محبتوں کے چمن کھلائے ہیں آپ نے خلقِ بے کراں سے
وفا کی تعلیم سے چراغاں کیے ہیں سینے، مرے نبی نے

(جعفر بلوچ)

اے مواخاتِ مدینہ تیرے صدقے دہر میں   اسمِ احسان و وفا کی روشنی لکھی گئی
درگزر کے پھول بانٹے اس طرح سرکار نے   دشمنوں کے واسطے بھی دوستی لکھی گئی

(محمد حنیف نازش قادری)

سیرت، رموزِ امر و نواہی لیے ہوئے   صورت جمالِ نورِ الٰہی لیے ہوئے
عادت پیمبری کی گواہی لیے ہوئے   غربت، جلال وشوکتِ شاہی لیے ہوئے

(انور جمال)

دامنِ انسانیت پر داغ تھا جن کا وجود   بن گئے انسان وہ، انسانِ کامل دیکھ کر

(عبدالغنی تائب)

نظر نظر رحمتِ سراپا، ادا ادا غیرتِ مسیحا
ضمیر مردہ بھی جی اُٹھے ہیں جدھر تمھاری نظر اٹھی ہے

(خالد محمود)

اس نے دنیا کو وہ میزانِ عدالت بخشی   جس سے انصاف کا مفہوم سمجھ میں آیا

(محسن احسان)

ہے وہ خورشیدِ اخلاقِ خیر البشر   جس سے پاتا ہے ہر آدمی روشنی

(اعجاز رحمانی)

اسوۂ مصطفٰی کا چراغ آج بھی   جل رہا ہے ہواؤں کے طوفان میں

(محشر بدایونی)

ہر ایک پھول نظر آرہا ہے رُوئے رسول
ہے تتلیوں کو بھی بے شبہ، جستجوئے رسول
یہ قلب، ساتھ اگر دے، تو پہلے کس کا دے!
نظر بھی، روح بھی، رکھتی ہے آرزوئے رسول

(محیط اسمٰعیل)

جدھر اُٹھ گئے پائے سرکارِ والا، کلیجے سے ظلمت کے ابھرا اجالا
جوارِ نقوشِ قدم تک جو پہنچے، وہ ذرّے مثالِ سحر جگمگائے

(انور صابری)

وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں   مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے

(مفتی محمد شفیع)

غنی گدا کو کیا، مفلسوں کو شاہ کیا   عطا و لطف و کرم کے خزینے والے نے

(خان اختر ندیم)

گم راہوں کے واسطے آقا   حرفِ ہدایت بن کے آئے
شرک کی گہری تاریکی میں   نورِ نبوت بن کر آئے

(سرشار صدیقی)

ہر عظمتِ انساں کے پسِ پردہ وہی ہیں
وہ روحِ عمل، حسنِ یقیں، حاملِ قرآں
(امین راحت چغتائی)

تمیزِ مومن و کافر سے بالا
محمد رحمتِ اہلِ جہاں ہیں
فقیری میں جلالِ بے نہایت
امیری میں جمالِ بے کراں ہیں
(علی محسن صدیقی)

وحشت کے سوا کیا تھا سروں میں کہ وہ آیا
پھر اس نے نکالی ادب آداب کی صورت
(احمد صغیر صدیقی)

لمس جن قدموں کا صحراؤں کو گلزار کرے
ذکر سے ان کے ہی آتی ہے سخن میں خوش بو
(محمد علی صدیقی شیدا بستوی، بھارت)

ہیں گزرتی مومنوں کو ان کی تکلیفیں گراں
اہلِ ایماں کی ہیں جانوں کے قریں آقا حضور
(ضیا نیر)

آپ نے رحمت لٹائی سنگ باری کے عوض
آپ ہیں غم خوارِ انساں، حاملِ خلقِ عظیم
(تنویر پھول)

کبھی جو مجھ سے الجھتا ہے دوپہر کا عذاب
وہ میرے سر پہ کرم اپنا تان دیتا ہے
میں حرف وصوت کی خیرات ان سے مانگتا ہوں
جو پتھروں کو بھی رزقِ زبان دیتا ہے
(محسن نقوی)

اُنھیں کے خُلق سے ہر شے منور
انھیں کے خُلق سے قائم جہاں ہے
(علی محسن صدیقی)

جمالِ صورت و سیرت کی کیسی خوش نمائی ہے
مصور نے ہمیں تصویر خود اپنی دکھائی ہے
(سیّد محمد طلحہ رضوی برق، بھارت)

عمل سے آپ نے آقا دکھا دیا ہم کو
دلوں کو جیت لے، تاثیر وہ زبان میں ہے
(جمال نقوی)

کوئی کہیں سے چھیڑے افسانہ زندگی کا
ہے اسوۂ محمد پیمانہ زندگی کا
(حافظ عبدالستار حافظ)

پھر ہے تہذیب کی انساں کو ضرورت انور
پھر سے تقلیدِ شہِ کون و مکاں ہو جائے
(افضال احمد انور)

سرکارِ دو عالم کی بصیرت کا ہے صدقہ
ہر سلسلۂ فکر و نظر زندہ ہے ہم سے
تاریخ محمد کا نشانِ کفِ پا ہے
انسان کو معراج ملی ان کے قدم سے
(سیّد ابوالخیر کشفی)

تذکرہ جس کا دعاؤں کو اثر دیتا ہے
اس کا کردار ہی جینے کا ہنر دیتا ہے
(رشید وارثی)

انساں کو آ کے آپ نے انساں بنا دیا
انسانیت کے رنگ میں تھا آدمی کہاں
(صابر گیلانی)

فہم و ادراک کی سرحدِ نور پر، نظمِ عالم کی تشکیل کی آپ نے
مژدہ امید کا چشمِ تر کے لیے، سارے احسان ہیں آپ کے یا نبی
(احمد ظفر)

مرکزِ انسانیت سے آشنا اس کو کیا
جب بھٹکتی پھر رہی تھی زندگی کی روشنی
(سیّد معراج جامی)

میں نے قرآن کی تفسیر میں سیرت کو پڑھا
نور کو دائرۂ نور کے اندر رکھا
(افتخار عارف)

ممتاز منفرد، ازل آثار، بے مثال
صورت حضور کی ہو کہ سیرت حضور کی
(ریاض مجید)

ظہورِ صدق کی ''فیروز'' نورِ حق کی کتاب
ابد نصیب زمانے میں ہے نبی کا نصاب
(محمد فیروز شاہ)

چھپے ہو گرچہ صدیوں میں مگر میں دیکھ لیتا ہوں
کہ اپنی سیرتِ انور کے شیشے میں نہاں تم ہو
(لالہ صحرائی)

ہے ثبت تری ذات سے تاریخِ بشر میں
وہ عزم کہ تھکتا نہیں طائف کے سفر میں
(انور مسعود)

اسوۂ ہجرت سے کھولی کس نے راہِ ارتقا
کس کی گردِ پا سے خطِ کہکشاں سرسبز ہے
(حفیظ الرحمٰن احسن)

اک عالمِ حیرت ہے تری بزمِ فصاحت — ہیں سیکڑوں سحبان یہاں مہر بلب سے
(طارق سلطان پوری)

آپ ہیں ظلِ الٰہی، آپ ہی کے نور سے — جگمگاتا ہے جہاں آقا رسولِ ہاشمی
(سعید بدر)

ایک ہی صف میں بیٹھے گا ہر آدمی — یہ مدینے کے والی کا دستور ہے
(اقبال نجمی)

خُلقِ عظیم آپ کا سرمایۂ حیات — قرآن آپ ہیں تو ہے قرآن آپ سے
(امجد حمید محسن)

آنے سے ترے دور ہوئے ظلم کے سائے — تو عدل کا انصاف کا لہراتا علم ہے
زندہ ہے جو اس عہدِ پُرآشوب میں نقوی — یہ تیری دعا، تیری نظر، تیرا کرم ہے
(سیّد آفتاب نقوی)

مثالِ شمعِ ایماں اِک ترا کردار ٹھہرا ہے — ترا اسوہ دو عالم کے لیے معیار ٹھہرا ہے
(حافظ منور حسین سرمد)

چہرۂ عالم پہ تھا چھایا کہ جو گرد و غبار
آپ نے از بابِ رحمت اس کو یکسر دھو دیا

(بے چین رجپوری)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ پر لکھنے کا سبب فقط شاعرانہ عظمت کا اظہار نہیں بلکہ شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو اس لیے موضوعِ شاعری بناتا ہے کہ یہی وہ واحد معیارِ حیات ہے جس کی پیروی اسے دو عالم میں سرخ رو کرسکتی ہے۔ وہ جہاں محاسنِ حضور بیان کرتا ہے وہاں آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کو وسیلۂ نجات سمجھتا ہے۔ کیوں کہ ایسا سمجھے بغیر ایک دنیاوی راہ نما کا تذکرہ تو ہوسکتا ہے مگر سلطانِ دو عالم کے محاسن کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر محاسنِ حضور کے بیان کا لطف جب ہی آتا ہے جب دل میں محبتِ رسولِ خدا ﷺ اپنا حسن بکھیر رہی ہو، مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ محققین کے نزدیک وسیلۂ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام

عالم کے لیے ہیں۔ (آبِ حیات، صفحہ ۱۷۶)

علامہ محمد شفیع اوکاڑوی اس حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

آیت **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** اور اس کی تفسیری عبارت سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ تمام عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے رحمت اور تمام عالمِ ممکنات کے لیے ہر قسم کے فیوض و برکات کا ذریعہ و وسیلہ ہیں یعنی جس طرح جڑ پورے درخت کی تمام شاخوں کی شادابی و شگفتگی کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ تمام عالمین کے لیے ہر قسم کے فیوض کا باعث ہیں، تو یہ ہوسکتا ہے کہ جڑ سوکھ جائے مردہ ہوجائے اور شاخیں زندہ اور سرسبز و شاداب رہیں؟ جب یہ نہیں ہوسکتا تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ جن کی ذاتِ مقدسہ تمام جہان کے لیے رحمت اور اصل الاصول ہو وہ مردہ ہوجائیں اور جہان زندہ رہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ زندہ ہیں اور تمام جہان کی زندگی کا واسطہ و وسیلہ ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(''ذکرِ جمیل'' علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، صفحہ ۴۶، ۲۰۰۱ء)

جب حضور ﷺ کے وسیلہ اور واسطہ ہونے کا یقین آجاتا ہے اور محبتِ رسول دل و دماغ پر مسلط ہوجاتی ہے تو پھر سیرتِ رسول کے بیان کا اصل مدعا پورا ہوتا ہے۔ ورنہ کہنے کو تو شعرا محبوبانِ مجازی کے لیے بھی زمین و آسمان کے قلابے ملا جاتے ہیں اور اس ضمن میں وہ معمولی سی حیا کے روادار بھی نہیں ہوتے کہ محبوبانِ مجازی کی اداؤں اور طرزِ عمل کے لیے استعمال شدہ پامال الفاظ وہ کس بے دھڑک انداز میں محبوبِ خدا کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ یہاں تو سیرتِ مصطفیٰ ﷺ لفظوں کی پاکیزگی مانگتی ہے۔ تراکیب کا اچھوتا پن چاہتی ہے۔ نئے سے نئے مضامین کی نمود چاہتی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو قدم قدم پر احساس ہو کہ کردارِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ اسی طرح نادر و نایاب اور اچھوتے ہیں جس طرح سمندر سے ابھی ابھی چشم و فکر کو خیرہ کرنے والے لعل و جواہر برآمد ہوئے ہیں۔ ایسا لگے کہ یہ الفاظ بزمِ فطرت کے حسن سے ابھی ابھی مستعار لیے گئے ہیں۔ جب ممدوحِ کائنات ﷺ انوکھا اور نرالا ہو، اس کے خصائص و کمالات کی ایک جھلک بھی بزمِ ہستی نے پہلے نہ دیکھی ہو۔ تو پھر جوں جوں حضور ﷺ پر ایمان اپنے اکمال کو چھونے لگتا ہے۔ محبت اپنی معراج سے ہم

کنار ہونے لگتی ہے۔صورتِ مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ ریزیاں بصارت کا اعزاز بننے لگتی ہیں تو پھر وہ سیرتِ حضور کے نام پر جو کچھ بھی کہتا ہے وہ ایمان ویقین کی زندہ گواہی بن جاتا ہے۔ یہی سیرت نگاری وقت کی میزان پر تُل کرا سے حاصلِ کائنات بنا دیتی ہے۔گنبدِ خضریٰ میں حیاتِ مصطفیٰ کا شعور شاعر کے لیے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو صحیح معنوں میں قابلِ تقلید بنا دیتا ہے اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے:

تعلق ہے مِرا اہلِ نظر کے اس قبیلے سے
خدا کو جس نے پہچانا، محمد کے وسیلے سے

(قتیل شفائی)

اور پھر شاعر سیرتِ حضور ﷺ کی شمع نور روشن کر کے گنبدِ خضریٰ کی طرف بے تابانہ لپکتا ہے تو وہ اُمتِ اسلام کا نوحہ سناتے ہوئے اپنے مشفق وکریم آقا سے رحمت وعنایت کا طلب گار ہوتا ہے کیوں کہ یہ رحمت وعنایت میں تو سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی پہچان اور جان ہے:

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ پاک کی ہمہ رنگی ہے کہ چہرۂ انور کی تابانیاں، وجودِ مقدس کی رعنائیاں ہوں یا آپ کی سیرتِ قدسیہ کا ہر آن برستا ہوا سحابِ رحمت ہو، رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی ہر ادا، ہر سخن، ہر اندازِ فکر اور ہر زاویۂ عمل کو تبلیغ واشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنا دیا۔ایک طرف آپ نے اخلاقِ حسنہ سے تلوار کا کام لیا تو دوسری طرف اپنے رخِ انور کی ایک ایک جھلک سے نجانے کتنے گم راہوں کو اپنی جانب کھینچ کر توحیدِ خداوندی کا خوگر بنا دیا۔اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی یہ گواہی نہایت جامع اور فکر آفریں نظر آتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ (جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے) فرماتے ہیں:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ کام کاج چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے کے لیے آرہے تھے۔میں بھی آیا، جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ آپ اس وقت فرمارہے تھے۔اے لوگو! سلامتی پھیلاؤ اور صلۂ رحمی یعنی اپنوں سے محبت کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔

(''المستدرک''، ج۴،ص۱۶۰،''خصائصِ کبریٰ'' ج۱،ص۱۹۱)

گویا حضرت عبداللہ بن سلام ایک ہی وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورتِ منور اور پیغامِ سیرت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔صورت کو دیکھیں تو یہ ابدی گواہی ملتی ہے:

اے کہ شرحِ والضحیٰ آمد جمالِ روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

ادھر سیرت وکردارِ حضور ﷺ کی تاثر آفرینی دیکھیں تو کہنا پڑتا ہے:

کچھ ان کے خُلق نے کرلی، کچھ ان کے پیار نے کرلی
مسخر اس طرح دنیا، شہِ ابرار نے کرلی

غرض جمالِ حضور ﷺ کی جلوہ افروزیوں کو اپنا راہنما بنا کر سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا آفتابِ جہاں تاب چودہ صدیاں قبل اس شان سے سپہرِ عالم پر جلوہ گر ہوا کہ اس کی شعاعوں سے اطراف و اکنافِ عالم یکساں انداز سے مستنیر ہوتے گئے۔شہر، بستیاں، علاقے، ملک، براعظم، دشت وجبل، بحر وبر، خشک وتر دیکھتے ہی دیکھتے ضوبار ہونے لگے۔جس نے پیغام سنا، آپ کے خلق کی جامعیت دیکھی، آپ کے اُسوۂ حسنہ کی مہک باریاں دیکھیں، آپ کے لبوں سے لطف وکرم کا پیغام سنا۔آپ کی مجلس آرائی دیکھی، اعجازِ نطق کی کرشمہ سازیاں دیکھیں تو وہ بے اختیار ہو گیا۔آپ کے اسوۂ عالی کے گلاب چن کر اپنے ایمان کی زینت بنالے۔''محمد رسول اللہ'' کے انوارِ ظاہری و باطنی اس کے دل میں گھر کرتے گئے اور وہ ''لا الہ الا اللہ'' کے پیغامِ لاہوتی کا علم بردار بن گیا۔آج جب ہم چشمِ تصور سے دیکھتے ہیں تو روحِ محمد (ﷺ) پیغام دیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے:

خُلقِ احمد یوں دل و جاں میں بسایا جائے
دشمنِ جاں کو بھی سینے سے لگایا جائے
آج پیغام ہے ناموسِ رسالت کا یہی
عصرِ حاضر کے ہر اِک بت کو گرایا جائے
پھر شبِ تار سے ایماں کے اُجالے پھوٹیں
یوں چراغ آپ کی سیرت کا جلایا جائے

(محمد اکرم رضا)

یہی پیغام اور مفہوم ہے جو ہر جانب سے فکری یلغار کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ایسی فکری یلغار کہ جس کے سامنے باطل نظریات کے کاخ ایک ہی آن میں اپنے وجود سے محروم ہو جاتے ہیں۔ملاحظہ کیجیے:

جو اشکِ ندامت مری پلکوں پہ گرا ہے

اے بحرِ کرم وہ ترے جلووں کی عطا ہے
جاری ہے دو عالم میں ترے فیض کا چشمہ
تو بحرِ کرم بحرِ عطا بحرِ سخا ہے

(طاہر حسین طاہر سلطانی)

اپنوں کی بات چھوڑیے غیروں کو لیجیے
برسی ہے دشمنوں پہ بھی رحمت رسول کی

(ریاض احمد بدایونی)

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال دیا
خود مشیت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

(صبا اکبر آبادی)

ان کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غم زدہ آگیا، تشنہ کام آگیا
غم غلط ہوگئے، معصیت دُھل گئی، مغفرت، عافیت کا پیام آگیا

(سکندر لکھنوی)

نگاہِ ساقیِ کوثر کے فیض کا صدقہ
سمٹ گئی مرے ساغر میں طُور کی رونق

(محمد علی ظہوری)

سخن جس سے کیا وہ ہوگیا توحید کا شیدا
کچھ ایسی دل نشیں سی بات فرماتے ہوئے آئے

(سلیم اختر فارانی)

جب سے حضور آپ کا فیضان ہوگیا
کتنا بلند مرتبہ انسان ہوگیا

(سجاد مرزا)

روشن کچھ اس طرح ہوئے ان کے نقوشِ پا
جیسے کہ چاند ٹوٹ کے بکھرا ہو راہ میں

(اثر لدھیانوی)

ہر زمیں روشن ہوئی، سب آسماں روشن ہوئے

آمدِ سرکار سے سارے جہاں روشن ہوئے
اخلاقِ مصطفیٰ سے مزین جو ہوگئے
نارِ خزاں سے آگئے باغ و بہار تک

(سیّد رفیق عزیزی)

دشمن پہ کرم، دشمن پہ عطا، دشمن کے لیے بھی لب پہ دعا
اس شے کو سخاوت کہتے ہیں یہ رنگِ سخاوت کیا کہنا

(بہزاد لکھنوی)

سبھوں کے واسطے تم نے اٹھائے دستِ دعا
تمھارے سامنے دوست آئے یا عدو آئے

(حسرت حسین حسرت)

تفریقِ رنگ و خوں کو مٹایا حضور نے
ہم کو شعورِ زیست سکھایا حضور نے
جس کی کوئی مثال ابد تک نہ مل سکی
آئینِ زندگی وہ بنایا حضور نے

(امداد ہمدانی)

قرآں کا حرف حرف ہے سیرت حضور کی
قرآں کا حرف حرف سراپا حضور ہیں

(حامد یزدانی)

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ قرآنِ حکیم سیرتِ رسول ﷺ کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ کی کبھی نہ مٹنے والی گواہی ہے۔ قافلے مشامِ ابد کی منزل کی جانب سفر کرتے رہیں گے لیکن ان کو منزلوں کا سراغ فقط قرآنِ حکیم کے آئینے میں سیرتِ رسول کا مطالعہ کرکے ہی ملے گا۔ قرآن حکیم کے مطالعے کے بعد صاحب ایمان سوچتا ہے کہ قرآنِ حکیم کی کون سی آیت کو سیرتِ رسول کے اظہار میں رقم کیا جائے اور کس کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر آپ کے متبعین آپ کے اقوال و افعال اور کردار و سیرت کو اس طرح محفوظ نہ بھی کرتے جس طرح کرنے کا حق ادا کیا گیا ہے، تب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت و سیرت اتنی ہی زیادہ قبولیتِ عام کے درجے پر

فائز ہوتی، کیوں کہ خالقِ کائنات نے سب سے پہلے اس کام کو خود اس قرینے سے قرآن میں محفوظ کیا ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت اور رحمت و رافت کے سلسلے میں کسی شک و شبہے کی گنجایش نہیں رہتی۔ پورا قرآن آپ کی توصیف و ثنا، سیرت اور محاسنِ قدسیہ کو بیان کر رہا ہے اور جس طرح آپ کی حیاتِ مبارکہ اور احادیث قرآنِ حکیم کی روشن ترین تفسیر ہیں، اسی طرح قرآنِ حکیم بھی آپ کی سیرت اور اسوۂ عالی کا مفسرِ اعظم ہے۔ اس لیے جن خوش بخت نعت گو شاعروں نے نعت اور صاحبِ نعت ﷺ کے کردار کے تمام پہلوؤں کو دیکھا۔ ان کے قلم سے سیرتِ رسول ﷺ کے ایسے لافانی اشعار ظہور پزیر ہوئے کہ وہ اہلِ شوق کا وظیفۂ حیات بن گئے۔ ان کے مقابلے میں جن شعرا نے سیرت نگاری کو محض ایک مضمون یا رویے تک محدود رکھا ان کی شاعری تمام تر ادبی لوازم کے باوجود اس گلاب کی طرح ہے جو ظاہری زیب و زینت تو رکھتا ہے مگر خوشبو سے محروم ہے۔ اگر سیرت نگاری میں کلامِ ربانی اور احادیثِ حضور کو مدنظر نہ رکھا جائے تو شاعری محض تک بندی، مضمون آفرینی، محض کوتاہ فکری اور سیرت نگاری لفظوں کا ایسا ذخیرہ بن کر رہ جائے جو کسی بھی دنیاوی و مجازی شخصیت کی نذر کیا جاسکتا ہے۔ ایک نظر ان خوش بخت نعت گو شعرا کا پیرایۂ اظہار دیکھیے جو سیرتِ حضور ﷺ کے حوالے سے خالقِ دو عالم کے کلامِ مجید کو پیشِ نگاہ رکھے ہوئے ہیں:

مدحتِ خیر البشر انداز ہے تحریر کا
یہ بھی اِک انداز ہے قرآن کی تفسیر کا

(راغب مرادآبادی)

کتنی آیات مفہوم میں ڈھل گئیں
بات کہنے کو تھی مختصر آپ کی

(محسن نقوی)

قرآن کے اوراق میں، پڑھتا ہوں انھی کو
اس مصحفِ ناطق کی تلاوت پہ نظر ہے

(سیّد محمد ابوالخیر کشفی)

آیا ہے جہاں بھی ذکر تیرا
قرآن بھی مسکرا دیا ہے

(نجیب احمد)

اے صاحبِ قرآں ترا منشورِ گرامی
ہر دور کے انساں کی ضرورت کے لیے ہے

(رشید وارثی)

تابعِ وحیِ خدا تھی آپ کی اک اک ادا
الغرض قرآنِ ناطق صاحبِ قرآن ہے
آپ کے اُسوہ سے ہٹ کر زندگی ممکن نہیں
آپ کا جادہ سراسر عظمتِ قرآن ہے

(محمد اکرم رضا)

اس طرح جانِ دو عالم ہے دل و جان کے ساتھ
جیسے قرآن ہو خود صاحبِ قرآن کے ساتھ

(سیّد صبیح رحمانی)

تجھ کو پڑھ کر بسر زندگی ہم نے کی
جس کے قاری ہیں ہم، تُو وہ قرآن ہے

(اے جی جوش)

بشر ہے وہ یا کلامِ باری، میں اس کی ہر اِک ادا کا قاری
تمام قرآن کی جو تصویرِ معنوی ہے وہی نبی ہے

(مظفر وارثی)

ہم نے جہاں گلستانِ نعت میں سیرتِ مصطفی ﷺ کی گل کاریوں کی خوش بو لٹائی ہے، وہاں ہر گام پر اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا ہے کہ جمالِ صورتِ حضور کے انوار کو فراموش کر کے یا اس کے پُرتاثیر انوار سے اغماض برت کر ایک لمحے کے لیے سیرتِ مصطفی ﷺ کا کماحقہ ذکر نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر کوئی دانستہ طور پر ایک پہلو سے پہلوتہی کرتے ہوئے دوسرے پہلو کو اجاگر کرتا ہے تو وہ نعت نہیں کہتا بلکہ کسی مجازی محبوب کا تذکرہ کر رہا ہوتا ہے۔ حالاں کہ غزلیہ شاعری گواہ ہے کہ محبوبانِ مجازی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لطف و کرم نہیں فرماتے بلکہ ان کا تمام تر حسن عشوہ و ادا اور بے رُخی و کج ادائی کے دھندلکوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ تو فقط ذاتِ مصطفی ہے جس کی صورت انوارِ خداوندی کے جھرمٹ میں اپنا حسن بکھیر رہی ہے اور سیرت وقت کی بلندیوں کو تسخیر کر رہی ہے۔ راجا رشید محمود کہتے

ہیں کہ ”جن موضوعات کو بعض لوگ رسمی قرار دے کر مسترد کر دیتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ محبت و عقیدت اور احترام و تکریم مصطفوی (ﷺ) کے ان موضوعات اور ان مضامین کے بغیر (اشعار یا شعر) نعت کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔“

حکیم محمود احمد برکاتی کہتے ہیں ”نعت گوئی کے دو رنگ ہیں: ایک میں شاعر اپنے جذباتِ عشق و شیفتگی کا اظہار کرتا ہے... دوسرا رنگ یہ ہے کہ شاعر اپنی ذات کو ملت میں گم کر کے حضور ﷺ سے ملّی مصائب و مشکلات کی فریاد کرتا ہے، التفات کی درخواست کرتا ہے۔ حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تعلیمات کو موضوعِ سخن بناتا ہے۔ آپ کے سخنِ سیرت و کردار کے مختلف گوشوں کو نمایاں کرتا ہے۔ آپ کے اُسوۂ حسنہ کے اتباع پر ملت کو ترغیب دیتا ہے۔ محبت کے ساتھ اطاعت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔“

کاسۂ جاں میں لیے نور کی لوئے خیرات
جو گدا ان کے درِ فیض رسا تک پہنچے

(سیّد صبیح رحمانی)

نعت تو سر بہ سر خوش نودیِ خدا و رسول ہے۔ نعت تو عشق کا ترانہ اور لفظوں کا فسانہ ہے۔ نعت تو گدازِ شوق ہے، شیفتگی و ارادت کا پیغامِ نور ہے۔ متاعِ شوقِ بے بہا ہے۔ دل و جان و نظر کا مدعا ہے۔ نعت تو فکر کا اعزاز ہے۔ شوکتِ ایمان کی ہم راز ہے۔ نعت سراپا عاجزی ہے۔ مولائے کائنات ﷺ کی بارگاہِ عالم پناہ میں جذبوں کی حاضری ہے۔ نعت تو گلابوں کی لڑی ہے، سحابِ رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی ہر آن برستی ہوئی جھڑی ہے۔ نعت حسنِ ذوق ہے، رفعتِ شوق ہے۔ نعت جلوہ گاہِ عرفان ہے بلکہ ایمان کی جان ہے۔ ایسے میں کوئی بد بخت ہی جمالِ صورت کی قیمت پر کمالِ سیرت پر بات کر سکتا ہے۔ وجودِ مصطفیٰ ﷺ کا مفسرِ عظیم قرآن تو دونوں حقائق کو ایک ساتھ لے کر چل رہا ہے کیوں کہ تکمیلِ شخصیت صورت و سیرت کی سرفرازیوں کے بغیر ممکن ہی نہیں اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس باب میں یکتا و بے مثال ہیں بلکہ آپ کی سیرت کو اپنا کر ہی تشکیلِ شخصیت کے خواب کو تبحر سے ہم کنار کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں جو لوگ ”غلو“ کا نعرہ لگاتے ہیں انھیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے جب خدائے کریم نے اپنے محبوب کے سرِ اقدس پر ”ورفعنا لک ذکرک“ کا تاجِ لولاک سجا دیا ہے تو پھر سرورِ کونین ﷺ کے مقاماتِ عالیہ کی رفعتوں کی جانب کس کا شہپرِ تخیل اذنِ پرواز طلب نہیں کرے گا۔ کیا کسی نے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے جمالِ صورت اور کمالِ سیرت کا آخری کنارا دریافت کر لیا ہے۔ یہاں تو خدا کے بعد انھیں سب کچھ کہنا روا ہے اور مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے حضور ﷺ کے اوصافِ

حسنہ کا شمار کرتے کرتے یہ حقیقت ایک زمانے پر واضح کر دی کہ:

بسکہ رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا مولا کہوں تجھے

’غلو‘ کا بہانہ تراشنا نعت کے حقیقی حسن کو نگاہوں سے اوجھل کرنے کی سطحی سی کوشش ہے۔ ورنہ جسے بھی عاقبت میں سرخ روئی عزیز ہے وہ خوش نودیِ حضور ﷺ کا طلب گار بنا رہے گا اور اس جادۂ شوق کا مسافر جانتا ہے کہ قرآن کے فرمودات اور تعلیماتِ رسول سے ہٹ کر خوش نودیِ رسول کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا:

تعلیمِ مصطفیٰ کا تقاضا ہے بندگی
اور بندگی بھی کس کی غفور الرحیم کی
ہر در پہ سجدہ ریزی غلامانہ فعل ہے
توہین ہے یہ دینِ رسولِ کریم کی

(اقبال عظیم)

ترا وجود کتابِ مکارمِ اخلاق
ہر اِک سبق کا سمجھتا ہے تو سیاق و سباق

(عبدالعزیز خالد)

تری نظر خارزار شب میں گلاب تحریر کر چکی ہے
اُجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی ہے

(محمد اجمل نیازی)

خُلق کی خوش بو سے وادی زندگی کی بھر گئی
تیری ہی تہذیب نے پُرنور ہر آنگن کیا

(امان اللہ اجمل)

اس رحمتِ عالم کی عطا سب کے لیے ہے
سرکار کی شفقت کی ردا سب کے لیے ہے

(سیّد ابوالخیر کشفی)

چراغِ راہ ملا، رہ نما اُصول ملے
خدا کو پالیا بندوں نے جب رسول ملے

(حاصل مرادآبادی)

ہر روشنی کا مرکز و محور نبی کا نام
عالم ہے شب چراغِ منور نبی کا نام

(آفتاب کریمی)

ان کی تنویرِ رسالت نے بتایا خلق کو
دینِ حق کے ساتھ پیمانِ وفا ہے روشنی
ان کی طرزِ زندگی میں نورِ حق پوشیدہ ہے
ان کے اندازِ تکلم کی ضیا ہے روشنی

(عزیز احسن)

وہ لہجہ، وہ خلوص، وہ انداز، وہ خطاب
اس صاحبِ کتاب کا ہر لفظ اِک کتاب

(صابر وسیم)

یہ تو سرکار کی رحمت کو گوارا ہی نہیں
ان کی چوکھٹ پہ کوئی جائے تو خالی آئے

(خالد محمود نقش بندی)

ہے سنگ باریِ طائف سے جسمِ اطہر پر
ہر ایک زخم کہ جیسے گلاب روشن ہے
لہو سے ہوگئے لبریز آپ کے نعلین
مگر لبوں پہ منور خطاب روشن ہے
انھی کے دم سے منور ہے گوشۂ سیرت
عمل میں جن کے خدا کی کتاب روشن ہے

(ظفر مرادآبادی، بھارت)

میرے نبی کی ذات ہے شمعِ رہِ ہدیٰ فقط
اہلِ نظر کے واسطے اسوۂ مصطفیٰ فقط

(ناز قادری، بھارت)

طائف میں انتہائے مظالم کے باوجود
خیر البشر کے لب پہ نہ بدلا دعا کا رنگ

(ندیم صدیقی، بھارت)

ہر قدم پر رہبری کی اُسوۂ سرکار نے
روشنی یہ کب گئی ہے ساتھ میرا چھوڑ کر

(سیّد صبیح رحمانی)

آپ کے خون سے صحراؤں میں گلشن مہکے
چار سو پھیل گئے سیرتِ صد رنگ کے باغ

(سیّد افتخار حیدر)

یہ معجزہ ہے تری تربیت کا جس کے طفیل
جو بے ہنر تھے کبھی صاحبِ ہنر ٹھہرے

(علی محسن صدیقی)

وہ جن پہ سیرتِ اطہر کا رنگ چڑھ جائے
کبیر ہو کے، سراپا صغیر رہتے ہیں

(فیض رسول فیضان)

سیرت ہے تری جوہرِ آئینۂ تہذیب
روشن ترے جلووں سے جہانِ دل و دیدہ

(حفیظ تائب)

فاقے ہیں اور شکم پہ ہے پتھر بندھا ہوا
صبرِ جمیل ایسا کہ درمانِ جوع ہو

(راغب مرادآبادی)

شہِ امم کا بدن اور نشاں چٹائی کے
زبانِ اشک سے اس سادگی کا ذکر کرو

(حنیف اسعدی)

ہیں ترے قول و عمل تعبیر و تشکیلِ سنن
موجِ کوثر سے تری کشتِ خدا سرسبز ہے
یہ کریمانہ بصیرت یہ حکیمانہ شعور
نم ہیں تہذیبیں، تمدن کی گھٹا سرسبز ہے

(فضا ابن فیضی)

آپ کے آخری خطبے سے ہوا ہے قائم
ابنِ آدم کا بھرم سیّد مکی مدنی

(انور سدید)

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی گل کاریوں سے ایک زمانہ مہک رہا ہے۔ گزرتے ہوئے ادوار کا ہر لہجہ یہی پیغام دے رہا ہے کہ اگر نجاتِ دائمی مقصود ہے تو سیرتِ حضور کے دامانِ کرم میں پناہ ڈھونڈ لو۔ یہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا لافانی معجزہ ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اقوامِ عالم کی راہ نمائی کر رہی ہے۔ زمانہ ہر لحظہ تغیر و تبدل کی زد میں ہے۔ ہر لحظہ وقت کے افق پر نئے حوادث ابھرتے ہیں۔ کتنے ہی باطل نظام جھوٹے نظریات کی اوٹ سے ابھرے اور سچائی کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ سرابوں نے حقایق کا راستہ کاٹا، جبر و تشدد کے پرستاروں نے انسانی کھوپڑیوں کے مینار سجائے، ظلم و تعدی کو فروغ دے کر امن و سلامتی کی اقدار کو پامال کرنا چاہا۔ عہدِ مصطفوی سے لے کر آج تک اشرارِ کفر نے اپنی طاقت کو بزورِ شمشیر منوانا چاہا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نجانے کتنے ہی زمانی و مکانی حادثات تاریخ کے دھندلکوں سے ابھرتے رہے۔ نئے نئے تخیلات کو جبر و استبداد کے زور پر منوانے کی کوشش کی گئی۔ ظالم و جابر اقوام نے کئی بار اُمتِ اسلام کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ اسلامی دنیا کو تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ یہ آخری پیغامِ خداوندی

ہی مٹ جائے۔ مگر یہ ربِ کریم کا فضلِ بے بہا تھا کہ اس نے اپنے محبوب رسول کو سیرت و کردار کی وہ بلندیاں عطا کیں کہ جن کے فیضان سے تاخت و تاراج ہونے والا گلشنِ اسلام پھر سے حیاتِ نو کی تصویر بن گیا اور وقت کے شراروں کی باطل خدائی سے پامال ہوتی ہوئی اُمتِ اسلام پھر سے ہر دور کے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج اور جلالِ بادشاہی کو قدموں کی ٹھوکروں سے اڑانے لگی۔ اپنے تو اس سیرتِ اقدس کی سرفرازی کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہ ان کا ایمانِ برحق ہے۔ گواہی تو وہ ہے جو اغیار کے تعصب آلود ذہنوں اور دشمن کی آخری حدوں کو چھونے والی تحریروں سے ٹپک اُٹھے۔ تھامس کارلائل ہو یا جارج برنارڈ شا، مہاتما گاندھی ہو یا ٹیگور، ولیم میور ہو یا برٹرینڈ رسل، غیر مسلم شعرا ہوں یا ناقدین، انھیں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے پیغامِ عالم گیر کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا اور پھر "The Hundred" تصنیف کرنے والے مائیکل ایچ ہارٹ نے یہ کہتے ہوئے انسانیت کی تمام تر عظمتوں کو نبیِ آخر الزماں کے قدموں تلے رکھ دیا کہ:

> حضرت محمد (ﷺ) اس علاقے میں مبعوث ہوئے جو دنیا کا پس ماندہ ترین خطہ تھا۔ یہ علاقہ دنیا بھر کے علوم و فنون سے بہت دور تھا اور وہاں انسانی اقدار کی ترویج کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن حضرت محمد تھوڑے ہی برسوں میں اس علاقے میں ناقابلِ یقین حد تک جو حیرت انگیز انقلاب لے آئے، وہ آپ کے علاوہ کسی اور شخصیت سے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ آپ کی رہ نمائی کا ہی اعجاز تھا کہ انسانی کردار کی عظمتوں سے محروم اس خطے سے عالمِ انسانیت کی راہ نمائی کا آغاز ہوا۔

اعزاز یہ سرکار کی سیرت کے لیے ہے
ہر دور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے

(حفیظ تائب)

آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو یہ اعزاز کیوں حاصل ہوا کہ ہر دور کے بے چارگانِ ہستی کے آلام کا مداوا بن سکیں، آپ نے خلوت و جلوت، سفر و حضر، صلح و جنگ، نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد مکے کے عام شہری اور مدینے کے مقتدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے ایک بیٹے، ایک بھائی، ایک شوہر اور ایک باپ کی حیثیت سے ہر لمحہ و ہر آن انسانیت کی بقا اور تہذیبی اقدار کے فروغ کو مدِنظر رکھا۔ راقم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لافانی سیرتِ قدسیہ کے حوالے سے ایک مضمون میں لکھا تھا:

رسولِ کریم ﷺ عالمِ انسانیت کا وہ روشن مینار ہیں کہ جس سے پھوٹنے والی کرنوں نے وادیِ حجاز سے لے کر افریقا کی تاریک بستیوں تک تہذیبِ عالم کو یکساں روشنی اور انسانی عظمت کی حرارت بخشی ہے۔ پھر رسولِ کریم کی بے پایاں عظمت اور انسانیت نوازی کا ہی اعتراف ہے کہ آج دشت وجبل میں زمینوں آسمانوں میں، عرب کے ریگ زاروں میں، ایشیا کی عبادت گاہوں میں، یورپ کے علمی وتہذیبی سرمائے میں، افریقا کے کالے انسانوں کے چمکتے دلوں میں، محسوسات کے مہک بار گلستانوں میں، عشق وعقیدت کے پُرنور ایوانوں میں، فکر وتدبر کی روشن وادیوں میں، شعرا کی مدحت طرازیوں میں، ادیبوں کی ادب نوازیوں میں اور خطیبوں کی تکلم باریوں میں حضور ﷺ کا اسمِ گرامی انسانیت کے سب سے بڑے محسن کی حیثیت سے اُبھرتا اور جگمگاتا ہے۔

(اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا، ماہ نامہ ''شام وسحر''، سیرت نمبر، ۱۹۸۴ء)

محشر بدایونی نے کیا خوب کہا ہے:

اس کو کہتے ہیں تکمیلِ انسانیت
ساری اچھائیاں ایک انسان میں

آج کی نعت اور مستقبل کی نعت جمالِ صورتِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے افکار کی زینت بنا کر سیرتِ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو منوانے کے لیے بھرپور روحانی جدوجہد کر رہی ہے۔ عصری مسائل و احوال نے حضور ﷺ کی سیرت نگاری کے اجزا و عوامل میں اضافہ کر دیا ہے۔ نئے نئے سانحات جنم لے رہے ہیں۔ کتنے ہی نامعلوم حقایق آج وقت کی ابدی صداقتوں میں ڈھل رہے ہیں۔ عصرِ حاضر کا مادیت زدہ انسان چاند کی تسخیر کو اپنا سب سے بڑا اعزاز قرار دے رہا ہے حالاں کہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے تو ایک مدت قبل فرما دیا تھا کہ:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

☆

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی

ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

☆

پہنچنا چاند پر تو اک بہانہ تھا مرے آقا
یہ دنیا آپ کا نقشِ کفِ پا ڈھونڈتی ہوگی

(وسیم بریلوی)

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں ارتقائی سفر نے تہذیب وتمدن کے نئے جزیرے دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر دور نے یہی محسوس کیا ہے کہ اس کی عمرانی ارتقا کے لیے کی جانے والی کاوشیں دوسرے ادوار سے زیادہ ہیں۔ عصرِ حاضر یہ سمجھتا ہے کہ وہ تہذیبی وعمرانی ارتقا کی معراج کو چھو رہا ہے۔ مگر یہ کیسی معراج ہے کہ ہر طرف انسانیت کا لہو بہ رہا ہے۔ جنگل کا قانون نافذ ہے۔ تہذیب کی تاریخ اور عمرانیت کی پہچان اور تعریف مرتب کرنے والوں کے غارت گر ہاتھوں سے بزمِ ہستی کا ملبوس چاک ہو رہا ہے۔ یہ کیسی تہذیبی اور سائنسی معراج ہے جس نے انسانیت کے مستقبل کو تاریکیوں کی نذر کر دیا ہے۔ عالمِ اسلام خاص طور پر اس نام نہاد تہذیب کے اجارہ داروں کی زد میں ہے۔ اس اندوہ بے کراں میں فقط اسوۂ رسول ہی آفتابِ حیات بن کر چمکتا ہے۔ گزرنے والی چودہ صدیوں کی ایک ایک ساعت گواہ ہے کہ جب عالمِ اسلام اور تاریخِ انسانیت کا کوئی بھی پرسانِ حال نہیں تھا تو فقط سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی ہمہ گیریت ہی انسانیت کے دکھوں کا درمان کر رہی تھی۔ اللہ اللہ! سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی رفعتِ فلک آثار کو غلامانِ محمد ﷺ کی کھوپڑیوں کے مینار لگانے والے ہی سیرتِ محمدی ﷺ کے علم بردار بن گئے۔ جس طور ہر دور کے تہذیبی علم برداروں نے اپنے بقول انسانی ارتقا کی معراج کو چھونے کا دعویٰ کیا ہے (اگرچہ ان کا یہ دعویٰ فقط اندازِ تفاخر جسے خود تاریخ نے بار بار جھٹلایا ہے) اس سے کہیں زیادہ واضح، مؤثر اور دل نشیں انداز میں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ نے اپنا فکری اثاثہ ہر دور کی نذر کر کے عالمِ انسانیت کو حق و باطل کی پہچان بخشی ہے۔ اور یہ سب صدقہ ہے اس دانائے کُل کا جس کے ہر اندازِ حیات نے دلوں کی بنجر بستیوں کو آباد کر کے وہاں امن وسلامتی، تہذیب وتمدن، وقت کے تقاضوں کی بجا آوری اور ارتقائے مسلسل کے گل و لالہ مہکا دیے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ:

کھلے ہیں جس میں محبت کے پھول ہر جانب
وہی ہے گلشنِ بے خار گفتگوے رسول

(راجا رشید محمود)

ہر اِک عمل مرے آقا کا ایک آیت ہے
ان آیتوں میں سے تفہیمِ کائنات ہوئی

(شبنم رومانی)

جادۂ حق سے بھلا میرے قدم کیوں بھٹکیں
جب ہو ضو بار دل و جان میں اُسوہ تیرا

(محمد اکرم رضا)

آدمی کو آدمی بننا سکھایا آپ نے
زیست کا مفہوم دنیا کو بتایا آپ نے

(سیّد انوار ظہوری)

عدل کیا ہے تری سیرت کا ذرا سا اظہار
روشنی کیا ہے ترے قول کی سچائی ہے

(غافل کرنالی)

جو ناشناسِ رموزِ حیات تھے کل تک
وہ آج آپ کے دم سے ہیں رازدانِ حیات

(ساقی گجراتی)

بخشا سکوں حضور کے فیضانِ عام نے
دیکھا سحر کا نور زمانے کی شام نے

(محمد افضل فقیر)

ہے رحمت آپ کی اس درجہ بے پایاں بتاؤں کیا
کہ اس کے سامنے کچھ بھی نہیں وسعت سمندر کی

(منصور ملتانی)

روے انور کی طرح گوشۂ سیرت چمکے
آئینے دیکھے تو آئینے کی قسمت چمکے

(حلیم حاذق)

ہزار شکر کہ وہ نقشِ پا میسر ہیں

سفر مرا تھا وگرنہ فنا کے رستے پر

(سیّد عمران نقوی)

اُسوۂ خیر البشر ہے سامنے
راہ آساں ہے، خدا کا شکر ہے

(سیّد صبیح رحمانی)

کونین میں وہ ایک ہی رہبر ہے کہ جس کی
تابانیِ نقشِ کفِ پا سب کے لیے ہے

(سلیم گیلانی)

اے مرے شاہِ شرق و غرب، نانِ جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں، سارا جہاں گدا ترا

(احمد ندیم قاسمی)

تیری آواز تھی روشنی کا سفر
برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا

(جاذب قریشی)

غرضے کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے حسنِ شعریت کے چراغ جلانے والوں نے سلطانِ دو عالم کے کردار کے مختلف گوشوں کو موضوعِ فن بنایا ہے۔ اس طرح مضامین کے تنوع نے بہار آفرینی کی کیفیت پیدا کردی ہے۔ وہ شعرا لائقِ صد تعظیم ہیں جنھوں نے محض تغزل کا سہارا لینے کے بجاے اسوۂ رسول ﷺ کو قرآنِ حکیم کے تناظر میں دیکھا۔ قرآن سب سے بڑا شہ پارۂ نور ہے اور یہی شہ پارۂ نور، حضور نورِ مجسم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی زندہ گواہی ہے۔ اس ضمن میں ان اشعار کا حسن دیکھیے:

چند کھجوریں، جو کی روٹی، ایک پیالہ پانی کا
طور طریقے درویشی کے، منصب ہے سلطانی کا
مسند، منبر، گاؤ تکیہ، تاج، حویلی کچھ بھی نہیں

دیا چٹائی پر ہے روشن تہذیبِ عمرانی کا

لکھنے والوں نے اسوۂ حضور پر بہت کچھ لکھا اور لکھے جا رہے ہیں۔ مگر اسوۂ حضور ﷺ سے اَن مٹ وابستگی تب ہی نصیب ہوتی ہے۔ جب صاحبِ ایمان بارگاہِ رسول میں عجز و انکسار، سوز و گداز اور اظہارِ عجز کو زادِ سفر بنالے۔ ورنہ ہر گام پر رحمٰن کیانی کے لفظوں میں بے عملی اور فکری بے حسی کی سیاہ راتوں کے مسلط ہونے کا خوف دامن گیر ہوتا ہے اور سہل پسندی اسلامی معاشرے پر غالب آنے لگتی ہے:

شرطِ ایماں مصطفیٰ سے والہانہ پیار ہے
پیار لیکن پیروی ہے، پیروی دشوار ہے
پیروی سے عاشقی آسان ہے اور اس لیے
جس کو دیکھو ان کا دیوانہ سرِ بازار ہے

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ تب ہی بامقصد لگتا ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمالِ جہاں آرا میں گم ہو کر مقامِ رسالت کا عرفان حاصل کیا جائے۔ اصحابِ باکمال کی سیرت پڑھی جائے تو وہی سیرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرحِ مبین کا کماحقہ حق ادا کر سکے گی جنھوں نے محبوبِ دو عالم کی عقیدت کے انوار سے دل و جان کو جگمگانے کی عملی کوشش کی۔ یہ کوشش انھیں نہ صرف نعتیہ شاعری میں بلند مقام عطا کر گئی بلکہ اس کی بدولت انھیں کونین میں سرخ روئی کا سامانِ خیر بھی میسر آ گیا:

دھوپ رحمت کی عطا کر دی ٹھٹھرتی زیست کو
حبسِ جاں جب حد سے گزرا تو اسے ساون کیا

(امان اللہ اجمل)

اتاری روح کی بستی میں جلووں کی دھنک اس نے
شکستِ شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

(سیّد صبیح رحمانی)

میرے نبی کی ذات ہے شمعِ رہِ ہدیٰ فقط
اہلِ نظر کے واسطے اسوۂ مصطفیٰ فقط

(ناز قادری)

قدم جو زیست کی راہِ سفر میں رکھا جائے

نبی کا اسوۂ کامل نظر میں رکھا جائے

(امیر الاسلام صدیقی)

شاہِ کونین کی ضو بار یوں سیرت دیکھی
دشمنِ جاں پہ بھی سرکار کی رحمت دیکھی

(محمد اکرم رضا)

تاریکی جس قدر زیادہ ہو روشنی کی ضرورت اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ ظلماتِ خرد کا طلسم جس قدر بھرپور ہوگا، راہِ حیات کے مسافر اس قدر زیادہ تجلیاتِ کرم کے متلاشی ہوں گے۔ تاریک راتوں میں سفر کرنے والے رہ نورد روشنی کی ایک ننھی سی کرن کے لیے بھی ترستے ہیں اور جب ایک کرن بھی اپنے روشن وجود کا اظہار کرتی ہے تو فضائے بسیط میں پھیلے ہوئے اندھیرے بہت جلد اپنے بدترین انجام کی آہٹ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ جب کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ تو نام ہے اس آفتابِ لازوال کا جو فاران کی بلندیوں سے طلوع ہوا تو عرب و عجم یکساں انداز سے منور ہو گئے۔ بات فقط یہ ہے کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو محبت و عقیدت کے عملی تقاضوں کے ساتھ اپنی زندگیوں میں جاری کیا جائے۔ پھر ہی وہ لمحہ آئے گا کہ سیرتِ حضور سے عملی و فکری خوشہ چینی کرنے والے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے علم بردار بن جائیں گے۔

یہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز ہے کہ یہ ہر دور کے تیزی سے بدلتے ہوئے تقاضوں کا جواب دے سکتی ہے۔ زمانہ ہر لحظہ نئے سے نئے عوامل کی زد میں ہے مگر سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ہر دور کے تمام مسائل و مشکلات کا حل پیش کر سکتی ہے۔ سیرتِ حضور ﷺ قرآنِ حکیم کا دوسرا نام ہے۔ قرآنِ ناطق (ﷺ) ہی قرآنِ مجید کا حقیقی شارح، مفسر اور ترجمان ہے۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا علمِ حق وقت کی بلندیوں پر اڑانے والوں کو پوری طرح سے قرآنِ مجید سے خوشہ چینی کرنا ہوگی۔ قرآنِ ناطق (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اسوۂ لازوال کے تمام پہلوؤں کو حسنِ بصارت ہی نہیں جمالِ بصیرت بھی بنانا ہوگا۔ اپنا ہر عمل سچائی، خلوص اور صداقت کی میزان پر تولنا ہوگا۔ ذہن میں اس تصور کو راسخ کرنا ہوگا کہ زمانہ اگر بدلتے ہوئے احوال و مناظر میں تبدیلیوں کی زد میں ہے تو ہمارے پاس اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اسوۂ عالی کی صورت میں ایسا مینارۂ نور موجود ہے جو ہر دور کی ظلمات کو کافور کر سکتا ہے۔ نعت گو شعرا پر بالخصوص یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسمِ ''محمد'' سے زمانے بھر میں اجالے بکھیرنے کا اہتمام کریں۔ یہ اُجالے پیغمبرِ اسلام کی سیرتِ قدسی سے عبارت ہیں اور اس عظیم ترین ہستی کی حفاظت

اوراس کے پیغام کے زندہ اور غالب رہنے کا ذمہ خدا نے لے رکھا ہے۔ جذبے راسخ ہوں، فکر وعمل کا قبلہ درست ہو، ہر لحظہ ہر آن محبتِ رسول ﷺ خضرِ راہ ہو تو پھر اشعارِ نعت کی تاثیر دلوں کی سلطنت پر بلا تاخیر اپنا سکہ بٹھا لیتی ہے۔ یہی تقاضائے فطرت بھی ہے اور فوز وفلاح کا واحد راستہ بھی۔

آج دنیا ''گلوبل ولیج'' میں تبدیل ہو چکی ہے۔ زمان ومکاں کے فاصلے دم توڑ چکے ہیں۔ ایسے عالم میں سیرتِ رسول ﷺ کی تجلیات سے زمانے بھر کو مستنیر کرنا آسان ہو گیا ہے۔ سیرتِ رسول تو سر بہ سر روشنی ہے، نور ہے، خوش بو ہے، حسن کی جلوہ گری ہے، محبتِ رسول ﷺ کی میزان ہے، پیار کا نغمہ ہے، محبت وخلوص کی بادِ بہاری ہے، جلووں کی سوغات ہے۔ کامرانی کا پیغام ہے۔ سرخ روئی کی صلائے عام ہے، قرآنِ ناطق کی اداؤں کو اپنانے کا انعام ہے۔ دنیا جس قدر سمٹ رہی ہے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنی بالاتری منوانا اسی قدر آسان ہو گیا ہے۔ یہ عصرِ حاضر کے کسی دانش ور کا خوش کن خواب نہیں بلکہ چودہ صدیوں کے تناظر میں بکھری ہوئی حقیقتِ ازلی ہے۔ ضرورت فقط اس امر کی ہے کہ پیغامِ سیرت کو عام کیا جائے۔ دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے اجالا کر کے جب اہلِ شرق آگے بڑھیں گے تو ہر آنے والا وقت ان کا استقبال کرے گا۔ بات فقط اس صداقت کو عام کرنے کی ہے:

زیست کے تپتے ہوئے صحرا میں ہے وجہِ سکوں
ان کی یاد، ان کی تمنا، ان کی سیرت کا گلاب

(سیّد صبیح رحمانی)

انسانیت کے حسن کی یکتا مثال بھی
تیرے وجود میں ہے خدا کا جمال بھی

(یوسف حسن)

جس طرح ملتے ہیں لب نامِ محمد کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نامِ محمد کے سبب

(یعقوب تصور)

دہر کو سیرتِ سرکار سکھا دی جائے
سنگ باری جو کرے اس کو دعا دی جائے
روشنی سیرتِ سلطانِ حرم سے لے کر
قلب کو حلم، نگاہوں کو حیا دی جائے

جو ہیں محرومِ ثنا خوانیِ شاہِ بطحا
یا خدا ان کو بھی توفیقِ ثنا دی جائے
آپ کے حکم سے بڑھ کر کوئی منشور نہیں
یہ حقیقت بھی زمانے کو بتا دی جائے
ہیں جو مطلوب مساواتِ نبی کے چرچے
تو یہ تفریقِ من و تو کی مٹا دی جائے
آپ کے اسوۂ حسنہ کو بسا کر دل میں
عظمتِ فکر کی قندیل جلا دی جائے

(محمد اکرم رضا)

گوہر ملسیانی

جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ
نعت کے آئینے میں

مفکرین اور حکمائے عالم نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے حسن و جمال کی تشریح و تفسیر اور تفصیل و تعلیم پر اپنے وسیع الفکری اور کثیر الجہتی تصورات اہلِ نظر کے سامنے رکھے ہیں۔ سقراط نے حکمتِ انسانیت میں حسن و جمال کے تصور کی وابستگی پائی ہے، افلاطون نے اپنی مثالی جمہوریت کے خدوخال میں حسن و جمال کو تلاش کیا ہے جب کہ ارسطو نے اپنی بوطیقا میں انسان کے تصورات و تخیلات کی تطہیر (Catharsis) کو حسن و جمال کا حصہ قرار دیا ہے۔ یونانی فکر کے سوتوں سے جمالیات کی بات مغربی افکار کی وادی میں پہنچی تو کلاسیکیت (Classicism) اور رومانیت (Romanticism) کے علمبرداروں نے جمالیات کو معروضی (Objective) اور موضوعی (Subjective) زاویوں میں جھانک کر دیکھا۔ ان مشاہدات میں پوپ (Pope)، ملٹن (Milton)، سپنسر (Spensir) اور شیکسپیئر (Shakespear) وغیرہ نے زیادہ تر حسن و جمال کو موضوعی کیفیات میں پنہاں پایا جب کہ کالرج (Coldrige)، ورڈزورتھ (Wordsworth)، شیلے (Shelley)، کیٹس (Keats) اور لونگ فیلو (Longfellow) وغیرہ نے معروضی انداز سے حسن و جمال کی تصویر کشی کی، یوں انھوں نے حسن کو فطرت کائنات میں جاری و ساری دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کے مزاج کا رجحان خارجیت یا معروضیت (Objectivity) کی جانب ہے۔ اگر قدیم یونانی فکر سے شروع کر کے قدیم مغربی فکر میں جھانکا جائے تو ہمیں حسن و جمال انسان کی داخلی حسیات میں نمودار ہوتا ملتا ہے مگر مغربِ جدید جسے رومانوی عہد (Romanic Era) کہتے ہیں اس میں ہمیں داخلیت یا موضوعیت میں تصورِ جمال بہت کم کم اور ثانوی حیثیت میں ملتا ہے جب کہ معروضی یا خارجی حسن جمال فطرت کے اظہار کے تناظر میں نمایاں ملتی ہے۔

فطرت کے متعلق یعنی (Nature) کے بارے میں ان شعرائے کرام کا ایک مخصوص اندازِ فکر و نظر ہے۔ مثلاً ورڈزورتھ فطرت کی ہر شکل میں مشاہدۂ حسن کرتا ہے۔ اس کی جملہ منظومات لیوسی (Lucy)، پریلیوڈ (Prelude)، ٹنٹرن ایبے (Tentern Abey) وغیرہ جمالِ فطرت کی شاہ کار نظمیں ہیں۔ اس کی ان نظموں میں اگرچہ جمال، فطرت کے مناظر سے پھوٹتا ہے اور خود شاعر بھی اس حسن کی تلاش میں سرگرداں اور اس کا بھوکا اور پیاسا ملتا ہے مگر اس نے روحانی دنیا میں بھی ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس کے تصورات میں جمال و جلال کا ایک حسین امتزاج ہے۔ شاعر سبزہ زاروں، کوہساروں، جنگلوں اور وادیوں میں حسنِ فطرت کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑتا ملتا ہے۔ وہ

آسمان کی وسعتوں میں تیرتے بادلوں، بید کے درخت کی نرم و نازک شاخوں، آدھی رات کے تاروں، گھنگور گھٹاؤں اور ندیوں کی مترنم آوازوں میں جمالِ فطرت کی رعنائی سے مدہوش و مسحور ہو جاتا ہے وہ اسی حسنِ فطرت کے بارے میں پکار اُٹھتا ہے:

Whose dwelling is the light of setting sun,
And the round ocean, and the living air, And the
blue sky, and in the mind of man.

جو غروب آفتاب کی روشنی میں، وسیع و عریض سمندر میں، مسلسل حرکت کرنے والی ہوا میں، نیلے آسمان میں اور قلبِ انسانی میں جلوہ گر ہے۔☆[۱]

یہی تو حسن و جمالِ فطرت ہے۔ کیا اس میں شاعر کی معروضی کیفیت چمکتی دمکتی نہیں ہے؟ اس میں وہ خاص جمال ہے جو خالقِ کائنات نے اس کرۂ ارض اور اس کائنات کی ہر شے کو عطا کیا ہے، وہ کائنات میں پھیلے ہوئے مناظر یا انسان کی شکل و صورت یا انسان کی دلی کیفیات سے منصۂ شہود پر آتا ہے۔

مغرب کی رومانوی تحریک کے ایک اور جواں مرگ شاعر کے تخیل کی پرواز میں دیکھیے وہ تو اس سے بھی ایک قدم آگے چلا گیا ہے۔ وہ فطرت کی رعنائی کا شیدائی ضرور ہے مگر پیکرِ فطرت کے حسن و جمال کو صداقت کا شاہکار قرار دیتا ہے۔ وہ تو اس کائنات میں حسن ہی کو صداقت قرار دیتا ہے اور حسن ہی صداقت کا سرچشمہ ہے۔

Beauty is truth, truth is beauty, that is all, All ye
know the earth, and all ye need to know.

(حسن و جمال ہی صداقت ہے، صداقت ہی جمال ہے، قصہ مختصر، اس کرۂ ارض پر تم سب اسی کو جانتے ہو اور تم سب کو یہی معلوم ہونا چاہیے۔)☆[۲]

مغربی مفکرین نے حیات و کائنات کے حسن کو اپنے قلب و وجدان کے راستے سے پایا ہے اور اس حسنِ فطرت میں جلوۂ قادرِ مطلق دیکھا ہے۔ میں یہاں وحدت الوجود یا وحدت الشہود کے مباحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف مغربی مفکرین کے تصورات کا مختصر سا جائزہ ہے جس میں حسن و جمال کی رعنائی کے مختلف رنگ بلکہ مختلف رنگوں میں حسن و جمال کی چمک دمک کو دیکھا گیا ہے۔ وہ حسن و جمال کو کسی تخلیق میں پنہاں دیکھتے ہیں اور اپنے خیالات و تصورات کو اپنے حسین اسلوب،

استعارات وتشبیہات، رموز وکنایات بلکہ فصاحت و بلاغت میں تراکیب والفاظ کے ذریعے اس حسن و جمال کا اظہار کرتے ہیں۔ یوں جمالیات کے دونوں رُخ نمودار ہوجاتے ہیں ایک وہ جمال جو اُس شے میں دیکھتے ہیں اور دوسرا وہ جمال جوان کے اسلوب سے نمایاں ہوتا ہے۔ ان کی تخلیقی قوت کے اظہار میں اگر ایک قرینہ، ایک سلیقہ اور ایک اندازِ حسن ملتا ہے تو حسنِ فطرت سے جذباتی لگاؤ بھی ملتا ہے۔ یہ دونوں فن اور منظر مل کر ایک نئے جمال کو سامنے لاتے ہیں۔ یہی خطوط مستقبل میں اظہارِ جمال کے رہنما اُصول بنتے ہیں۔

مفکرینِ جمالیات کے نقطۂ نظر کے مطابق بقولِ حسن محمود جعفری دراصل جمالیات فلسفہ ہی کا ایک شعبہ ہے، وہ کہتے ہیں:

جمال یعنی حسن کی نوعیت، ماہیت اور حقیقت کو فکری سطح پر جاننے کی کوشش و جستجو کا نام جمالیات ہے☆۳

حسن محمود جعفری صاحب نے اس کی وضاحت کے لیے ایک طویل اقتباس لوڈونگ وٹگن اسٹائن (Ludwing Wettgenstein) کا دیا ہے اس کی چند سطور کا ترجمہ یہاں شامل کیا جاتا ہے جو آج کے موضوع کے لیے اہم ہے:

جمالیات کے علم کو تین مختلف نقطہ ہائے نظر سے بیان کیا جاسکتا ہے جو دراصل تین مختلف نوعیت کے سوالات کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں:

(۱) ان جمالیاتی تصورات کا مطالعہ جو اپنی اصل میں جمالیات میں استعمال ہونے والی زبان کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

(۲) ان ذہنی حالتوں، رویوں اور احساسات و جذبات کا مطالعہ جو جمالیاتی تجربہ کے ردِّعمل میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) ان اشیا کا براہِ راست مطالعہ جو جمالیات کے تحت زیرِغور آتی ہیں کہ آخران میں کیا خواص ہیں جوان اشیا کو جمالیات کا موضوع بناتے ہیں☆۴

اس اقتباس میں پہلے اور تیسرے نقاط میں زیادہ تر جمالِ مصطفےٰ ﷺ کو زیرِ بحث لانے کی سعی کی جائے گی جو آج کے مضمون کی مناسبت سے نعتیہ شاعری میں تلاش کیے جاسکتے ہیں مگر یہ کچھ دیر بعد میں احاطۂ تحریر میں آئیں گے۔

اسلامی نظریات وتصورات کے حوالے سے دیکھا جائے تو حسن و جمال کو خود خالقِ کائنات

نے پسند فرمایا ہے۔ اس کی شہادت ہمیں دنیا کے سب سے زیادہ صادق بندے، اللہ کے بعد سب سے زیادہ حسین وجمیل، انسان اور آخری رسول ﷺ جو کمالات و جمالیات کے حوالے سے سب سے افضل ہے کہ ارشادِ گرامی سے ملتی ہے:

''اللہ جمیل ویحب الجمال''

(پروردگارِ عالم خود جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے)

علامہ اقبال نے نورِ خدا سے لے کر جمالِ مصطفےٰ ﷺ کے حوالے سے اس حسن کو انسان اور اس کے تعمیر کردہ اور تخلیق کردہ فنونِ لطیفہ میں پایا وہ اسی جلال و جمال کے امتیاز کو یوں بیان کرتے ہیں:

تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

(بالِ جبریل نظم مسجدِ قرطبہ)

ہم بات کررہے تھے سرورِ ازلی، قرآنِ حکیم میں اللہ کے نور (جمال) کی جس کی گواہی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے۔ قرآن کریم میں کئی آیاتِ خالقِ کائنات کے نور کی وضاحت کرتی ہیں گویا وہ جمال جو ازل سے ابد تک ساری کائنات پر محیط ہوگا اس نور کی شان صحیفۂ ربانی میں یوں بیان کی گئی ہے:

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ط مثل نوره كمشكوٰة فيها مصباح ط المصباح في زجاجة ط الزجاجة كانها كوكب درى يوقد من شجرة مبٰركة زيتونة لا شرقية ولا غربية لا يكاد زيتها يضىٓء ولو تمسسه نار ط نور على نور يهدى الله لنوره من يشاء ط و يضرب الله الامثال للناس ط والله بكل شيء عليمO (النور:۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں ایک چراغ ہو۔ یہ چراغ ایک فانوس میں ہو اور یہ فانوس ایسا ہو جیسے ایک ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا جو زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اُٹھے خواہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور۔ اللہ اپنے نور کی جسے چاہے رہنمائی عطا فرمائے۔ یہ مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے اور اللہ

ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

''یہ آیۂ نور، جس کی تفسیر و ترجمہ امام غزالیؒ سے عبداللہ یوسف علی تک نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کیا ہے، رفیع الشان لفظی و معنوی لطافتوں کا مرقع ہے۔ جناب اسلم انصاری نے ''حدیثِ نور'' کے عنوان سے اسے نظم کیا ہے، جیسا کہ وہ خود بھی کہتے ہیں، کلامِ الٰہی کے حوالے سے یہ انسانی کاوش سعیِ ناتمام ہے۔''☆۵(الف)

جناب اسلم انصاری کی یہ آیۂ نور کی کاوش حسبِ ذیل ہے:

اس جلوہ گاہ میں ہے اسی ایک کا ظہور — اللہ آسمان کا ہے اور زمیں کا نور
اس کی مثال کہ ہے جیسے ایک طاق — روشن ہے اس میں ایک چراغ ابد رواق
خود وہ چراغ جیسے قندیل میں نہاں — قندیل اک ستارہ موتی سا ضوفشاں
روغن سے ایک نخلِ مبارک سے یہ جلے — ایسا نہیں کہ آگ کے جلنے سے جل اُٹھے
زیتون ہے وہ نخلِ مقدس حقیقتاً — روشن ہے جس سے محفلِ آفاق دائماً
مشرق کا ہے وہ نخل نہ مغرب سے انتساب — بے نسبتِ جہات ہے سب اس کی آب و تاب
بے لمسِ نار جلنے کو تیار ہے وہ تیل — خود اپنے آپ ہی سے ضیابار ہے وہ تیل
ہے روشنی پہ روشنی اور نور پہ ہے نور — اس کی حقیقتوں کو کہاں پا سکے شعور
ایسے ہی وہ دکھاتا ہے اس نور سے خدا — وہ جس کو چاہتا ہے دکھاتا ہے رہنما

یہ سب مثالیں لاتا ہے وہ بہرِ خاص و عام
عالم ہر ایک چیز کا ہے وہ علی الدوام

(اسلم انصاری)

خالقِ کائنات کے نور کی تجلّیات ہمیں شعرائے کرام کے حمدیہ کلام میں چمکتی دمکتی ملتی ہیں۔

پھر اہلِ سخن نے اس نور السمٰوات والارض کی لامحدود وسعتوں میں غوطہ زن ہوتے ہوئے اپنی ادبی علامات، تمثیلات، تشبیہات، استعارات اور رمز و کنایہ سے کائناتِ سخن کو حسن و جمالِ ہنر اور افکارِ لعل و گہر سے مالا مال کیا ہے۔

یہی نور ہمیں قرآنِ حکیم کی ان آیات میں ملتا ہے جن میں اللہ کی وحدانیت کا تذکرہ ہے یا وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ الحشر کی آیات نمبر ۲۳ تا ۲۴ پر غور

فرمایئے:

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غائب و حاضر کا علم رکھتا ہے۔ وہی بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے ۝ وہ اللہ ہی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہِ حقیقی، نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، سب سے بڑا ہو کر رہنے والا، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں ۝ وہ اللہ ہی ہے تخلیق کا منصوبہ بنانے والا پھر نافذ کرنے والا، صورت گری کرنے والا، اسی کے لیے ہیں سب بہترین اور حسن و جمال کے حامل نام۔ اس کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور وہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔ (سورۃ الحشر)

حسن و جمال کے وہ تمام انداز ان آیات کے ایک ایک لفظ میں مضمر ہیں جن کا حامل خدائے ارض و سماوات ہے۔ اسی جمال کی صفات ہمیں دنیا کی جملہ چیزوں میں ملتی ہیں۔ وہ انسان ہو یا حیوان، نباتات ہوں یا جمادات، مائعات ہوں یا بادو بخارات، ہر شے میں اسی کا رنگ چمکتا ہے۔ اسی لیے تو کہہ دیا ہے:

صبغۃ اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغۃ. (سورۃ البقرۃ:۱۳۸)

(کہہ دو کہ ہم نے) خدا کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔

گویا خالقِ مطلق کا حسن و جمال ہی سب سے افضل ہے اور اس کے بعد دنیا کی ہر چیز سے بہتر جمال رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ خود رسولِ اکرم ﷺ نے فرما دیا ہے:

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ. (ابن کثیر)

مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

''اللہ کے نور کے ہزاروں مظاہر ہیں۔ جدھر نظر اُٹھا کر دیکھیں اس کے جلووں کی بہار ہے۔ اس کے نور و جمال سے یہ عالم لبریز ہے۔ اس دنیا میں رسولِ اکرم ﷺ سب سے زیادہ باجمال ہیں۔ حضرت ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''الٰہی جس طرح تو نے میری تخلیق کو خوب صورت بنایا ہے، اسی طرح میرے اخلاق کو اچھا اور حسین بنا دے۔'' (رواہ

احمدﷺ)☆۵(ب) عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ دُعا رسولِ اکرم ﷺ عموماً آئینہ دیکھنے کے موقع پر کیا کرتے تھے۔ آپ تو اس کائنات میں اپنی تخلیق کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل ہیں۔ آپ کے جمال کے متعلق قرآن حکیم میں سراجاً منیراً کہا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ کے نور کا ظہور ہے۔ حضرت حسانؓ بن ثابت کے یہ دو اشعار جو سراجِ سالکاں، شمع راہِ عالماں، نجم الھدیٰ کی مدحت میں کہے گئے ہیں اسی جمال کی ترجمانی کرتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی | واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرّاءً من کل عیب | کانک قد خلقت کما تشاء

میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ اکمل کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب اور نقص سے پاک و مبرا پیدا کیے گئے، گویا خالق نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق بنایا۔

اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کو انبیائے کرامؑ نے ہر دور کے انسانوں کے سامنے رکھا۔ توحید کا نور ہو یا خلاّقی کا حسن انسانیت کو انھی انبیاؑ و رُسل کی رہنمائی سے میسر آیا پھر اہلِ ایمان نے اسی نور سے اپنی زندگیوں کو روشن کیا۔ اہلِ علم نبیِ آخرالزماں ﷺ کی تعلیمات سے خود چمکتے رہے اور دنیا کے دلوں کو چمکاتے رہے۔ دُعائے جمیلہ کا تذکرہ قربِ الٰہی کے حصول کے لیے بزرگانِ دینؒ، اولیائے کرامؒ اور صوفیائے عظامؒ نے بہت سی کتب میں بیان کیا ہے۔ اس دُعا کا آغاز ہی یوں ہوتا ہے: ''یا جمیل و یااللہ''۔ گویا اللہ کے حضور پیش ہونے والا انسان سب سے پہلے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ربّ کائنات سب سے زیادہ حسن و جمال کا مالک و مصدر ہے۔

اسی جمال کے نظارے علامہ اقبال جیسے مفکر شاعر نے کائنات کے مظاہر میں دیکھے ہیں، جو جمالِ فکر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین اور ارشاداتِ نبوی سے پایا ہے، اس کو اپنے کلام میں احسن طریقے سے پیش کر دیا ہے۔ ان کی منظومات جو ان کی اوائل عمر میں تخلیق ہوئیں رومانوی رنگ سے مزین ہیں، انھوں نے اس عمر میں حسن و جمالِ فطرت کے نغمے گائے۔ بانگِ درا میں ''ہمالہ'' سے ''تنہائی'' تک ان کا پورا کلام رعنائیِ فطرت سے منور ہے بلکہ بعض انگریزی نظموں کے آزاد ترجمے بھی اپنے اندر یہی حسن و جمال کی صنّاعی رکھتے ہیں۔ حسن کی صداقت کا اظہار ان کے پورے اُردو کلام میں رم جھم رم جھم کرتا ہے۔ مظاہرِ کائنات کے جلووں کی رنگینی اُنھوں نے قرآنِ حکیم کی آیات سے پائی ہے۔ بالِ جبریل کی نظم ذوق وشوق کی تنظیم کاری کی اساس نفسیاتی اُصول کے تابع ہے۔ مگر اس نظم کی

ابتدا نہایت ہی رنگین اور فرحت بخش صبح کی منظرکشی سے ہوتی ہے اور شاعر کا دل مسرت و شادمانی سے معمور ہے۔☆۶ اس کی دیگر وجوہات بھی ہوسکتی ہیں لیکن میرے خیال میں اقبال حسنِ فطرت کو اس ماحول میں بکھرے دیکھتا ہے اور یہ نورِ خداوندی کے جلووں کی بوقلمونی ہے:

قلب و نظر کی زندگی، دشت میں صبح کا سماں | چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
حسنِ ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردۂ وجود | دل کے لیے ہزار سود، ایک نگاہ کا زیاں

حسنِ فطرت کی کتنی مکمل تصویر ہے کیا اقبال کے اس تصورِ حسن و جمال میں کسی نقاش کا موقلم کوئی اضافہ کرسکتا ہے؟ پھر دوسرے شعر میں ایسا لمحہ مقید کر دیا ہے کہ اس پر عرفان کی ایک نظر ڈالی جائے تو خالقِ کائنات کے نور کے ہزارہا مشاہدات اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ اسی طرح ''مسجدِ قرطبہ'' کا یہ شعر بھی حسنِ مطلق کی نمود کا درخشاں تصور اپنے اندر سموئے ہوئے ہے:

وادیِ کہسار میں غرقِ شفق ہے سحاب
لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب

یہ کائناتی حسن و جمال تو ہمیں قرآن کریم کی آیات میں بکھرا ہوا ملتا ہے اور جب ہم اقبال کے آہنگ اور اسلوبِ نگارش پر عمیق نگاہ دوڑاتے ہیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ قرآن کا اثر ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ اقبال حسنِ مطلق کا جویا ہے وہ اسے مظاہرِ فطرت میں بھی پاتا ہے اور تخلیقِ آدم میں بھی، گویا اقبال قرآنی آہنگ سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اس میں خدائے لم یزل کی رضا کا اظہار پاتے ہیں۔

یہی حسن و جمال اقبال کو بے قرار کر دیتا ہے پھر وہ دیوانہ وار سرزمینِ حجاز کی جانب اسی جمال کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اسی کے توسط سے وہ سالارِ حجاز کا جمال پانے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ جمالِ مصطفےٰ ﷺ ان کی آرزوؤں کا مرکز بن جاتا ہے۔ ان کے نزدیک مدینہ منورہ وہ آشیانہ ہے جس میں طائرِ رُوح کو سکون و آرام ملتا ہے۔ ان کے لبوں پر ایسے نغمے تڑپنے لگتے ہیں جن میں عشقِ مصطفےٰ ﷺ کا نور جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ان کے خیالات میں صاحبِ لوح و قلم، تاجدارِ مدینہ، سیّد ابرار ﷺ کے حسن و جمال کی ضیائیں دمکنے لگتی ہیں۔ مدحت کے گلزارِ صداقت کے تروتازہ گلاب نکہتیں بکھیرنے لگتے ہیں۔ ان کے ذہن و دل میں روحانی نور و سرور ضوفشاں ہو جاتا ہے۔ وہ دشتِ کاظمہ کے چمکتے ذرّوں اور گلشنِ طیبہ کے چٹکتے غنچوں سے ہم کلام ہو جاتے ہیں۔ بال جبریل کی نظم ''ساقی نامہ'' کی بہاریہ منظرکشی، صبحِ کاظمہ کی یاد تازہ کر دیتی ہے:

ہوا خیمہ زن کاروانِ بہار　　ارم بن گیا دامنِ کہسار
گل و نرگس و سوسن و نسترن　　شہید ازل لالہ خونیں کفن
جہاں چھپ گیا پردۂ رنگ میں　　لہو کی ہے گردش رگِ سنگ میں
فضا نیلی نیلی ہوا میں سرور　　ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور

یہ فصلِ بہار کی رعنائی اور دل کشی حسنِ ازل ہی کا تو پرتو ہے۔ ان اشعار میں پنہاں حسن و جمال فطرت کی آغوش میں رنگِ نور دکھاتا ہے۔ اقبال کے ہاں یہ حسن و جمال خدائے لم یزل کی ایک اور تخلیق میں بھی نمودار ہوتا ہے۔ وہ تخلیق اس کائنات کی سب سے عظیم شخصیت ہے جس کے لیے یہ سارا جہان تخلیق کیا گیا ہے۔ جس کے حسن و جمال کو خود خالقِ مطلق بھی افضل و اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ اسی حسن کو سراجاً منیراً کے لقب سے نوازتا ہے۔ اسی کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ کرتا ہے۔ قرآن میں **ورفعنا لک ذکرک** بھی تو اسی جمال کو ظاہر کرتا ہے اور اسی جمال پر خود خالقِ کائنات اور اس کے نورانی فرشتے صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں، اسی جمال کے لیے اہلِ ایمان کو حکم ہوتا ہے کہ **صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً**۔ گویا ہر مدحت، ہر ثنا اور ہر طرح کی فضیلت اسی جمال کے لیے ہے، جو خدا کے بعد دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کا یہ مصرع حسن و جمالِ مصطفےٰ ﷺ کا کس قدر پُر مغز اور پُر معنی اظہار ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

علامہ اقبال جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ کے شیدائی ہیں۔ یہ نور انھیں عشقِ رسولِ کریم ﷺ میں ملتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ''ذاتِ محمد ﷺ کائناتِ ہستی کا مقصد و مدعا اور لُبِ لباب ہے۔ حسن ازل انسانی صورت میں ہی ذاتِ اقدس میں جلوہ گر ہوا ہے۔ جس طرح عالمِ مادی کو آفتاب سے روشنی حاصل ہوتی ہے اسی طرح عالمِ معانی کو سراجِ منیر اور آفتابِ عالم تاب کی ضیا پاشیاں منور کرتی ہیں۔ پوری کائنات اسی طرح اس جوہرِ اصلی کے گرد گھومتی ہے جس طرح ذوق وشوق عشق (جمال) کے مرکزی موضوع کے گرد گھومتی ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

(جاوید نامہ، ص ۱۲۸)

نوشتۂ تقدیر ہو یا صحیفۂ ربانی، محمد ﷺ کا نقش ہر گہرائی پر ثبت ہے۔ تقدیر کی منصوبہ بندیوں اور

صحائفِ ربانی کی تلقینوں کا ماحصل انسان کی عملی دنیا میں محمد ﷺ عربی کا پاکیزہ وجود ہے کہ **کان خلقہ القرآن**:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

(ذوق وشوق)☆[۷]

اقبال کا تصورِ عشق بھی اپنے اندر نور و جمال رکھتا ہے جس کے توسط سے وہ اپنے قلب و ذہن کو منور کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے وہ خاصۂ خاصانِ حق، مدرسِ انوارِ کل کی ذات میں بے پناہ جمال وجلال پاتے ہیں۔ وہ پکار اُٹھتے ہیں کہ عشق تمام مصطفیٰ ہے اور اس نور کی ابتدا بھی عجیب ہے۔ میر تقی میر نے بھی یہی کہا: ''عشق بن یہ ادب نہیں آتا''☆[۸]

علامہ اقبال کے کلام کا حسن بھی تیرہ وتار اسالیب میں رخشندہ وتابندہ ہے۔ ان کے جمالِ اسلوب کی مختلف رعنائیوں، خیالات کی جدید پنہائیوں اور تصورات کی بے پناہ گہرائیوں میں غنائی عنصر کے ساتھ ساتھ مقصدیت کا حسن بھی ملتا ہے۔ کلام کی پختگی، حکمت کی شادابی اور رمز وکنایہ کی دل کشی نے اس حسن و جمال کے اظہار میں تجسس وجستجو کا رنگ بھر دیا ہے۔ ان نعتیہ اشعار کے تہ در تہ خیالات کے جمال پر غور کیجیے، مقصدیت کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے　　کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں☆[۹]
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں☆[۱۰]

یہ رنگِ جمال یکسر مختلف ہے۔ اس میں رحمت عالم کے جمالِ سیرت کی روشنی چمکتی ہے۔ مگر اقبال جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی اُس پرتو کو بھی پیش کرتے ہیں جس میں قرآن نے آپ کے حسن کی ایک خاص نہج بیان کی ہے۔ وہ منہاج اللہ تعالیٰ کی نورانی شان کے ساتھ جمال وعظمتِ تاجدارِ ملکِ ہدایت ہے جس کا کچھ ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ علامہ اقبال کے اس شعر میں اس حسن و جمال کی شان دیکھیے:

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے☆[۱۱]

اقبال کی بعض ابتدائی غزلوں میں بھی اسی انداز کے جمالیاتی اشارے ملتے ہیں مگر ان میں روایتی نعت کا رنگ نہیں ہے یہ چند اشعار حسن و جمالِ ماہِ فروزاں، نورِ دیدۂ مشتاقاں قابلِ ذکر ہیں:

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق

بتا دے اے حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھڑک اُٹھا کوئی تیری ادائے ماعرفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں☆۱۲

علامہ اقبال نے جمالیاتِ سرورِ کائنات ﷺ کے مختلف رنگ اپنے انداز میں فارسی اشعار میں بھی پیش کیے ہیں۔ ان کا یہ اسلوب نعت کی روایت سے ہٹ کر ہے مگر نعت کی انقلابی خصوصیت میں جمالِ احمد مجتبیٰ ﷺ کے غنچے چٹکتے ملتے ہیں۔ مثنوی اسرار و رموز میں ''عرضِ حال بحضور رحمت للعالمین ﷺ'' کے ابتدائی اشعار جب کہ مثنوی پس چہ باید کرد اے کی نظم ''درحضور رسالت مآب ﷺ'' کا آغاز بھی حسن و جمال کی ایک نئی کیفیت سے منور ہے۔ یہی نہیں جب اقبال نے ''پیامِ مشرق'' جرمن کے مشہور حکیم گوئٹے (پ: ۲۸/اگست ۱۷۴۹ء م: ۲۲/مارچ ۱۸۳۲ء) کی تصنیف ''مغربی دیوان'' کے جواب میں مرتب کی تو گوئٹے کی مشہور نظم ''نغمۂ محمدؐ'' کا آزاد ترجمہ ''جوئے آب'' کے نام سے کیا۔ دراصل ''جوئے آب'' کنایہ ہے ذاتِ محمدیؐ کے لیے گوئٹے کہتا ہے کہ:

محمد عربی ﷺ کا وجود جو کہکشاں کی مانند درخشاں ہے، اس کائنات کے حق میں بارانِ رحمت ہے۔ کیوں کہ اس کی بدولت یہ کائنات سرسبز و درخشاں ہوگئی۔ ذاتِ محمدی ﷺ میں جلوہ گر ہونے سے پہلے آغوشِ حق میں محوِ خواب تھی لیکن آپ چوں کہ سراپا رحمت ہیں، اس لیے آپ کی شانِ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دنیا میں تشریف لائے، آپ کے وجود کی برکت سے مردے (سنگریزے) زندہ (نغمہ سرا) ہوگئے۔ آپ کی تعلیم (ذات) آئینہ کی طرح شفاف اور پاکیزہ ہے۔☆۱۳

یہ ساری نظم رموز و کنایات سے لبریز ہے۔ جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ کے مختلف رنگوں کی کہکشاں سجائی گئی ہے۔ پھر علامہ اقبال نے اس جوئے آب کی رخشندگی کے مختلف روپ گہوارۂ سحاب، چشمِ شوق، آغوشِ کوہسار، بحرِ بے کراں، درخود بیگانہ، صد جوئے دشت، دریائے پُرخروش، تنگ نائے کوہ ودمن وغیرہ کنایوں سے دکھائے ہیں جن میں ذاتِ محمدی ﷺ کے حسن و جمال کی بوقلمونی قلب ونظر کو مسحور کرتی ہے۔ اسی نظم کا دلکش آزاد ترجمہ ''پاکیزہ چشمہ'' کے عنوان سے معروف شاعر و محقق جناب ڈاکٹر شان الحق حقی نے کیا ہے۔ اس کا تفصیلی مطالعہ ''اُردو نعت اور جدید اسالیب از عزیز احسن'' کے صفحات ۳۶ تا ۴۱ کیا جاسکتا ہے۔

جمالِ رسالت مآب ﷺ کے تذکار سیرت کی کتابوں میں گہر ہائے گراں مایہ بن کر چمکتے اور پھولوں کی طرح مہکتے ملتے ہیں۔ خصوصاً حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے حالات کی تحریری کاوشوں میں جب آفتابِ نو بہار کی طلعتِ طلوع کا ذکر آتا ہے تو انوارِ محمدی ﷺ کی ضیائیں مشرق ومغرب کو منور کرتی ہیں۔ تجلیاتِ نبوت کی ضوفشانی سے قبل جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک پوری تاریخ مضمر ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے خاندانی حسن و جمال کا ایک گلستان ہے جو رنگارنگ پھولوں کی رعنائی سے چمکتا دمکتا ہے۔ یہ سلسلۂ نسب، بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق، توحیدِ خداوندی کے علمبردار پیغمبر اسلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے منسلک ہے، جنھوں نے شمس وقمر کی ضیاؤں کو تاریکی کی چادر میں گم ہوتے دیکھ کر اُس کے خالق کو اپنا خدا تسلیم کیا اور ارض وسماوات میں اس کے جلال و جمال سے متاثر ہوکر وحدانیت کا نغمہ الاپا۔ یہی خلیل ربانی، خواجۂ دوسرا، مخزنِ اسرارِ ربانی کے جدِّ امجد ہیں۔ جن کے جمالِ فکر نے ربِّ کائنات سے استدعا کی۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکّیھم ط انک انت العزیز الحکیمO

اے ہمارے رب! اور مبعوث فرما ان میں ایک رسول ان ہی میں سے جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیوں اور دلوں کو پاک کرے۔ بے شک تو ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:۱۲۹)

یہ دُعائے خلیلؑ مستجاب ہوئی، حفیظ تائب جمالِ دُعا کا نقشہ کھینچتے ہیں:

آیا خدا کو رحم زمانے کے حال پر — انسانیت کے دیدۂ تر کی سنی گئی
آخر ہوئی قبول ابراہیم کی دُعا — ملت کے زخم ہائے جگر کی سنی گئی☆۱۴

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ نورِ نبوت ان کے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو منتقل ہوا۔ پھر رحمتِ عالم ﷺ کے خاندان کو سرفراز کرتا ہوا آخر ختم الرّسل، ہادیِ کل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں نمودار ہوا۔ حضور ﷺ کے پردادا حضرت ہاشم اپنے جمالِ منصب حاجیوں کی میزبانی کی وجہ سے باوقار ہوئے پھر حضرت عبدالمطلب کو یہی جمال منصب ملا تو سردارِ مکّہ کہلائے۔ آپ بے حد خوب صورت اور عظیم شخصیت تھے جود وسخاوت کا، فراواں جمال پایا تھا لہٰذا فیاض کہلائے۔

ہاتھی والوں کا واقعہ بھی ان کی زندگی میں پیش آیا جو سرورِ کونین ﷺ کی پیدائش سے ۵۰/۵۵ دن پہلے پیش آیا۔☆[۱۵]

جمال کا یہ سلسلہ رواں دواں رہا یہاں تک کہ یہ حسن و جمالِ سیرت آپ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ پر سایہ فگن ہوا، حضرت عبداللہ، عبدالمطلب کے باجمال و باکمال فرزندار جمند تھے۔ سب سے زیادہ خوب صورت، پاک دامن اور چہیتے بیٹے تھے، سیرت وصورت منزّہ و مطہر۔ مگر یہ حسنِ مہر و ماہ شباب ہی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

آخر وہ وقتِ سعید بھی آ پہنچا جب پیغمبرِ آخرالزماں، سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ کا مکہ میں ظہور ہوا۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی گود میں جمالِ احمد ﷺ ضوفشاں ہوا۔ حضرت آمنہ آپ کی پیدائش سے قبل خواب میں دیکھا کرتی تھیں کہ ایک نور کا سیلاب ان کے اندر سے نکلا ہے جس نے ہر چیز کو منور کر دیا ہے، یہاں تک کہ شام کے محلات بھی روشن ہو گئے۔ یہی تو جمالِ کریم و مکرم، عظیم و معظم، محلل و محرم، علیہم و معلم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کا منتظر سارا جہاں تھا۔

تقدیرِ بشر منتظرِ ختمِ رُسل تھی
ہر دور میں آئی خبر احمد مختار

(حفیظ تائب)

خاندان کی خواتین حضرت آمنہ کی خبر گیری کے لیے آئیں تو یوں محسوس کرتیں کہ آمنہ نور میں نہائی بیٹھی ہیں۔ ولادت کی بھیگتی شب پُرنور تھی، صبح صادق کا ستارہ چمک اُٹھا، غنچے چٹکنے لگے، کوہسار و میدان مہکنے لگے خوش نوا پرندے چہکنے لگے، بادِ سحرگاہی اٹکھیلیاں کرنے لگی، شبنم کے موتی دمکنے لگے، نکہتِ عنبر پھیلنے لگی، سارا عالم بقعۂ نور بن گیا۔ یوں محسوس ہونے لگا سچ مچ جنت الفردوس سرزمینِ بطحا پر اُتر آئی ہے۔ بلکہ روایات بتاتی ہیں قصرِ کسریٰ کے چودہ کنگرے زمین بوس ہو گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ کریم واکرم نے جمالِ سیّد کونین ﷺ کو عرب و عجم میں پھیلا دیا ہے:

آؤ افلاک سے انوار کی بارش دیکھو — آؤ دیکھو کرمِ ربِّ جلیل و اکرم
کنگرہ ریز تزلزل سے ہے قصرِ کسریٰ — ہوش گم کردہ تحیّر سے ہیں شاہانِ عجم

(اسد شاہ جہان پوری)

ستوں مکے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے — گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے
سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا — ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

(حفیظ جالندھری)

ورودِ جمالِ مصطفےٰ ﷺ دشتِ عرب کے ذرّوں کو جگمگانے لگا، جنت کو شرمانے لگا، شمس و قمر کو چندھیانے لگا۔ نغمۂ توحیدِ الٰہی سنانے لگا، کفر و شرک ڈگمگانے لگا، صداقت کا اُجالا مسکرانے لگا، صبحِ سعادت کا میخانہ جامِ وحدت لنڈھانے لگا اور صحنِ گلستانِ مکہ مسرتوں کی بارش سے نہانے لگا۔

ہوا جلوہ گر آفتابِ رسالت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
بہشت بریں کے کھلے باب سارے فلک سے ملائک سلامی کو اترے
ہوئی سرورِ انبیا کی ولادت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
اجالا صداقت، محبت، وفا کا، کراں تا کراں ساری دنیا میں پھیلا
ہوئی جب نمودار صبحِ سعادت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

(حفیظ تائب)

جمالِ رحمت عالم ﷺ کی تابانیاں دارِ عبداللہ میں چراغاں کرنے لگیں، قلب و آغوشِ آمنہ کو فروزاں کرنے لگیں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں ''اس وقت میں نے ایک عظیم نور دیکھا جو پھیلتا ہی جا رہا ہے'' یہی تو جمالِ خیرالوریٰ ﷺ ہے جو جہانِ ویراں کو گلزار بنانے والا ہے، عروسِ گیتی کو مینائیں دینے والا ہے:

آیا ہے وفا کی خوش بو سے سینوں کو بسا دینے والا
آیا ہے جہانِ ویراں کو گلزار بنا دینے والا
آیا ہے نگارِ ہستی کی زلفیں سلجھا دینے والا
آیا ہے عروسِ گیتی کے چہرے کو ضیا دینے والا

(حفیظ تائب)

باغِ عالم میں نئی چھب سے بہار آئی ہے — ہر چمن مرکزِ رنگینی و رعنائی ہے
رحمت حق کی دو عالم پہ گھٹا چھائی ہے — عرش سے مژدۂ نوبادِ صبا لائی ہے

صبحِ میلادِ نبی کی ہے خوشی گلشن میں
خلد برکف ہے نسیمِ سحری گلشن میں

(ضیاء القادری بدایونی)

حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

> اللہ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا، اس کے بعد قبائل کو چنا اوران میں سے بہتر قبیلہ سے مجھے بنایا، پھر گھروں کو چنا اور سب سے بہتر میرا گھرانہ بنایا، جان لو! کہ اپنی ذات اور شخصیت کے اعتبار سے بھی اور گھر کے اعتبار سے بھی میں لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔☆[16]

یہی وہ ایک ابتدائی تصدیقِ جمالِ ہادیِ برحق ہے، قرطبی کتاب الصلوٰۃ میں کہتے ہیں:

> نبی علیہ السلام کا حسنِ سراپا ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا حسنِ سراپا پورے طور پر ظاہر کردیا جاتا تو آنکھیں اس کے دیدار سے عاجز و درماندہ ہوجاتیں۔☆[17]

حضرت آمنہؓ نے اس ظہورِ جمالِ محمدی کی اطلاع عبدالمطلب کو پہنچائی تو وہ شاداں وفرحاں تشریف لائے۔ مظہرِ لطف و عطا، کانِ حیا، نجم الہدیٰ کو اُٹھاکر خانۂ کعبہ میں لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا اور دُعا کی، جمالِ نومولود پر نگاہ پڑی، پکار اُٹھے محمد، حسین وجمیل اور معانی سے لبریز اسمِ گرامی رکھا۔ ''ساری دنیا میں آپ کی تعریف کی جائے گی'' یہ جمالِ مصطفٰے کا خانۂ کعبہ میں پہلا داخلہ تھا، اسی نسبت سے یہ گھر توحید کا مرکز بنے گا، نورِ ربّ کائنات کی تجلیات یہاں سے سارے عالم میں پھیلیں گی اور جمالِ محرمِ کبریائے ربّ ودود بھی اخلاقِ انسانیت کو جگمگائے گا۔ اسی کی کاوشوں سے حرمِ کعبہ تجلی گاہِ خالقِ کون ومکاں بن جائے گا اور باطل کی آلائشوں اور کفر وشرک کی ظلمتوں سے پاک ہوجائے گا اور جمالِ سیرت اقدس سارے جن وانس کو منزل دکھائے گا۔

وہ آئینہ دکھایا جس نے عکس روئے جاناں کو — نمایاں کردیا جس نے فروغِ حسنِ پنہاں کو
عطا کی دولتِ نظارہ جس نے دیدۂ جاں کو — چراغاں کردیا جس نے تجلی گاہِ امکاں کو
وہ جلوہ اب جمالِ احمدیؐ میں بے نقاب آیا

(اقبال سہیل)

ناگاہ تیرگی کی ردا چاک ہوگئی — پیشِ نگاہ مطلع، انوار آگیا
اسلوب زندگی کا ہوا دلکش وحسیں — امن و سلامتی کا علم دار آگیا
پا کر خدا سے رحمتِ دارین کا لقب
سارے جہاں کا مونس وغم خوار آگیا

(حفیظ تائب)

دستورِ عرب کے مطابق یہ درّ یتیم قبیلہ سعد بن بکر میں آغوشِ حلیمہ میں نور و جمال بن کر چمکنے لگا۔ قحط زدہ علاقے میں برکات کا ابرِ کرم برسنے لگا۔ دودھ کی نہریں بہنے لگیں، سرسبز وشاداب فصلیں لہلہانے لگیں۔ پھر قادرِ مطلق نے جمالِ محمد ﷺ کو جاوداں ضوفشانی عطا کرنے کے لیے بروایت انس بن مالکؓ حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کا سینۂ مبارک چاک کرکے شیطانی حصہ نکالنے اور دل کو آب زمزم سے دھوکر مصفّا کرنے کا حکم دیا۔ یوں یہ جمالِ جمیل الشیم، شفیع الامم، گنجِ نعم ﷺ ہر لمحے، ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ بنا دیا گیا:

وسعت میں دشت کی لگا پلنے وہ شیر خوار — حسن و جمال ونور پر ہوتے تھے سب نثار
شیما کے ساتھ کھیلتا گھر میں تھا ہونہار — ریوڑ چرانے کھیتوں میں جاتا تھا ذی وقار
محنت بنی تھی آپ کی سرمایۂ حیات
پائی تھیں رہنمائی کی ساری حسیں صفات

حکمِ خدائے خالقِ ارض و سما ملا — سینے کو چاک کرنے تھا جبریلؑ آگیا
زمزم سے دھو کے سینے میں دل کو تھا پھر رکھا — اس فعل سے حلیمہ کا دل تھا دہل گیا
اس واقعہ نے کردیا ششدر حلیمہ کو
پہنچی وہ لے کے بطحا میں نورِ جمیلہ کو

(گوہر ملسیانی)

حارث کے گھر میں پہنچے، شیما کے ساتھ کھیلے — دل کش بنے تھے اس دم دیہات کے نظارے
جو بنو سعد کے ریوڑ کا محافظ تھا کبھی — وہ دو عالم کا نگہبان ہے سبحان اللہ

(حفیظ تائب)

شجرِ سایہ دار کی شاخیں چاروں جانب پھیلنے لگیں، دھوپ کی شدت، سورج کی تمازت نے جب صحرائے عرب میں آتشِ شرک کو تیز کردیا تو لطفِ خدائے غفور جوش میں آیا۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے نبوت کے فرائض کی انجام دہی سے قبل بھی میدانِ عمل میں اپنے جمالِ حق وصداقت اور عدل ومساوات سے، گھومتے ہوئے عداوت کے بگولوں اور تیر و تاریک لمحوں کو روشن کردیا۔ جنگِ فجار ہو یا حلف الفضول، بیت اللہ کی تعمیر ہو یا حجرِ اسود کی تنصیب کا جھگڑا، ہر مقام پر بڑھتی ہوئی تاریکیوں کو اپنے جمالِ

فہم وفراست سے کافور کی طرح اُڑا دیا۔ عقل وخرد کے خصائص پر نازاں ابوامیہ جیسا عمر رسیدہ شخص بھی جس قولِ فیصل کا داعی بنا، اس قرعہ خیال کا نتیجہ بھی جمالِ صادق و امین کے حق میں نکلا۔ نورِ سحر ابھی فاران کی چوٹیوں پر پھیلا نہیں تھا کہ جمالِ سراجاً منیرا ﷺ سر اُٹھائی ہوئی دیوارِ کعبہ پر دمکنے لگا۔ کعبہ میں داخلہ ہونے والا سب سے پہلا شخص جامع الصفات، سرورِ کائنات ﷺ تھا۔ اس جمالِ عرب وعجم کو دیکھ کر قریش پکار اُٹھے:

"هذا الامين رضيناه، هذا محمداً"

یہ محمدؐ ہیں جو کہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں۔

میانوں سے نکلی ہوئی تلواریں تھم گئیں اور شور مچاتے ہوئے سردارانِ قریش خاموش ہو گئے، جمالِ عادلِ انور ماحول کو تابانی عطا کر گیا۔

سب جابر، بے ڈھب لوگوں نے تسلیم کیا ثالث ان کو
جو نور کے تڑکے آئے تھے، اک صادق، عادل کعبہ میں

☆

حجرِ اسود کے نصب کرنے کا جو اقدام تھا
دشمنانِ حق نے بھی دیکھا بصیرت کا سفر

(گوہر ملسیانی)

اسی میں تو جمالِ تہذیب ہے، جوانی کے عالم میں یہ جمالِ پاکیزہ صرف اور صرف سیّدِ عرب وعجم کی حیاتِ طیبہ میں ملتا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید کے ان الفاظ میں جمالِ شبابِ شہ کارِ کمالِ قدرت حسن کے تمام درخشاں زاویے لیے ملتا ہے:

حضور ﷺ میں کس ادا کی کمی تھی۔ آپ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے نہ دیکھا تھا۔ آپ حسنِ صورت کے اعتبار سے احسن اور اجمل تھے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق دنیا میں آئے ہیں۔ اس ظاہری کمال جمال کے ساتھ آپ سیرت کے لحاظ سے بھی بے مثال تھے۔ آپ ہر عیب سے مبرا تھے کہ آپ کے ہر قدم، ہر فعل اور ہر قول کی نگران وہ آنکھ تھی جسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، نتیجہ معلوم کہ جذبات کا بہکنا تو کجا، آپ کے حاشیہ خیال کو کوئی ہلکی سی آلودگی بھی مس نہ کر سکی۔ اسی لیے عرب کے اس حسین وجمیل اور جسیم وقوی

نوجوان پر بھی جوانی آئی مگر ایک لمحے کے لیے بھی حکایت، شکایت نہیں بنی۔ ان کی جوانی تو بہار کا ایک مشک بار جھونکا تھا کہ مہک بکھیرتا چلا گیا۔ ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ اور عرب کی لغویات وخرافات منہ دیکھتی رہ گئیں۔ یوں اسی پاک باز نوجوان کی محتاط جوانی ایک ضرب المثل بن گئی۔☆[18]

خلقت مبرأً من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

اور مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اس حسنِ جوانی کو یوں بیان کیا ہے:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں — اے جانِ جاں، میں جانِ تجلّا کہوں تجھے

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی)

پھول، کلیوں سے معطر ہے جوانی آپ کی
رحمت و خیرِ دو عالم ہے کہانی آپ کی

(گوہر ملسیانی)

جہالت کے تند وتیز بگولے گھومنے لگے، انسانیت کراہنے لگی، نسوانیت چیخنے لگی اور تاریکی دنیائے شرافت کو ڈھانپنے لگی۔ جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ کو عام کرنے کا وقت قریب آنے لگا تو خالقِ ارض وسماوات نے مرکزِ دائرۂ زمین وآسماں مکہ مکرمہ کی غارِ حرا کو منور کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ غارِ حرا کی تنہائی میں بندۂ رفیع الشان غور وفکر میں مصروف اور دیدارِ بیت اللہ سے معمور رہنے لگا۔ آخر ایک رات یہی غارِ حرا جگمگا اُٹھی، روح الامینؑ فرمانِ خالقِ کائنات، پہلی وحی، پہلی ہدایت لے کر حاضر ہوئے اور محمد واحمد ﷺ کو مژدہ سنایا: اے محمدؐ! آپ کو جمالِ نبوت سے سرفراز فرما دیا گیا ہے، پڑھو! **اقرأ باسم ربك الذى خلق** o یہ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات ہیں جن سے وحی کا آغاز ہوا اور یہی نورِ نبوت جبلِ نور سے ساری کائنات کو منور کرنے کا وسیلہ بنا۔

شبستانِ حرا کیوں کر نہ بنتا مرکزِ عرفان — کہ ہے پہلے پہل نورِ نبوت دیکھنے والا

☆

اس عابدِ حرا کی ترتیل و خامشی پر — قرباں ہیں سب ترنم، صدقے ہیں سب تکلم

☆

سمٹا ہوا تھا غارِ حرا میں جو نورِ پاک
روشن اسی سے دہر کراں تا کراں ہوا

(حفیظ تائب)

شبِ دیجور میں غارِ حرا جس سے منور تھی
درخشاں ہوگئی اس نور سے پھر زندگی اپنی

☆

جب تارِ نفس نے گھیرا تھا، اس دنیا کے ہر قریہ کو
بکھری تھیں رسالت کی کرنیں پھر غارِ حرا سے دنیا میں

(گوہر ملسیانی)

تنہا اُسے دیکھا ہے اے غارِ حرا تو نے
پایا ہے اُسے تو نے اے کوہِ صفا تنہا

(انجم رومانی)

غارِ حرا کو نور ملا جس کے یمن سے
آئینہ دارِ آیۂ اقرأ تمھیں تو ہو

(بشیر صدیقی)

وہ آفتابِ حرم، نازنینِ کُنجِ حرا
وہ دل کا نور، وہ اربابِ درد کا مقصود

(اصغر گونڈوی)

سلام اے جلوۂ بدرالدجیٰ تیرے تخیل سے
شبِ غارِ حرا کی ظلمتیں رہتی ہیں نورانی

(نثار بارہ بنکوی)

شمس الضحیٰ ہوا کبھی بدرالدجیٰ ہوا
غارِ حرا میں بیٹھنے والا کہیں جسے

(اصغر سودائی)

دیکھ کر غارِ حرا سوچتا ہوں
کتنی بھرپور تھی خلوت ان کی

(احمد ندیم قاسمی)

صدائے لاالہ سے گونج اُٹھیں وادیاں یکسر
حرا سے نغمۂ توحید جب گاتا ہوا نکلا

(قاضی عبدالرحمٰن)

غارِ حرا کی خلوت نشینی عطائے نورِ نبوت سے منور ہے۔ شعرائے کرام کے ہاں جبلِ نور میں آپ کے جمال کی درخشانی نعت کو ایک دل کش موضوع سے نوازتی ہے۔ یہاں آپ وقفے وقفے سے سات سال تشریف لاتے رہے اور آخر ۱۷؍رمضان المبارک ۴۱ میلاد بروز دوشنبہ مطابق ۶؍اگست ۶۱۰ء میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی☆[۱۹] اور غارِ حرا چمک اُٹھی، یہی جمالِ نبوت پھر دنیا بھر میں نور پھیلانے لگا:

وہ شمع جو کبھی غارِ حرا میں روشن تھی
وہ شمع وسعتِ کون و مکاں میں روشن ہے

(غنی دہلوی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں اچھے خواب سے ہوا، آپ جو خواب دیکھتے وہ سفیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا، پھر آپ کو تنہائی پسند آنے لگی، چناں چہ آپ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی رات گھر آئے بغیر عبادت کرتے، اور اس عرصہ کے لیے توشہ بھی لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور اسی جیسی مدت کے لیے پھر توشہ لے جاتے۔☆[۲۰]

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے شب چراغِ رہ نورداں کو نورِ قرآن سے منور کرنا شروع کیا اور یہ جمالِ نبوت اہلِ خانہ اور قرابت داروں کو ضیائیں عطا کرتا ہوا، حکمِ ربانی کے مطابق کھلم کھلا کلمۂ حق بلند کرتا ہوا نورِ وحدت سے دنیا کو روشن کرنے لگا۔ چناں چہ محسنِ انسانیت ﷺ ایک روز صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور سب سے اونچے پتھر پر چڑھ کر صدا لگائی: ''یاصَبَاحَاہ! ہائے صبح''، یہ کلمہ بڑے حادثہ کے وقوع پذیر ہونے کا مظہر ہے۔ سب لوگ دوڑتے آئے تو آپ نے فرمایا:

یہ بتاؤ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے وادی میں ایک گھڑسوار فوج تم پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟

سب پکار اُٹھے:

ہاں ہاں ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا پایا ہے۔

آپ نے انھیں بتایا کہ اللہ نے مجھے سخت عذاب سے پہلے تمھیں ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سچے دل سے اقرار کرو تو دنیا میں اور آخرت میں فلاح پاؤ گے۔

یہ وہ جمالِ مصطفےٰ ﷺ کی پہلی کرن ہے جس نے دنیا کو چونکا دیا۔

صباحا! کی صدا گونجی تو دیکھا اہلِ مکہ نے
سرِ کوہِ صفا اک نور کا ہالہ چمکتا ہے

☆

دے رہی تھی وہ پیامِ سرمدی ہر شخص کو
گونجتی تھی جو صفا پر جانفزا دل کش صدا

(گوہر ملسیانی)

سرِ صفا کی تجلیوں سے چمک اُٹھا ریگزارِ بطحا　　　تمام دور و درازِ عالم، تمام قرب و جوارِ بطحا

(حفیظ تائب)

مہِ صفا ہو سرِ خواب جلوہ گر اے کاش!　　　ہو نور نور مرا قریۂ نظر اے کاش!

(حفیظ تائب)

کوہِ صفا آئینہ ہے جس کا، مخزنِ قرآں سینہ ہے جس کا
دوش پہ جس کے بارِ دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

(نظیر لدھیانوی)

صفا کی روشن بلندیوں سے　　　مرے نبیؐ کی ندائے باطل گداز ابھری
قریش کو آپؐ نے پکارا　　　وہ آگئے تو ہوا یہ ارشاد
اگر میں کہہ دوں　　　کہ ایک لشکر پہاڑ کے اس طرف کھڑا ہے
تو کیا مری بات مان لو گے؟
وہاں کئی اہلِ علم وارباب سیف ہوں گے　　　کئی کمیت شناس ودانائے کیف ہوں گے
ہنر ورانِ گمان وایہام ہوں گے ان میں　　　رہینِ تشکیک وریب بھی عام ہوں گے ان میں
کئی مفکر کئی مبلغ　　　کئی سیاست کے عبقری بھی
کئی قیادت کے شستری بھی　　　محققین وفلاسفر بھی
یلانِ بحث ومناظر بھی　　　مگر کسی میں نہ تھی یہ جرأت
کہ وہ محمدؐ کے قول کو معتبر نہ سمجھے　　　..............................
میں کہہ رہا ہوں　　　سوائے اللہ کے نہیں ہے الٰہ کوئی!

(جعفر بلوچ)

دعوتِ حق کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو جمالِ مہر و جلالت و مہر صداقت کو گھنگور گھٹاؤں میں چھپانے اور تشدد و جبر سے ڈرانے کے حربے بھی آزمائے جانے لگے مگر حسنِ تبلیغ نکھرتا گیا، جلوۂ توحید بکھرتا گیا۔ حاجیوں کے آنے والے قافلوں میں، ٹھہرنے کے مقامات میں، بازاروں میں، میلوں میں گنجِ مواعظ، شاہد و صادق، توحید والوہیت کا مبلغ، اپنوں اور پرایوں کی سختیاں سہتا، تلخ و ناگوار باتیں سنتا، نورِ وحدت پھیلاتا چلا گیا۔ اہلِ دل حسنِ تدبر جمالِ تفکر اور ضیائے تصور، بدرِ منور اور روحِ مصور پر

تصدق ہوتے رہے۔ وادیِ فاراں اور بلدِ بطحا میں جب نورِ توحید کی اشاعت مشکل ہوگئی تو انیس بیکساں، ہادیِ جہاں، اُمیدِ نا اُمیداں اس وادی سرسبز وشاداب جو دو پہاڑوں کے درمیان لہلہاتی تھی جو مکہ سے ۴۰ میل کے فاصلے پر کفر وشرک کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی لات کی پجاری تھی، طائف میں پہنچے، حضرت زید بن حارثہؓ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور جاں نثار و ہمدم تھے، آپ کے ساتھ تھے۔ خیالِ سرورِ کائنات ﷺ تھا کہ آپ کا جمالِ دعوت کسی نہ کسی سردار کے دل کو منور کردے گا اور اس کی حمایتِ کارِ نبوت میں آسانی پیدا کرے گی۔ مگر کسی نے شاہِ رسولاں ﷺ کی بات نہ مانی بلکہ درپے آزار ہوئے، پتھروں کی بارش، اوباش لڑکوں کی بدزبانی، کیا کچھ نہ ہوا۔ آپ چوٹی سے پاؤں تک لہو میں نہا گئے۔ حضرت زیدؓ آپ کے لیے ڈھال بن جاتے، ان کا بھی سر پھٹ گیا۔ رحمت عالم ﷺ زخموں سے نڈھال عتبہ بن ربیعہ کے باغ پہنچے۔ اس کا غلام عداس انگور لایا اور کلمۂ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سن کر دولتِ اسلام سے مالا مال ہوگیا۔ آپ نے وہاں دُعا مانگی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ احد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جب میں طائف میں اسلام کی دعوت دینے پہنچا تو مجھے لہولہان کردیا گیا میں ایک طرف چل پڑا، مقام قرن الثعلب پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابرِ سیاہ چھا جاتا ہے اور جبریلؑ کی آواز گونجتی ہے: ''اے محمدؐ! اللہ نے سب کچھ سن لیا ہے۔ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ آپ جو چاہیں اسے حکم فرمائیں۔''

فرشتہ حاضر ہوا اور کہا ''اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اہلِ طائف کو ان کے دونوں طرف اونچے کھڑے ہوئے پہاڑوں میں کچل ڈالوں'' مگر آپ رحمت للعالمین تھے۔

آپ نے فرمایا: ''نہیں مجھے اُمید ہے ان کی پشت سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔''☆[۲۱]

یہی تو جمالِ رحمت ہے جو چاروں طرف چمکتا رہا، مشکلات میں دمکتا رہا۔

شجر ہائے اصنافِ سخن کی نرم و نازک کونپلوں اور ہری بھری شاخساروں پر گل ہائے رنگارنگ مہکتے ہیں۔ جن میں صنف نعت گلِ سرسبد کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی نکہت قلب و جاں معطر کرتی ہے۔ شعرائے نعت کے کلام میں جمالِ رحمت کی بوقلمونی اور طائف جیسے لہو رنگ واقعات کی ضوفشانی صنفِ نعت کو توقیر و وقار، حسن و معیار اور سخن زرنگار سے مرصع کرتی ہے۔ یہ ذکرِ جمال ونور ماضی میں خاص طور پر اور عصرِ حاضر میں عام طور پر شوکتِ شعر ہی نہیں، شوکتِ ایمان بھی عطا کرتا ہے۔ روحِ ارض وسماوات،

مخزنِ کائنات ﷺ کے نورانی حالات، مشکلات سے لبریز واقعات اور درخشاں صفات و برکات، صنفِ نعت کو تابانی اور فکر و خیالات کو جولانی سے نوازتے ہیں اور شعرائے کرام کو موضوعاتِ پُر جمال کی جانب مائل کرتے ہیں۔ ان کے گلہائے اظہار میں نور و جمال ہے اور یوں سمجھیے کہ ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است:

طائف کی مسافت ہو کہ ہجرت کا سماں ہو ہمت کا سبق ہر سفرِ احمدؐ مختار
(حفیظ تائب)

اے طائف و بطحا کے دل افروز اجالے اے ماہِ منیٰ، مہرِ صفا، احمد مختارؐ
(سیماب اکبرآبادی)

طائف کا سفر ہو کہ مدینے کی ہو ہجرت منہاجِ عمل آپ ہیں معراجِ یقیں آپؐ
(عبدالکریم ثمر)

زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پر تو میں نے پائی ہے ستم سہنے کی عادت تجھ سے
(عارف عبدالمتین)

عزیمت کا چمکتا نور میری چشم تیر میں ہے رہِ طائف کا روزِ خونچکاں میری نظر میں ہے

☆

مکہ کی گھاٹیوں میں طائف کی وادیوں میں صبر و رضا کے مظہر حالات کے نظارے
پتھروں کی تیز بارش میں رسولِ ہاشمیؐ حادثہ طائف کا بھی تاریخ میں دلگیر ہے

☆

مکہ کے سرداروں، اہلِ طائف نے کیسے کیسے ظلم نبیؐ پر ڈھائے ہیں
(گوہر ملسیانی)

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں سلام اسی پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
(ماہر القادری)

کہیں تو زندگی پیرا بہ اندازِ لبِ عیسیٰؑ کہیں تو خطبہ فرما، اوجِ طائف پر کلیمانہ
(سیماب اکبرآبادی)

پھر بھی اعدا کے لیے لب سے دعا ہی نکلی میرے سرکار نے طائف میں جو کھائے پتھر

(راجا رشید محمود)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت نے ظلم و ستم کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اُسی میں درود و کرب نے آخری نقطہ کو چھو لیا ہے۔ اس کے بعد جمالِ کامیابی، نورِ مشیتِ ایزدی سے چمکتا دمکتا نکلتا ہے کہ منصب و مرتبہ خاتم پیغمبراں، خیر خواہِ دشمنان بارگاہِ الٰہی میں انتہائی حد تک بلند ہو جاتا ہے۔ بشارت کے پھول کھل جاتے ہیں قرآن اس جمالِ عظمت کو یوں بیان کرتا ہے:

> ان کو کٹھنائی اور مصیبت نے آلیا اور وہ خوب جھڑ جھڑا گئے۔ یہاں تک کہ رسول ﷺ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ پکار اُٹھے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد (اسی مرحلے میں پہنچ کر ان کو بشارت دی جاتی ہے کہ) سنو! اللہ کی مدد قریب ہے۔ (سورۃ البقرۃ:۲۱۴)

جمالِ شہنشاہِ زمن ﷺ کو مدحت نگاروں نے نور سیرت سیّد الابرار ﷺ کے مختلف مراحل سے کشید کیا ہے، یہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ شعب ابی طالب کے کٹھن لمحے ابھی جاری تھے مگر مصدرِ حسنِ کمالات اپنے مشن پر علی الاعلان کاربند تھے۔ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی، چاند ابھی طلوع ہوا تھا آپ نے اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا کہ وہ یکا یک پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ حالت بس ایک لحظہ کے لیے رہی اور پھر دونوں ٹکڑے آپس میں جڑ گئے۔ اس معجزے کو کفار نے جادو قرار دیا۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے:

> قیامت کی گھڑی قریب آ گئی، اور چاند پھٹ گیا (مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ) یہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ (سورۃ القمر:۱-۲)

نعت کائنات ایسے کئی واقعات سے ضوفشاں اور بوئے جاں ساز مہکتی ہے۔ جمالیات کی یہ کہکشاں آج بھی شعرائے کرام کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جمالِ مصطفیٰؐ کے یہ نگینے نعتیہ کلام میں ضیابار ہیں۔ ہر شاعر نے جمالِ صورتِ سرکارِ مدینہ، شہر یارِ تجمل سے اپنے کلام کو منور کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گلستانِ نعت حسن و جمالِ رحمت عالم سے رنگین و پُر بہار ہے۔ یہی تو وہ نور ہے جس سے ہر وادی، ہر قریہ اور ہر کوہسار دمکتا ہے۔ آج بھی انسان اس نور، اس جمال سے زندگی کو جگمگاتا ہے۔ سیرت مرجع خاص و عام دینوی اور اخروی زندگی کی فلاح و کامیابی کی ضامن ہے۔ اس جمال سے دل کے شگوفے

چمکتے اور کھلتے ہیں۔ یہی حسن جب کسی فنکار کے فکر وخیال کو جلا بخشتا ہے تو وہ اپنے جذبات کو عشق وشیفتگی سے مملو کر کے شعر کی صورت میں پیش کرتا ہے تو عقیدت کے یہ پھول ہر انسان کی زندگی کا سرمایہ بن جاتے ہیں۔

جس کی انگلی سے ہوا شق القمر
یار تھے اس کے ابوبکرؓ و عمرؓ
(نساخ عظیم آبادی)

زلفوں سے تری چینِ جبیں کا ہے اشارہ
ہو معجزۂ شقِ قمر آئی ہے اب رات
(مرزا عزیز لکھنوی)

نبوت اوپر اس کے ربِّ الجلیل
قمر کے کیا شق کوں روشن دلیل
(نوازش علی شیدا)

سلام اس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا
(ماہر القادری)

ہاں تو وہی رات ہے جس میں خدا سے ملا
صاحب شق القمر، شافع یوم النشور
(روش صدیقی)

انگلی کے اک اشارے سے شق القمر کیا
کتنا ہے اختیار فلک پر رسول کا
(دلورام کوثری)

جن کا ادنیٰ معجزہ شق القمر کا واقعہ
کہکشاں جن کا ہے خطِ رہ گزر، پیدا ہوئے
(ذوقی مظفرنگری)

شق القمر فلک پر دکھا کر جناب نے
بدلی ہے ممکنات سے صورت محال کی
(حکیم خادم علی)

ہے کون، وجہِ شقِ قمر جس کی ذات ہے
ظلمات میں پیامِ سحر کس کا نام ہے
(راجا رشید محمود)

نشاں ہے آپ کی انگشت کے اشارے کا
وہ ایک داغ جو قلبِ قمر میں رہتا ہے
(راجا رشید محمود)

واقعہ طائف کے بعد ہجرت سے قبل جمالِ مصطفےٰ ﷺ کو عروج تک پہنچایا گیا۔ ایک اور ممتاز واقعہ رونما ہوا۔ جس میں رحمتِ عالم ﷺ کو شانِ کمال سے نوازا گیا۔ یہی وہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ

پھر مکہ بھر میں ہنگامہ برپا ہوا۔ معراج کے تمام مشاہدات جو جمالِ سرورِ کونین سے منور ہیں۔ بیت المقدس اور راستے کی علامتی جو ساقیِ کوثرؐ نے بتائیں، ان کی بعد میں تصدیق ہوگئی۔ سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز ہی واقعہ اسرا کے تذکرے سے ہوا۔ ان نکاتِ وحی کا جمال جانِ جہاں، ہادیِ زماں کی سعیِ پیہم سے سیلاب کی طرح اُمنڈتا ملتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس میں طائف گھٹاؤں میں چھپ گیا اور یثرب جمالِ فخر جہاں سے روشن ہوگیا۔ شعرائے کرام نے جمالِ معراج کو اپنے اپنے انداز میں نعت میں سمویا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی کے حوالے سے معراجِ مصطفےٰ ﷺ کو جمال کی معراج کہا کہ ایک باجمال انسان نے آسمانوں کی سیر کی اور یہ انسانیت کی معراج ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں
(محمد اقبال)

اسی جمالِ معراج کا اظہار ہمیں گلشنِ نعت میں مختلف رنگوں میں ملتا ہے۔ متقدمین کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر میں بھی مدحت میں اسلوبِ اظہار کی بوقلمونی ملتی ہے۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
(احمد رضا خاں بریلوی)

شہنشاہِ سریرِ قاب قوسین احمدِ مرسلؐ
شبِ اسریٰ میں جس کا فرش رہ تھا کاخِ کیوانی
(اقبال سہیل)

معبود نے عابد کو بلایا شبِ معراج
کھلنے کو ہیں اسرارِ رفعنا شبِ معراج
(قمر یزدانی)

جس کا مشتاق ہے خود عرشِ بریں آج کی رات
اُمِ ہانی کے ہے گھر میں وہ مکیں آج کی رات
آنکھ میں عرضِ تمنا کی جھلک، لب پہ درود
آئے اس شان سے جبریلِ امیںؑ آج کی رات
(ماہر القادری)

جلوہ افروز ہے اک ماہِ مبیں آج کی رات
نور ہی نور ہے تا حدِّ یقیں آج کی رات
حرمِ ناز میں پہنچے شہ دیں آج کی رات
حرمِ ناز ہے کچھ اور حسیں آج کی رات
(مظہر الدین)

وفورِ نور سے چہرے ستاروں کے چمک اُٹھے — مہ و پرویں کو تھا مدت سے جس کا انتظار آیا
(ضیا محمد ضیا)

اے صلِ علیٰ صاحبِ معراج کی سیرت — جو بات ہے اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہے
(کوثر نیازی)

شبِ معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اُتر آیا — بیاں اس قلزمِ معنی کی ہو کیا جزر اور مد کا
(کرامت علی شہیدی)

نہ حرف وصوت میں وسعت نہ کام ولب میں سکت — حقیقتِ شبِ معراج کے بیاں کے لیے
ارادہ عرش پہ اک آن میں پہنچنے کا — کیا تھا عزم، اولوالعزم نے کہاں کے لیے
(الطاف حسین حالی)

جمالِ مصطفیٰ ﷺ بہارِ جاوداں کی طرح قریہ قریہ، وادی وادی، گلشن گلشن اپنی ضیائیں بکھیرتا رہا ہے۔ نعتیہ شاعری کے آغاز سے لے کر آج تک بلکہ روزِ محشر تک یہ حسنِ اشرف الانبیا مختلف اسالیب میں صفحۂ قرطاس پر چمکتا رہے گا اور چمکتا رہا ہے۔ یہ فکر وشعور، محفل محفل سخن کے ہر زاویے میں تاباں رہے گا، نعت کے فن کاروں، شعری ہنر کے راز داروں، تصورات و خیالات کے شہریاروں اور جمالِ نعت کے زرنگاروں کو بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ اور امینِ جلوۂ دوسرا کی رعنائیوں سے نوازتا رہے گا۔ سخن کی قلم رو میں اب نعت کا سکہ چلتا ہے اور عالمی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ سخن کی دارالضرب میں مدحت کے سکے ڈھلتے رہیں۔ اب سخن کی ٹکسال میں اگر کوئی سکہ تشکیل پائے گا تو وہ صرف نعت کا سکہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

"ان الدین عند اللّٰہ الاسلام" (آلِ عمران:۱۹)

بلاشبہ اگر دین ہے تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

اور اس دین کی تکمیل سیّدالابرار، احمد مختار، حبیبِ غفار، رسولِ ربّ ستار پر ہوچکی ہے۔ اس دین کی رہنمائی کے لیے کتابِ ہدیٰ اور سنتِ شافعِ یومِ جزا کو قیامت تک کے لیے محفوظ کردیا ہے۔ یہی سنتِ سرورِ عالم ﷺ، جمالِ سیرتِ اقدس جمالِ عملِ محسنِ انسانیت ﷺ اور نورِ ہدایاتِ رحمت عالم ﷺ کا مرقع ہے، جسے وحیِ الٰہی کے ذریعے سنوارا گیا۔ حقیقتاً یہ وحیِ غیر متلو (حدیث) ہے جو وحیِ متلو قرآنِ حکیم کی طرح ضوفشاں اور محفوظ وسلامت رہے گی۔ اس کی طرف اشارہ قرآنِ کریم میں اس طرح کیا گیا ہے:

وما ینطق عن الھویٰ O ان ھو الا وحی یوحیٰ O (النجم:۳-۴)

اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا بلکہ یہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جارہی ہے۔

وہ بے اہمال اسرارِ حقیقت کھولنے والا
خدا کے لفظ انسانی زباں میں بولنے والا
(سیماب اکبرآبادی)

اس وحیِ غیر متلو کی جانب غالب نے فارسی زبان میں یوں بیان کیا ہے:

حق جلوہ گر، ز طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق، بزبانِ محمدؐ است
(غالب)

شعرائے کرام کی نعتیہ تخلیقات و نگارشات میں ہمیں سے مضامین وموضوعات ملتے ہیں، روایت کی پاسداری میں زیادہ تر تجلیاتِ شمائل وصورت ملتے ہیں اور پھر خیالات کی رو جمالِ سیرت، حسنِ اخلاق اور دیگر موضوعات کی جانب بہنے لگتی ہے۔ آج کی صحبت میں ہم شمائل وصورت کے جمالیاتی پہلو کو نعتیہ کلام کے شاداب گلشن میں دیکھیں گے اور کچھ چمنستانِ نعت میں جمالِ سیرت کے حسین وجمیل رنگ سے قلب ونظر کو منور کرنے کی سعی کریں گے۔

جہاں تک محسنِ انسانیت ﷺ کے حسنِ صورت کی ہمہ گیری اور جمالیات کی پُرتاثیری کا معاملہ ہے ہمیں کتبِ سیرت وشمائل میں گلہائے تفصیل چمکتے دمکتے اور مہکتے ملتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی بصارت وبصیرت حسنِ سیرت اور جمالِ شمائل سے مختلف انداز میں اپنے آپ کو منور کیا ہے۔ ذرا سفرِ ہجرت میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا اسلوب دیکھیے کہ ظالم وجابر قریش گھر کو گھیرے بیٹھے ہیں، حضرت علیؓ آپ کے بستر پر سبز خضری چادر اوڑھے سوئے ہوئے ہیں، سرورِ کونین ﷺ باہر تشریف لائے اور دشمنوں کے سروں پر مٹی ڈالتے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے یمن کا رُخ کیا اور فجر کی پو پھٹنے سے پہلے غارِ ثور میں جا پہنچے اور تین راتیں وہاں گزاریں۔

جب ثور کے اندر پہنچے ہیں، بوبکرؓ بھی ہیں ہمراہ ان کے
کچھ درد میں ڈوبے لمحے ہیں، کچھ حسنِ وفا کی باتیں ہیں
(گوہر ملسیانی)

تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں — تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیم جاں، خوفِ خدا، ترکِ غذا، سختیِ راہ — ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر

(شبلی نعمانی)

اے ثور کی راتوں کی ضیا احمدِ مختار — اے صبحِ درخشانِ حرا، احمد مختار

(سیماب اکبرآبادی)

یار ہی نے ساتھ حضرت کا دیا مشکل کے وقت — غار میں ہمراہ جز صدیقِ اکبر کون تھا

(تسلیم لکھنوی)

عیر سے ثور تک نور ہی نور تھا — وادیِ نور جس سے عبارت ہوئی

☆

رفیقِ ثور کو پاکر پریشاں — پئے تسکین کوئی گویا ہوا ہے

(حفیظ تائب

روشن ہوئی ہے مہرِ رسالت سے غارِ ثور — مذکور ہے یہ مرحلہ سیرت کے باب میں

(گوہر ملسیانی)

مابین عیر و ثور ہیں جتنے نشانِ خیر — تقدیر میں ہوں ان کی زیارات اے خدا

(حفیظ تائب)

ذکرِ جمیل کی تابانی تشدد کے لمحات سے گزرتی ہوئی جمالِ انقلاب بن جاتی ہے۔ قافلۂ حق و صداقت، توحید و رسالت کا مرقع اور صبر و قناعت کا سرچشمہ جادہ ہجرت پر رواں دواں، ذرّات سنگ، ریگ وخشت اور بادِ سموم کے تھپیڑوں سے نبرد آزما ہوتا ہوا قدم قدم پر اعدا سے الجھتا ہے مگر نصرتِ ایزدی لمحہ بہ لمحہ، لحظہ بہ لحظہ دامنِ لطف و کرم میں چھپاتی ہر تلخ و ترش ساعت سے بچاتی رہنمائی کرتی ہے اور جمالِ مصطفٰے نکھرتا جاتا ہے۔ سحر کی صباحت، دن کی تمازت اور رات کی نظافت حسنِ آفتابِ چرخِ ہدایت، وجہِ وجیہہ خلقت، شہ کارِ کمالِ قدرت، پیغمبرِ دینِ فطرت ﷺ کو لازوال و بے مثال بناتی چلی جاتی ہے۔

وہ پیغمبرِ انقلاب، امین الفقر فخری اور نورِ ہدایت کا داعی کٹھن منازل طے کرتا ہوا دارالہجرت کی سمت بڑھتا جا رہا ہے۔ قدید کا علاقہ ہے اور یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ آباد ہیں۔ آفتابِ عارفاں، سراجِ سالکاں، انیس خستگاں راستے کے ساتھ خیمہ نما مکاں کے سامنے پہنچے۔

یہ اُمّ معبد کا خیمہ تھا۔ پختہ عمر، باوقار و باعفت خاتون اس گھر میں موجود تھیں جو اس راستے پر چلنے والوں کو خوش آمدید کہتیں اور ان کی پیاس بجھایا کرتیں، کھانا کھلایا کرتیں۔ وہ اب تنہا گھر میں تھیں، اُن کا شوہر بکریاں لے کر باہر گیا ہوا تھا۔ گھر کا ماحول خستہ سا تھا خشک سالی اور قحط کا سماں تھا۔

محسنِ انسانیت ﷺ اس خیمے کے قریب سے گزرے تو قافلہ نور کے ایک رکن نے دریافت کیا: ''کیا تمھارے پاس کچھ کھانے پینے کے لیے ہے؟'' اُم معبد نے کہا اس وقت تو گھر میں کچھ نہیں ہے۔ رحمت للعالمین ﷺ کی اچانک نظر کونے میں کھڑی ایک دبلی پتلی بکری پر پڑی۔ کم زور ہونے کی وجہ سے اُمّ معبد کا شوہر اُسے ریوڑ کے ساتھ نہ لے کر گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ بکری کیسی ہے؟ کیا یہ دودھ دیتی ہے؟'' اُمّ معبد نے کہا کہ یہ کمزور سی بکری جو ریوڑ کے ساتھ نہ جا سکی، کیا دودھ دے گی؟ کانِ سخاوت، گنجِ سعادت ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوھ لوں؟''

''میرے ماں باپ آپ پر قربان! اگر آپ چاہیں تو ضرور دوھ لیں'' وہ بکری لائی گئی اور پھر رحمتِ خالقِ کائنات اس طرح کھل کر برسی کہ سب نہال وخوش وخرم ہوگئے۔ سب نے سیر ہوکر دودھ پیا بلکہ ابومعبد کے لیے بھی کوزہ بھر کر رکھ دیا گیا۔ قافلۂ نور روانہ ہوگیا، ابومعبد آئے تو گھر کو بوئے غیر سے مہکتا پاکر اُمّ معبد سے گویا ہوئے۔ یہ بادِ بہاری کدھر سے آئی ہے جس نے اس خیمہ کو عطر کا پھویا بنا دیا ہے۔ کچھ کہو یہ نکہتِ گل ہائے تازہ کہاں سے آ رہی ہے، یہ ضیائے دل رُبا کیسی پھیل رہی ہے'' اس پر اُمّ معبد نے جو نورِ عیونِ اخیار صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا ہے وہ سونے کے پانی سے لکھنے کی تمنا رکھتا ہے:

> پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ توند نکلی ہوئی، نہ چندیہ کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش، وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں رہبندہ و دل فریب، قریب سے نہایت شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے معرّا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی، میانہ قد کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ رہبندہ نہال کی تازہ شاخ، رہبندہ منظر، والاقدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتا ہے

توتعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ ترش رو نہ فضول گو۔☆۲۲

آیا جو شوہرِ امّ معبد تھکا ہوا   برتن میں دودھ دیکھ کے حیران رہ گیا
بڑھیا نے پھر سنایا اُسے سارا ماجرا   کرنے لگی بیاں وہ سراپا رسول کا
وصفِ نبی کا ایک نیا باب کھل گیا
سارا غبار شرک و معاصی کا دھل گیا
پاکیزہ رو، کشادہ جبیں، صاحبِ جمال   ٹھہرے نگاہ چہرۂ انور پہ کیا مجال
پیوستہ وہ بھنویں، وہ گھنیرے سیاہ بال   انداز پُرشکوہ، تو آواز پُرجلال
گفتار دل پزیر، خموشی میں اک وقار
الفاظ جیسے سلکِ گہر ہائے آبدار
جنت نظر وہ قامتِ موزون و دل نشیں   عالم شکار وہ نگہِ چشمِ سرگیں
اک شاہکارِ خلق، پسندیدہ خو، متیں   خود اعتماد و سیّد و مخدوم و پُریقیں
یوں اپنے ساتھیوں میں نمایاں فلک مآب
ہو جس طرح ستاروں کے جھرمٹ میں ماہتاب

(محشر رسول نگری)

حسنِ دل کش کا بیاں ہے اور اک صحرا نشیں   اُمِ معبد کی زباں پر ہیں شمائل آپؐ کے

☆

تذکرہ ہر بزم میں اہے اس کا روز و شب یہاں   اُمِ معبد نے کہی جو نعتِ شاہِ انس و جاں
(گوہر ملسیانی)

تکے جاتی ہے اس کو اُمِ معبد   جو مہتاب اس کے گھر اُترا ہوا ہے
حفیظ تائب

اُمِّ معبد کا بیاں تو پُرکشش تصویر ہے   ہر صفت ہے استعارہ ہے، پھیلتی تنویر ہے
(گوہر ملسیانی)

شام کو اس کا شوہر جوں ہی پلٹا گھر   ظرف میں کافی دودھ اس کو آیا نظر

پوچھا بیوی سے اے زوجۂ خوش عناں   شیر آیا کہاں سے ہے یہ بے گماں
اُمِّ معبد نے سب کچھ بتایا اُسے   جو ہوا ماجرا تھا سنایا اُسے
اس پہ بولا وہ خوش بخت مجھ کو بتا   آنے والے کا حلیۂ اقدس تھا کیا
دوستو پھر جو مہمانِ ذیشان کا   اس کو حلیہ اقدس بتایا گیا
بولا ہاں یہ وہی قرشی سردار ہیں   مرد و زن جس سے کرتے سبھی پیار ہیں

(علامہ جاوید القادری)

اُمِ معبد کے واقعہ اور نمودِ سراپائے میرِ کارواں، سرچشمۂ جاوداں، سرورِ کون مکاں پر گلہائے عقیدت نچھاور کرنا مدحت نگاروں کا وسیلۂ اظہار کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ بھی توفیقِ خداوندی ہے مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ یہ نذرانۂ محبت توشۂ آخرت بن جائے تو زندگی بار آور ہو جاتی ہے۔ الطاف قریشی کی ایک آزاد نظم ''وہ شخص آج اِدھر سے جو ہو کے گزرا ہے''، اپنے اندر بدرالدجیٰ، نورالہدیٰ، مرکزِ انوارِ خدا ﷺ کی وہ تمام صفات وشمائل کی تجلیات رکھتی ہے جو اُمِ معبد نے بیان کی ہے۔ یہاں چند چنیدہ مصرعے درج کرتا ہوں:

وفورِ نور سے معمور چہرۂ انور
کھلا کھلا سا
درخشندہ تر
بہت روشن
....
نہ جسم بھاری تھا اس کا
نہ تھا بدن کم زور
وہ خوبرو تھا
خوش اندام تھا
جمیل تھا وہ
....
گھنی گھنی سی تھی داڑھی
دراز گردن تھی

خموشیوں میں بھی اس کی وقارِ گویائی

جو بولتا

تو صدا گرد و پیش چھا جاتی

وہ گفتگو تھی کہ موتی تھے جو نکلتے تھے

....

نہ کم سخن تھا نہ بسیار بولنے والا

....

(الطاف قریشی)

گلستانِ نعت میں یہ انوارِ سراپائے حضور، جمالِ محبوبِ ربِّ غفور، مہرِ چرخ غیور وصبور نگاہوں میں بساتے، دلوں میں سموتے، شعرائے نعت سیرت کے انوار اور قرآنِ حکیم کی تجلیات سے اپنے کلام میں کہکشائیں سجاتے اور حسنِ صورت کی ارغوانی ہوائیں مہکاتے ہر دور میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بلیغ اور خوب صورت اشعار رحمت للعالمین ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے انوار اور حسنِ صورت کی تجلیات کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح سجاتے ہیں کہ نورِ فکر تصدق ہوتا جاتا ہے۔

اس کائناتِ انسانیت کے محسنِ اعظم ﷺ مکے کے شدید طوفانوں سے ٹکراتے رہے مگر حسنِ دعوت و پیغام میں ثابت قدمی سے آگے بڑھتے رہے۔ اپنے رفقا کی فکری، ذہنی اور روحانی تربیت میں بھی مصروف رہے۔ اب یہ افراد کی تیاری اور اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا اور مدینہ میں اجتماعی نظام کی تشکیل کے دور کا آغاز ہونے والا تھا۔

جمالِ مصطفےٰ ﷺ کا سفر اپنی منزل مدینہ منورہ کی حدود میں روشنی پھیلا رہا تھا۔ قبا کی بستی چمک اُٹھی۔ مرد و زن نورانی جھلک دیکھنے کے متمنی، جمالِ صاحب المعراج کے دیدار کے پیاسے اور سرورِ کائنات ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے مشتاق تھے۔ بنی نجّار کی بچیاں جو استقبالیہ اشعار گا رہی تھیں وہ مدحتِ گل کدۂ فردوس، تاجدارِ ملک ہدایت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان اشعار میں ماہتاب کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنیں اور خلقِ عظیم کی دل کشا کلیاں چٹکتی ہیں:

طلع البدر علينا — من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا — ما دعا للّٰه داع

ايها المبعوث فينا — جئت بالامر المطاع

ہم پر وداعی ٹیلوں کے پیچھے سے چاند طلوع ہوگیا۔ اللہ کے لیے پکارنے والے کی دعوت پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اے ہمارے پیغمبر تو واقعی قابلِ اطاعت پیغام لایا ہے☆۲۳

بیمِ جاں، خوفِ خدا، ترکِ غذا، سختیِ راہ — ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر

ہاں مدینے میں ہوا غُل کہ رسول آتے ہیں — راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر

لڑکیاں گانے لگیں شوق میں آکر اشعار — نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اُٹھے گھر

ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے

ناز نینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر

(شبلی نعمانی)

سنگ ریزوں سے گزرتا، سخت گرمی جھیلتا — جا رہا ہے جو مدینے کاروانِ پُرکشش

(گوہر ملسیانی)

اس منزل پر پہنچ کر نعت کے سخنور کی کیفیات ساون کے بادلوں کی طرح اپنی رم جھم میں سرور اور سحر وفسوں پاتی ہیں۔ جذبے کی سچائی اور اظہار کی مساعی خلوص و صداقت سے لبریز ہوجاتی ہے۔ نعت کے اشعار میں معانی و مفاہیم اور اسلوب میں نکہتِ شمیم کا نیا رنگ و آہنگ ہویدا ہوجاتا ہے۔ شعر و سخن کے پہلے ادوار میں عارضِ گلگونہ اور شمائلِ گنجینہ کے مضامین روایت کا حصہ بن کر عصرِ حاضر تک پھیلتے چلے آتے ہیں۔ معدنِ لطفِ عجم اور مخزنِ خلقِ عظیم سے محبت جزوِ ایمان ہے اور اس کے مختلف پہلو ہیں۔ شعرائے نعت اپنے اپنے خیالات کی ترجمانی کے لیے اپنی اپنی تخلیقی سچائی کے اظہار کے لیے اپنا پسندیدہ پہلو منتخب کرتے ہیں۔ شمائل کی جمالیاتی کیفیات کا انتخاب جن شعرا نے کیا، انھوں نے احادیث (وحیِ غیر متلو) سے استفادہ کیا اور اپنے جذبات کو صوری محاسن رسولِ کریم ﷺ سے لبریز کیا اور پھر جمالِ مصطفےٰ ﷺ کی قندیلیں جلائیں۔ روایاتِ حسن و جمال کی بوقلمونی سے اہلِ فکر و سخن نے اپنے کلام کو جلا بخشی ہے۔ روایت ہے کہ ''حضرت براء بن عازبؓ سے کسی نے پوچھا، کیا نبی علیہ السلام کا چہرہ چمک دمک میں تلوار کی طرح تھا؟ تو حضرت براءؓ نے کہا: نہیں۔ آپ کا چہرۂ مبارک تو چاند کی طرح حسین تھا۔ آپ کا رنگ کھلا ہوا تھا، نہ گندم گوں تھا اور نہ سیاہی کی طرف مائل، بلکہ انتہائی ملیح اور پُرکشش تھا۔''☆۲۴

قرآنِ حکیم میں بھی ربِّ کائنات نے آپ کو روشن چراغ کہا ہے۔

''وداعیاً الی اللّٰہ باذنہٖ وسراجاً منیراً'' (احزاب:۴۶)

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

رحمتِ عالم ﷺ کے عمِ محترم حضرت ابوطالب نے آپ کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے:

وابیض یستسقیٰ الغمام بوجھه

ثمال الیتامیٰ عصمة للدرامل

آپ کا چہرہ ایسا روشن اور تاباں ہے کہ تشنہ لب اس سے سیرابی حاصل کرتے ہیں جو یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے جمالِ سرورِ کونین کو یوں بیان کیا ہے:

متی یبدء فی الدّاجی البھیم جبینه

یلح مثل مصباح الدجیٰ المتوقد

اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی تھی تو اس طرح چمکتی تھی جیسے روشن چراغ۔

حضرت علیؓ نے بھی جمالِ ماہِ فروزاں ﷺ کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

والبدر یقصر نوره

اذ مستبان ظھوره

اور چودھویں رات کا چاند اپنے نور میں کمی کرتا ہے جب آں حضرت کا نور ظہور فرماتا ہے۔

حضرت زین العابدینؒ نے رُخِ انور کو یوں بیان فرمایا ہے:

من وجهه شمس الضحیٰ من خده بدر الدجیٰ

من ذاته نورالھدی من کفه بحر الھمم

جن کا چہرۂ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کے رخسارِ تاباں ماہِ کامل جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا۔ (مخزنِ نعت)

اُردو زبان کے شعرائے کرام نے بھی جمالِ رُخِ گنجِ سعادت ﷺ کو دل کش انداز میں اشعار کی زینت بتایا ہے جو قلب ونظر کو مسحور وشاد کام کرتے ہیں:

رخِ خیر البشر تو پھر رخِ خیر البشر ٹھہرا
ان آنکھوں سے درِ خیرالبشر دیکھا نہیں جاتا
(احسان دانش)

ہے تصورِ رخِ مصطفیٰ لیے یادِ گیسوئے مشک سا
وہی مشغلہ دمِ صبح ہے وہی تذکرہ سرِ شام ہے
(وحشت کلکتوی)

اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبحِ ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب
(ظفر علی خاں)

نسبتِ رخِ اقدس کو مہ و مہر سے صادق
اے توبہ! کہاں مہر، کہاں ماہ، کہاں آپ
(آغا صادق)

تیرے انوار کی ہلکی سی جھلک ہے ان میں
دیکھتا رہتا ہوں میں شمس و قمر کی صورت
(حافظ لدھیانوی)

تشبیہ کے لیے ہیں یہ خورشید و ماہتاب
حاجت ہی ورنہ کیا تھی رُخِ مصطفیٰ کے بعد
(فنا نظامی)

اے ترے رُخ سے حسن کے اسرار آشکار
تیری جبیں جمالِ الٰہی سے تابدار
(نظیر لدھیانوی)

آئینۂ جمالِ رخ اوّلیں ہو تم
نورِ خدا ہو زینتِ عرشِ بریں ہو تم
(سیّدالظفر سلطان پوری)

شمس و قمر کا نور تو، برقِ جمالِ طور تو
حسنِ پری و حور تو، ثانی ترا ممکن نہیں
(دانا اکبرآبادی)

پھیلی ہے شش جست رخِ انور کی روشنی
نکھرا ہے کائنات کا ان ہی سے بانکپن
(سعید سہروردی)

تاباں رُخِ حضورؐ سے خورشید کی ضیا
محرابِ ماہ آپؐ کے ابرو کے خم سے ہے
(نصرت نوشاہی)

ہر دم رخِ حسیں پہ طلوعِ مہ و نجوم
خلدِ نگاہ، دیدۂ بینا، کہیں جسے
(اصغر سودائی)

اے صلِّ علیٰ شانِ دلآرائے محمد
ہے صورت قرآں رخِ زیبائے محمد

(ارشد دہلوی)

ضیائے رخ سے رخ آفتاب روشن ہے — ہے ماہتاب میں ان کا جمال کیا کہنا

☆

پرتو تیرے جمال کا ہر ایک گل میں ہے — جلوے سے تیرے رخ کے ہے رعنائیِ چمن

(قمر یزدانی)

حسن و جمالِ مصطفےٰؐ میں رطب اللسان شعرائے کرام نے ایسے ایسے گلہائے نور بکھیرے ہیں کہ قاری یا سامع ان سے اکتسابِ نور کرتا ہے اور ایسی رعنائی پاتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے نشیب و فراز کو جگمگاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ نعت کے ایوانوں میں جمالِ حضور پُرنور ﷺ کی صوری ضیائیں اور سراپائے سلطانِ معظمؐ کی نئی نئی جہتیں اور اسلوب کی دل کش فضائیں ترتیب پاتی ہیں۔ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک نیا دبستان کھل جاتا ہے پھر ایسے نغمے گونجتے ہیں جس میں مہرِ ہدایتؐ کی شعاعیں بقعۂ نور بن جاتی ہیں، عظمت سے لبریز یہ خیالات ہر دل کی چاہت بن جاتے ہیں۔ یہی وہ نقوشِ نور ہیں جن میں تصوراتی اور فکری کاوشیں جگمگ جگمگ کرتی ہیں:

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں — اے جانِ جاں، میں جان تجلاّ کہوں تجھے

(احمد رضا خاں بریلوی)

روشنی دنیا کو دی جس مہرِ عالم تاب نے — زنگ فطرت دھو دیا، جس نور کے سیلاب نے

(آغا حشر کاشمیری)

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ، یہ نورِ ہدایت کیا کہنا — جبریل بھی ہیں شیدا ان کے، یہ شانِ نبوت کیا کہنا

(اکبر الہٰ آبادی)

تفسیر مصحفِ رخِ پُرنور والضحیٰ — واللیل شرحِ گیسوئے خمدارِ مصطفےٰ

(بیدم شاہ وارثی)

ہر صبح ہے نورِ رخِ زیبائے محمد — ہر شام ہے گیسوئے دل آرائے محمد

(احسان دانش)

سورج نے ضیا اس چشم سے لی — اس نطق سے غنچے پھول بنے

اُٹھا تو ستارے فرش پہ کیے — بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا

(آغا شورش کاشمیری)

تری نظر سے ملی روشنی نگاہوں کو — دلوں کو سوزِ تب و تابِ جاودانہ ملا

(حفیظ ہوشیارپوری)

شمائلِ آفتاب نو بہارِ سیّد ابرار ﷺ کی تجلیات صحابہ کرامؓ کے توسط سے محدثین کی کتب میں ضیا بار ملتی ہیں۔ روایات میں جمالِ روح روانِ عالم ﷺ کے گہر ہائے گراں مایہ اپنی تابانی میں بے مثال ہیں۔ ایک روایت ہے کہ صادق و امین کا رنگ سفید تھا، گویا آپ کا جسمِ مبارک چاندی سے ڈھالا گیا تھا۔ سر کے بال گھنگریالے تھے، میانہ قد تھا، آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آنکھیں سرمگیں تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی، گردن سب لوگوں سے زیادہ حسین اور خوب صورت تھی۔ جب گردن مبارک پر سورج کی شعاعیں پڑتیں تو ایسا محسوس ہوتا گویا چاندی کی صراحی ہے جس پر سونے کا پانی کیا گیا ہے۔ ہونٹ باریک انتہائی خوب صورت، سینہ فراخ، شیشہ کی طرح ہموار اور برابر اور چاند کی طرح روشن اور خوب صورت، پیٹ پر سلوٹ تھی، جو چادر سے ڈھکی رہتی تھی، ناک اُبھری ہوئی، رُخسار بھرے ہوئے، ریش مبارک گھنی، روئے انور پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکتا، سر مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت، نہ بالکل لٹکے ہوتے اور نہ زیادہ گھنگریالے نہ زیادہ لمبے اور نہ چھوٹے، کانوں کی لو سے زیادہ لمبے مگر مونڈھوں سے کچھ کم تھے۔☆[۲۵]

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں — واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے ڈھانچے میں — اک نورِ مجسم ڈھل کے رہا

(آغا شورش کاشمیری)

ہر موجِ ہوا زلفِ پریشانِ محمدؐ — ہے نورِ سحر صورتِ خندانِ محمدؐ

(اصغر گونڈوی)

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا — یہ شکل و شمائل، یہ عبائیں یہ قبائیں

(حسرت موہانی)

پسینے میں ان کے نہا آئی ہے — چرا لائی ہے ان کی زلفوں کی خوش بو
جو مل جائے مجھ کو تو تیرے قدم — میں نسیمِ بہارِ ارم چوم لوں گا

(بیدل جبل پوری)

مہکے دل و دماغ جو آئی کسی کی یاد   گیسو و پیرہن کی مہک میں بسی ہوئی
(عزم صدیقی)

مبارک سر کو سودا زلفِ شہؐ کا   مبارک دل کو ارمانِ محمدؐ
(ریاض الحسن نیّر)

زلف کی شب والیل سراپا، رخ کی سحر والشمس کا جلوہ   روحِ منزہ نفسِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
(ظفر زیدی)

میں ہوں ہر دو عالم سے آزاد نشتر   گرفتارِ زلفِ رسولِ خدا ہوں
(عبدالرب نشتر)

ہے شام اگر گیسوئے احمدؐ کی سیاہی   تو نورِ خدا صبحِ دل آرائے مدینہ
(حسرت موہانی)

گیسو تھے واللیل مفسر والیل اذا سجیٰ   رخ سے عیاں تھے معنیِ والشمس والضحیٰ
(میر انیس)

والیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا   والشمس ہے تیرے رُخِ پُرنور کی قسم
(بہادر شاہ ظفر)

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ   والیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی   سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ
(شہیدی بریلوی)

جمالِ لولوئے بحرِ سخاوت وعطا ﷺ کی ضیائیں جہاں عشق ومحبت کی رنگینیاں رکھتی ہیں وہاں جذبۂ ایمان کی تڑپ بھی رکھتی ہیں۔ کون سا دل ہے جو ظلمتِ دہر میں روشنی کا طلب گار نہیں؟ کون سی نظر ہے جو جمالِ اشکِ عقیدت کی تمنائی نہیں۔ یہ وہ کیفِ حبِّ سرورِ دنیا و دیں ہے جو متاعِ شوق بھی ہے اور نورِ مشعلِ غارِ حرا بھی ہے، جب نعت صداقت کا تروتازہ گلاب بن کر نکہتیں بکھیرتی ہے تو دلوں کو عجز و نیاز سے معمور کرتی ہے اور تقدیسِ رسالت کا در باز کرتی ہے۔ پھر حسن و جمال سراپائے تاجدارِ رسولانِ شمع فروزاں، رحمت یزداں ﷺ کے نرم و نازک غنچے چٹکنے لگتے ہیں۔ بوئے بدن مہکنے لگتی ہے، ضیائے لب و دندان چمکنے لگتی ہے، صدائے لحنِ شیریں تڑپنے لگتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق آپ کا پسینہ جب چہرۂ منور پر آتا تو موتیوں کی طرح محسوس ہوتا اور اس کی خوش بو مشک اور اذفر

سے بھی زیادہ ہوتی۔ امّ سلیمؓ کہتی ہیں کہ جب زلفِ معنبر، روح مصور، بدرِ منور میرے گھر تشریف لاتے تو میں ان کے قیلولہ کرنے کے لیے فرش پر چمڑے کی چادر بچھا دیتی جو پسینہ چمڑے پر گرتا اُسے ایک برتن میں جمع کر لیتی اور پھر اُسے خوش بو کے طور پر استعمال کرتی۔

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں خدا نے جتنے نبیؑ بھیجے ہیں سب خوب صورت اور وجیہ تھے اور ان کی آواز بھی دل کش تھی۔ سرورِ کائنات ﷺ شکل و شباہت کے اعتبار سے بھی اور آواز کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ خوب صورت اور دل کش تھے۔ حضرت عامر بن سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا آپ غزوۂ خندق کے موقع پر ہنسے تو آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ اسی طرح روایات میں آتا ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی طرح عارضِ گل گوں پر گرتے تھے۔ شعرائے مدحت کے ہاں یہ شمائل پُرنور اور سراپائے جمیل جذب دروں لیے، نورِ عشق وجنوں لیے ضیا بار ملتے ہیں۔ ان ضیاؤں میں اسرار و رموز بھی ہیں اور حسن و جمالِ حجاز بھی ہیں، عشوۂ و ادائے دلبری بھی ہے اور موضوعاتِ سیرتِ پاک باز بھی ہیں۔ جمالِ صورت کی یہ کرنیں اپنے اندر ٹھنڈک بھی رکھتی ہیں اور گرمیِ عشق و مستی بھی۔ قدیم و جدید ہر دور میں نعت کی زمین ان گلہائے رنگ رنگ سے چمکتی، مہکتی رہی ہے۔☆[۲۶] حشمت یوسفی نے ''سراپا'' کے عنوان سے جو نعت کہی ہے اسے راجا رشید محمود نے اپنی کتاب نعت کائنات میں شامل کیا ہے۔ بے حد وقیع اور دل کش ہے، چند اشعار دیکھیے:

وہ شکل جمیل اور وہ نوری خد و خال   اللہ رے موزونیتِ حسن و جمال
یہ سنبل پیچاں، یہ گلاب و گوہر   ہرگز نہیں زلف ولب و دنداں کی مثال
وہ آنکھیں اگر چشمِ تصور دیکھے   جولاں ہمارے دشتِ تخیل کا غزال
پیچیدہ وہ زلفوں میں رموز و اسرار   تفصیل سے پہلے ہوا افشا اجمال
یہ بارگہ سرورِ کونین ہے حشمتؔ
ہے ساکت و صامت یہاں ہر فضل و کمال
(حشمت یوسفی)

سورج نے ضیا اس چشم سے لی، اس نطق سے غنچے پھول بنے
اُٹھا تو ستارے فرش پہ تھے، بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا
(شورش کاشمیری)

بچھاتے چشم و دل تھے راستوں پر ان کے شیدائی — مدینے کی زمیں کو یاد ہے اب تک خرام ان کا
(حکیم ردولوی)

رکھتے ہیں اُٹھا کر قدم پاک جہاں آپ — ہوتا ہے وہیں چشمۂ صدفیض رواں آپ
ہوتا ہے جدھر چشمِ توجہ کا اشارہ — رخ اپنا بدلتی ہے زمیں آپ زماں آپ
(آغا صادق)

تیرا شہود باعثِ تکوینِ کائنات — تیرا وجود جو ہر ارضِ تجلیات
(حکیم احمد شجاع ساحر)

مشامِ ذہن معطر ہے جس کی خوش بو سے — لطافتوں کی وہ گلزار ہے حضور کی ذات
(سحر رومانی)

اے وہ کہ تجھ سے دیدۂ انجم فروغ گیر — اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
(اقبال)

بغیر عشقِ محمد کسی سے کھل نہ سکے — رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح
(سراج الدین ظفر)

دُرافشاں دُرافشاں گل افشاں گل افشاں — سحابِ بہاراں ردائے محمد
(اثر صہبائی)

رخِ خیر البشر تو پھر رخِ خیر البشر ٹھہرا — ان آنکھوں سے درِ خیر البشرؐ دیکھا نہیں جاتا
(احسان دانش)

تیرے قدم سے خاکِ عرب غیرتِ چمن — لب تیرے گل فروش، تری زلف مشک بار
(نظیر لدھیانوی)

یکایک کس کی بوئے پیرہن سے دل مہک اُٹھے — خدا جانے نسیمِ صبح آئی ہے کدھر ہوکر
(کوثر قریشی)

چہرہ منور، زلفِ معنبر، نطقِ مؤثر، عرقِ معطر — چشمِ محمد اللہ اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم
(علم الدین راشد)

حضرت علیؓ کا یہ شعر حسنِ بلاغت، نورِ فصاحت سے لبریز ہے۔ سراپائے تاجدارِ غنا، جلوۂ حق

نما، سیّد الانبیا ﷺ میں آنکھوں کا جمالِ دل رُبا و فسوں گر شان و شوکت میں بے مثال، چمک دمک میں پُرجلال اور حسن و زیبائش میں با کمال ہے، پھر سہل ممتنع میں لاجواب ہے:

عیناہ صیاد قلوبنا

اللحظ صار طلوبنا

آپ کی دونوں آنکھوں نے ہمارے دلوں کو شکار کرلیا، ہمارا مقصد صرف آپ کو گوشۂ چشم سے دیکھنا ہے۔☆۲۷

شعرائے اُردو بھی حسن و جمالِ نجم الہدیٰ کے تمنائی ہیں، ان کے ہاں بھی نورِ مصطفیٰ ﷺ سے لبریز قیمتی موتی ضوفشاں ملتے ہیں:

بس اک نگاہِ تبسم نواز مل جائے — تمام عمر میں ڈھلتا رہا ہوں آہوں میں
(شرقی بن شائق)

یاد تیرے لبِ لعلیں کی مکیں ہے دل میں — اب کوئی اور تمنا ہی نہیں ہے دل میں
(کیپٹن منظور حسن)

شیریں تری گفتار ہے، رشک قمر رفتار ہے — دل کش ترا کردار ہے، اے بے مثال و بہتریں
(دانا اکبر آبادی)

صبحوں کو ملے ہیں لب و رخسار کے پرتو — راتوں کو ترے گیسوئے خمدار ملے ہیں
(ساحر صدیقی)

روحِ روانِ عالمیں وقت کے سانس کی امیں — زلف تری، تری جبیں، شام و سحر کی آبرو
(عزیز حاصل پوری)

تیری خاکِ پا مری آنکھوں کا نور — تیری آنکھوں کی حیا میرا وضو
(جمال سویدا)

ہر دل کی تسلی بھی ہے ہر غم کی دوا بھی — کیا چیز ہے مولا تری خاکِ کفِ پا بھی
(منور بدایونی)

حضورا! آپ کے ہونٹوں کی ایک جنبش سے — ملی ہے خاک کے ذرّوں کو تابِ گویائی
(عبدالمنان شاہد)

انوار نظر آتے ہیں نقشِ کفِ پا کے — محبوب کا ہر کوچہ مجھے رشکِ ارم ہے

(شرقی جالندھری)

فکر و نظر کی باریکیاں، عقیدت آفرینی کی نیرنگیاں اور آرزوؤں کی نورانی چاہتیں جب حدیثِ دل بن جائیں تو نعت گو حسن و جمالِ صاحب صدق و وفا کی ایسی قندیلیں روشن کرتے ہیں جن میں تجلیاتِ رسالت کی شعاعیں خلدِ بریں کے گل خنداں بن جاتے ہیں۔ شعری کائنات میں تذکارِ جمیل کی کرنیں ماہ تابِ فلک کو بھی شرماتی ہیں۔ جمال آفرینی دلوں کی تمنا، چشم ہائے عشاق کی بینائی اور نطق و دہن کی گویائی میں ڈھل جاتی ہے، مدحت نگاروں کے خیالات چراغِ عرفان بن جاتے ہیں۔ نور و ضیا کے جھرنے پھوٹتے ہیں، جن کی چمک دمک سے گلہائے فکر منور ہو جاتے ہیں، اسالیب پُر بہار، مضامین زرنگار اور مدحت کے اشعار لہلہاتے سبزہ زار بن جاتے ہیں۔ سوز و سازِ آرزو دہکتے ہیں اور دل تمنائے ارضِ مدینہ اور ریاض الجنۃ میں تڑپنے لگتے ہیں۔ ان سب خواہشات کی منزل، جمالِ سرورِ کون و مکان ﷺ بن جاتا ہے، جو بے نظیر بھی ہے اور اس کائنات کا جوہر و گوہر بھی ہے:

تم کائناتِ حسن ہو، تم حسنِ کائنات　　　جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھی تو ہو

(محمد خاں کلیم)

جس نے رخِ حیات کے تیور جگا دیے　　　وہ نور سے گندھا ہوا غازہ تمھی تو ہو

(سرور سنبھلی)

خوش بو سے جس کی گلشنِ ہستی مہک اُٹھا　　　دشتِ عرب کے وہ گلِ خنداں تمھی تو ہو

(خلوت)

اس مہر سے روشن ہوئے آفاق دلوں کے　　　وہ مہر کہ ہے پیکرِ انوارِ الٰہی

(مرزا محمد منور)

محمد مصطفیٰ آئینۂ انوارِ یزدانی　　　محمد مصطفیٰ دیباچۂ آیاتِ قرآنی

(علیم محشر چھتاری)

چمکی تھی کبھی جو ترے نقشِ کفِ پا سے　　　اب تک وہ زمیں چاند ستاروں کی زمیں ہے

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)

ذرّے خورشید و ماہتاب بنے　　　تیری نظروں میں جب قبول ہوئے

(عزم صدیقی)

جب چراغِ بزم عرفاں آپ نے روشن کیا　　　صورتِ پروانہ لاکھوں دیدہ ور پیدا ہوئے

(ذوقی مظفر نگری)

طلوعِ مہرِ رسالت، وداعِ ظلمتِ شب　　　مرے رسول کی بعثت ہے صبحِ نو کی نمود

☆

یوں ذہن میں جمالِ رسالت سما گیا　　　میرا جہانِ فکر و نظر جگمگا گیا

(حفیظ تائب)

یہی تو جمالِ رسالت مآب ﷺ ہے جس کی ضیائیں جن و بشر، کوہ و دمن، طائرانِ گلشنِ ہستی، سیارگانِ آسمانِ نیلی خام اور رہروانِ دشتِ کاظمہ کو جگمگاتی ہیں۔ بعثت کے لمحے ہوں یا صداقت و امانت کے مرحلے، ظلمات کے ڈیرے ہوں یا ظلم و ستم کے دائرے اور گھیرے، راہِ حیات کی رکاوٹیں ہوں یا پھیلتے ہوئے اندھیروں کی سرسراہٹیں سب مقامات پر تجلیاتِ مہرِ نبوت کی تابانیاں اثر انداز ہوتی رہی ہیں۔ جمالِ صورت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی اثر آفرینی اور روشنی کی شعاعیں رہِ حیاتِ انس و جاں کو منور کرتی رہی ہیں۔ یہی تو آفتابِ لایزالی کا نور ہے جو قیامت تک فکر و نظر کو ایسی ضیائیں عطا کرتا رہے گا جو محبت و عقیدت ہی نہیں، پیروانِ صاحبِ مہرِ ہدایت کو جلا بھی بخشتا رہے گا۔ شعرائے قدیم ہوں یا جدید سب نے اپنے اپنے کیسۂ فکر کو حسبِ توفیق سلطانِ معظم، روح روانِ عالم سے لبریز کیا ہے اور اُسے اپنے جذبات کی آنچ، وارداتِ قلبی کا سوز اور تخلیق کی ضیا بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کے اشعار میں جمال کے مختلف رنگ، اظہار کے مختلف ڈھنگ اور دل ربا لہجۂ چنگ فصیح البیانی کے جملہ تقاضے تکمیل کے مراحل طے کرتے نظر آتے ہیں جو، ہر قلبِ مضطر کی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کا جمالِ جہاں آرا عرفان کو منور کرتا اور دل و جاں کو جلوہ ہائے پُر نور سے جگمگاتا جاتا ہے۔ ان جلووں میں مضامین کا تنوع اور شعریت کا حسن بھی قابلِ ستائش ہے:

فضا میں چاروں طرف روشنی سی پھیلی ہے　　　شبِ سیاہ میں ضوبار ہے حضور کی ذات

(سحر رومانی)

تیرے انوار کی ہلکی سی جھلک ہے ان میں　　　دیکھتا رہتا ہوں میں شمس و قمر کی صورت

(حافظ لدھیانوی)

جدھر آنکھ اُٹھاؤ تجلی تجلی　　　بہشتِ سکوں ہے ضیائے محمدؐ

(اثر صہبائی)

چھائی ہوئی تھیں ہر طرف کفر کی ظلمتیں کلیم　　　ان کے جمال کی کرن دے گئی صبح کا پیام

(کلیم عثمانی)

وہ ممکناتِ جلال و جمال کے پیکر وہ اعتدال کے سانچے میں عظمتِ آدم

(انور مسعود)

آؤ کہ ذکرِ حسن شہِ بحر و بر کریں جلوے بکھیر دیں، شبِ غم کی سحر کریں
جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

(حافظ مظہر الدین)

ان کی محفل تجلی کی روشن سحر ان کی محفل سے باہر دھواں ہی دھواں

(ماہر القادری)

پرتو ترے جمال کا ہر ایک گل میں ہے جلوے سے تیرے رخ کے ہے رعنائی چمن

(قمر یزدانی)

جلوہ تمھارا غازۂ رخسارِ کائنات افسانۂ حیات کا عنواں تمھی تو ہو

(نشتر جالندھری)

اے کہ ترا جمال ہے شمس و قمر کی آبرو تجھ سے ہے دل کی روشنی، تجھ سے نظر کی آبرو

(عزیز حاصل پوری)

آپ کے حسن کا بیاں میری بساط میں کہاں جلوہ بہ جلوہ، رخ بہ رخ، نکتہ بہ نکتہ، ہو بہ ہو
آپ کی سیرتِ جمیل، خلقِ خدا کی ہے دلیل صفحہ بہ صفحہ، سر بہ سر، شیوہ بہ شیوہ، مو بہ مو

(خالد بزمی)

وہ اجمل دھوم ہے جس کے جمالِ کیف ساماں کی تجمل جس کا ہے کونین کا طغرائے پیشانی

(علیم محشر چھتاری)

دو عالم جن کے جلووں کی ضیاپاشی سے روشن ہیں انھیں شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ کہیے، بجا کہیے

☆

نبی کے حسن سے ہستی کا ہر منظر چمکتا ہے انھی کے نقشِ پا سے گنبدِ بے در چمکتا ہے

(حفیظ تائب)

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی ہمہ گیریت کی مثال تاریخِ شعر و سخن میں ناپید ہے۔ تہذیبِ اسلامی کے عہد کا آغاز ہوا تو تاریخ نے حسن و جمالِ سیّدِ ابرار، احمد مختار، محبوبِ غفار کی وہ بہار دیکھی جس میں

گلستانِ انسانیت کی تابانیاں پھیلنے لگیں اور دشتِ تہذیب کی وسعتیں مہرِ نبوت کی جلوہ سامانیوں سے جگمگانے لگیں۔ مدحت کا سلسلہ نت نئی چاندنی سے دمکتا اور بوئے گلہائے رنگارنگ سے مہکتا رہا۔ تاریخِ سخن کا دھارا کبھی آہستہ اور کبھی تیز محسنِ انسانیت ﷺ کے نورِ افکار سے بہاؤ پاتا رہا۔ اگرچہ کبھی کبھی شعری کائنات میں صداقتیں دھندلا جاتی رہیں مگر حقیقتیں پھر اُجاگر ہو جاتی رہیں۔ اہلِ علم و سخن کا یہ کارواں رواں دواں رہا کبھی جمالِ صورتِ احمد مجتبیٰ ﷺ نے شعر کی تاریکیوں کو بھگا دیا اور نورِ ہدایت نے اپنا غلبہ جما لیا اور کبھی جب سرخ آندھیاں چلنے لگیں، شرک کے بگولے گھومنے لگے اور سیاہی پھیلنے لگی تو جمالِ سیرتِ اشرف و اکمل، احسن و اجمل پھر چھانے لگا۔ یہ دور اپنی رعنائیاں لیے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ گزشتہ صدی کے نصف آخر سے آج تک جمالِ صورت و سیرت رحمت للعالمین ﷺ نعت کو اصنافِ سخن میں اوجِ کمال تک پہنچانے لگا۔ آج جدھر بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھیے، قریہ قریہ، گلشن گلشن اور محفل محفل جمالِ چشمۂ عرفاں، انیس دل فگاراں سے مدحت کے سریلے اور پُر مغز نغمے گونجتے ملتے ہیں۔ پھر شعرائے کرام نے اس صنف کو حسنِ فن اور نورِ ہنر سے بامِ عروج تک پہنچا دیا ہے۔ صنفِ سخن کی ہر ادا نعت کے خمیر میں رچ بس گئی ہے اور شعرائے کرام نے بلاغت و فصاحت کے دریا بہا دیے ہیں۔ نئی نئی تشبیہات، نرالے استعارات، انتخاب الفاظ کی عظمت، تراکیب کی شوکت اور مضامین و موضوعات کی رفعت، صاحبِ **رفعنا لک ذکرک** کے چمنستانِ حشمت کی ترجمانی کا حق ادا کرنے میں بے مثال و بے بدل ہیں۔ مدحت نگاروں نے جمال و طلعت، حسن و حکمت اور شان و ثروتِ مبدائے کائنات ﷺ کو دلکش زمینوں، پُرکشش بحروں اور غزل، نظم، رباعی، قصیدہ، قطعہ اور مثنوی وغیرہ میں اسی بلیغ انداز میں پیش کیا ہے کہ اصنافِ سخن اس صنفِ نعت سے مالا مال ہو گئی ہیں۔ نعتیہ کلام کی بوقلمونی ہر اہلِ علم کو دعوتِ نظارہ اور رغبتِ دوبارہ و سہ بارہ دیتی ہے۔ حسنِ ادا کی دل کشی، مضامینِ نو کی چاندنی اور صباحت و ملائمتِ خیال کی چاشنی اپنے اندر جمالِ رحمت عالم، نورِ مجسم اور خلقِ معظم کی نکہتیں رکھتی ہے، اب نعت عروس، رحمت، کلیدِ جنت اور نورِ قندیل صورت بن گئی ہے۔ اس میں کیف و سرور بھی ہے اور سیرت و صورتِ رسولؐ کا نور بھی ہے۔ شاعر زندگی کی پرکشش بہاریں چمن مدینہ اور حسنِ شاہِ مدینہ میں بھی پاتا ہے اور حیات آرا ضیائے مہر عالم تاب ﷺ کے پھول مہکاتا ہے، جمالِ سیّد لولاک ﷺ سے دلوں کو چمکاتا ہے:

وہ جس سے کائناتِ بشر کا ہے اعتبار میرے حضور کا نظر افزا جمال ہے

تیرہ شبی میں میرے قدم ڈولتے نہیں　　تائب نظر میں وہ سحر آسا جمال ہے

☆

نبیؐ کے حسن سے ہستی کا ہر منظر چمکتا ہے　　اُنھیؐ کے نقشِ پا سے گنبدِ بے در چمکتا ہے
اُجالا پھیل جاتا ہے مری سوچوں کے غاروں میں　　دیارِ خواب، میں جب آپ کا پیکر چمکتا ہے

(حفیظ تائب)

اس طرح پہنچی ہے مجھ تک ان کے گھر کی روشنی　　دیکھتے ہیں لوگ آ کر میرے گھر کی روشنی

(سیّد عاصم گیلانی)

جلنے لگے ہیں میری نوا میں چراغ سے　　جب سے لبوں پہ اسمِ گرامی نبی کا ہے

(صبیح رحمانی)

جس کو سورج نے بھی دیکھا تو بہت شرمایا　　افقِ مشرقِ آدم پہ وہ خورشید آیا

(محسن احسان)

کھلتے ہیں صحن جاں میں عجب چاندنی سے پھول　　سنتا ہوں جب کبھی میں حکایت حضورؐ کی

(پروفیسر افضل علوی)

نام ان کا جہاں بھی لیا جائے گا　　ذکر ان کا جہاں بھی کیا جائے گا
نور ہی نور سینوں میں بھر جائے گا　　ساری محفل میں جلوے لپک جائیں گے

(اقبال عظیم)

رخِ پُرنور پہ کچھ اور بھی انوار آئے ہیں　　لے کے قرآں جو حرا سے مری سرکار آئے ہیں

(سیّد امین گیلانی)

دل کو دید رخِ مصطفیٰؐ چاہیے　　آئینے کے لیے آئینہ چاہیے

(بسمل آغائی)

جس کا تبسم شبنم شبنم　　جس کا تکلم چیت کا موسم
جس کی لطافت ریشم ریشم　　جس کی ملاحت حسنِ مجسم
بوئے گلاب و نکہتِ یاسم　　صلی اللہ علیہ وسلم

(تحسین فراقی)

محمد وہ جمالِ اوّلیں وہ پیکرِ نوری　　محمد کاشفِ سرّ ظہور و رمزِ مستوری

(حفیظ جالندھری)

نعت کا عہد بہ عہد جائزہ لینا تو ہمارے موضوع میں شامل نہیں لیکن علامہ اقبال اور ان کے بعد نعت حسن و جمال کا مرقع بن گئی ہے۔ عجمی اور عربی ضیائیں اپنے امتزاج میں ایک ایسا جمال رکھتی ہیں، جو اشعارِ مدحت کو زندہ و تابندہ رکھتا ہے۔ شعرائے نعت کے ہاں زورِ بیان، تبحرِ علمی اور وابستگی و شیفتگی اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ نعت کے کینوس پر ایک گلستاں کھل گیا ہے۔ فنی تجربات اور موضوعات کی فراوانی میں نور و جمالِ نبی آخرالزماں ﷺ چمکتا دمکتا بصیرت و بصارت کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ اس جمالیاتی تجزیہ نے ذوقِ جمال کو مہمیز کیا ہے۔ شاعرِ مدحت کے سامنے ایسا ممدوح موجود ہے، جسے خالقِ کائنات نے جمال کی معراج عطا کی ہے۔ وہ ذاتِ بابرکات ﷺ محبوبِ ربِّ کائنات ہے اور محبوبِ کائنات بھی ہے۔ آپ کے حسن و جمال میں ایسی جاذبیت اور دل کشی ہے کہ خیالات کی رسائی اور تصورات کی پہنچ اس کا بمشکل ساتھ دیتی ہے۔ شاعر کا شعورِ حسن اور حسِ جمال اس کو صفحۂ قرطاس پر لانے کے لیے مجبور کرتا ہے، چناں چہ حسن و جمال تو اس کے سامنے موجود ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پُرکشش اور پُرنور ہے مگر اس کے اظہار و بیان کے لیے وہ لوازم، وہ جمالِ الفاظ، وہ شکوہِ اسلوب درکار ہے جو ممدوح کے حسن و جمال کے شایانِ شان ہو۔ اُردو نعت کے اس ترقی یافتہ دور میں شعرائے کرام کی مساعی قابلِ داد ہے اور یہ جمالِ صورت و سیرت کی تصویر کشی مسلسل ارتقا پزیر ہے۔ نت نئی جہات سامنے آ رہی ہیں۔ لطیف اندازِ بیان، متنوع ہیئت اور خاص طور پر محسنِ انسانیت ﷺ کے جمالی پہلو سے حقیقت کی آگاہی قابلِ قدر ہے۔ اب تو نعتیہ کلام فکری جمال، صوری حسن اور والہانہ شیفتگی کا نیا طرزِ احساس، اجتماعی شعور اور تازہ لہجے لیے ہوئے ہے جس میں ابلاغ کی چاشنی بھی ہے اور تفہیم کی چاندنی بھی۔ یوں صنفِ نعت میرے خیال میں ادبِ عالیہ میں شمار کی جانے کے لائق ہے۔ جمال بیان و اسلوب اور حسنِ اظہار کی چمکتی دمکتی کہکشاں دیکھیے، جس میں نورِ سرورِ دوعالم ﷺ بھی ہے اور حسنِ ادا و بیان بھی ہے:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب　　گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ　　ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود　　فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

☆

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے   غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر   وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(علامہ اقبال)

نثارِ دیدۂ و دل، عشقِ مصطفےٰ کی قسم   کہ یہ جنوں بھی بڑی چیز ہے خدا کی قسم
زمیں کا عجز انھیں کے قدوم کا صدقہ   فلک کے چہرۂ پُرنور و پُرضیا کی قسم

(آغا شورش کاشمیری)

وہ حسنِ بے مثال ہے، وہ عشقِ لازوال ہے   جمال ہی جمال ہے جلال ہی جلال ہے

(عارف سیالکوٹی)

خورشید کس کے نور سے ضوبار ہوگیا   کس کا جمال شاملِ ماہِ تمام ہے

(محمد سبطین شاہ جہانی)

جلوۂ احمد سے دنیا ضوفشاں کردی گئی   یہ امانت پھر سپردِ خاکداں کردی گئی

(سیماب اکبرآبادی)

ارض و سما بنے ہیں اسی نور کے طفیل   تارے چمک رہے ہیں اسی نور کے طفیل
گلشن ہرے بھرے ہیں اسی نور کے طفیل   دونوں جہاں سجے ہیں اسی نور کے طفیل
اس نور کا ازل سے ابد تک ہے سلسلہ
یہ نور وہ ہے جس کا طرف دار ہے خدا

(فدا خالدی دہلوی)

اے صاحبِ لولاک لما، غایت تخلیق   ہے صبحِ ازل تیری تجلی سے ضیابار
اور شامِ ابد ہے ترے انوار سے روشن   والیل ہیں گیسو ترے، والشّمس ہیں رخسار

(منظور الحق مخدوم)

ہے وجہِ کن فیکوں اس کا پیکرِ نوریں   کہ ذرّے ذرّے میں اس کا ہی نور ہے موجود

(حافظ لدھیانوی)

محمدؐ کا ہے وہ مقام اللہ اللہ   خدا بھیجتا ہے سلام اللہ اللہ
محمدؐ کی یہ شانِ رفعت تو دیکھو   کہ ہے چرخ بھی زیرِ گام اللہ اللہ

محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ   ہے سب کی زباں پر یہ نام اللہ اللہ

(فیاض ٹانڈوی)

معراجِ عشق، اوجِ تمنا، فروغِ حسن   خالق کو جس پہ ناز ہے وہ مہ جبیں ہو تم

(سعید الظفر سلطان پوری)

تیری آواز تھی روشنی کا سفر   برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا

(جاذب قریشی)

اُتاری روح کی بستی میں جلووں کی دھنک اس نے   شکستِ شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

سیّد صبیح رحمانی

شاہِ کونین کی ضوبار یوں سیرت دیکھی   دشمنِ جاں پہ بھی سرکار کی رحمت دیکھی

(محمد اکرم رضا)

حسن اور سادگی کے سب جوہر   ہوئے یکجا رسولِ رحمتؐ میں

(حفیظ تائب)

میں کہ آنسو ہوں مگر خاک کا رزق   کاش معراجِ نظر تک پہنچوں
ایک پتھر ہی سہی میرا وجود   پھر بھی اس آئنہ گر تک پہنچوں
نبی نے زندگی کی تیرہ شب کو دی ہے تابانی   وہی مہتاب ہے جو روح کے اندر چمکتا ہے

(حفیظ تائب)

بدن میں چاند کی تشکیل کررہا ہوں میں   درود روح میں تحلیل کررہا ہوں میں

(اشفاق انجم)

پروانہ جو بھی شمعِ رسالت سے دور ہے   منزل سے دور نورِ ہدایت سے دور ہے

(شوکت عابد)

میں ترے حسنِ جہاں گیر کی مظہر نعتیں   بزمِ انوار میں خود تجھ کو سناتا آقاؐ

(محمد اکرم رضا)

جب یثرب کی قسمت سنور گئی، آفتاب رسالت کی ضیائیں چاروں طرف پھیلنے لگیں تو یثرب، مدینۃ النبی بن گیا۔ ہر دل فرطِ مسرت اور شوقِ دیدار سے باغ باغ ہوگیا۔ ہر آنکھ جمالِ مصطفےٰؐ

سے مستنیر ہونے لگی۔ چاندنی کا وجود، لب ہائے خنداں کا درود اور تمناؤں کا نغمۂ سرود ہر دل کو موہ لینے لگا۔ مدینۂ بقعۂ نور بن گیا۔ وقت گزرتا رہا ہے۔ جمالِ رسول ﷺ دلوں کو جگمگانے لگا۔ مسجدِ نبوی مرجعِ خلائق بن گئی اور پھر رحمت عالم ﷺ کی رحلت کے بعد روضۂ اقدس، گنبدِ خضرا قلب ونظر کی چاہت بن گئے۔ ہر دل مدینہ منورہ کا تمنائی بن گیا۔ ہر روح انوارِ مدینہ پانے کے لیے بے قرار ہوگئی۔ اب جمالِ نورِ نگاہِ شہود کے ساتھ حسنِ گلشن طیبہ بھی دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ نعت میں اس نئے موضوع کی ضیاؤں نے بھی قلب ونظر کو مسحور کرنا شروع کردیا۔ مدینہ کی کشش، روضہ ریاض الجنہ کی تڑپ اور گنبدِ خضرا کی تمنا شعرائے نعت کا محبوب موضوع اور مرغوب مضمون بن گیا۔ حسنِ مدینہ بھی جمالِ مصطفےٰ ﷺ کی نسبت سے نعت کا مسکراتا گلشن بن گیا، گنبدِ خضرا دلوں کا شوق اور نگاہوں کا نور بن گیا۔ نعتِ کائنات حسن و جمالِ مدینہ کے ضوفشاں مناظر سے مزین ہوگئی۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ چمنستانِ مدینہ سدا بہار پھولوں سے مہکنے لگا۔ ان اشعار میں اسی تصور کی ضیائیں اشعار میں چمکتی دمکتی ملتی ہیں:

دلوں کا شوق روحوں کا تقاضا گنبدِ خضرا — زمانے کی نگاہوں کا اُجالا گنبدِ خضرا
شفائے خاطرِ اُمت، ہوائے کوچۂ حضرت — نگاہوں کی اداسی کا مداوا گنبدِ خضرا
یوں دور ہوں تائب میں حریمِ نبویؐ سے — صحرا میں ہوں جس طرح کوئی شاخِ بریدہ

(حفیظ تائب)

پاکیزگیِ دل ہے تمنائے مدینہ — بالیدگیِ عقل ہے سودائے مدینہ
جب سے کہ محمدؐ نے بنایا اسے مسکن — نکھرا ہوا ہے چہرۂ زیبائے مدینہ

(اختر علی تلہری)

اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھوں — جنت ہے تو جنت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

(زائرحرم حمید صدیقی)

جڑے ہوئے ہیں جو دل میں مرے نگینے سے — یہ داغِ ہجر میں لایا ہوں جو مدینے سے

(اصطفا لکھنوی)

سامنے جس کی نگاہوں کے مدینہ آیا — لطف کے ساتھ اسے مرنا اُسے جینا آیا

(نوح ناروی)

تنویر سے معمور ہے ہر ذرّۂ یثرب — دیکھو تو سہی رونقِ صحرائے مدینہ

(دل شاہ جہان پوری)

میں جو طیبہ کے تصور میں رہا کرتا ہوں — رشک کرتے ہیں مرے حال پہ جنت والے

(جلیل مانک پوری)

مرجاؤں مدینے میں، مدینے میں لحد ہو — لے جاؤں لحد میں، میں تمنائے مدینہ

(سائل دہلوی)

کچھ اشک ندامت کے آنکھوں سے گرے اور پھر — مت پوچھیے کیا پایا، اس بار مدینے میں

(ذکیہ غزل)

ہجومِ عاشقاں ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں — بڑا دل کش سماں ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں
اِدھر ہے روضۂ جنت اُدھر ہے دل کشا جالی — زمیں بھی آسماں ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں

(نور محمد جرالی)

وہی آنکھوں کے آگے گنبدِ خضرا کا منظر ہے — میں اک قطرہ ہوں لیکن مہرباں مجھ پر سمندر ہے

(سحر انصاری)

ظہور کرتی ہے جس دم سحر مدینے میں — اذانیں دیتے ہیں دیوار و در مدینے میں
گلی گلی میں وہ سیلابِ نور ہو جیسے — اُتر کے آگئے شمس و قمر مدینے میں
حریم پاک کی تا صبح پاسبانی کو — فرشتے جاگتے ہیں رات بھر مدینے میں

(اقبال عظیم)

ہجر شہِ طیبہ میں رونا بھی چھپانا بھی — خوش باش زمانے کو خوش خوش نظر آنا بھی
طیبہ کا ہر اک باسی دل والا نظر آیا — موالی بھی حوالی بھی فرزانہ دوانا بھی

(احسان اکبر)

شبِ تاریک نہ دیکھی نہ سنی طیبہ میں — نور ہی نور ہے ماحولِ دیارِ طیبہ

(کوثر علی)

جمالِ مصطفیٰ ﷺ اک بحرِ بے کراں ہے، اس میں گہرہائے ضیابار کی فراوانی اور لولوئے والا کی تابانی اپنے اندر انوارِ جاودانی رکھتے ہیں۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق چند ضیابار نگینے اور ضوفشاں آبگینے منتخب کر کے اس مقالہ کو ضیائے تحریر سے جگمگانے کی کوشش کی ہے۔ تجلیاتِ نبوت کا یہ دائرہ پھیلتا جاتا ہے اور قوتِ قلم لاجواب ہو جاتی ہے۔ آخر میں دُعا کے ساتھ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعی کرتا ہوں۔

اے خدائے ارض و سماوات، یہ بندۂ ناچیز تیرے محبوب رسول حضرت محمد ﷺ کا ایک اُمتی ہے، جسے تو نے بدرالدجیٰ، آفتابِ ہدیٰ کی مدحت سرائی اور جمالِ مصطفائی ﷺ کا شیدائی بنایا ہے۔ اس کی اس کاوش کو قبولیت عطا کرتے ہوئے گدایانِ محمد ﷺ کا غلام شمار فرما۔ آمین ثم آمین۔

حوالہ جات

☆۱۔ سرورِ سحر آفریں۔ص ۶۷،۱۔الف۔نوائے وقت ملتان صفحۂ ادب

☆۲۔ Eight Poets

☆۳۔نعت رنگ ۲۰ص ۴۱

☆۴۔ ایضاً ص۴۳

☆۵۔بلوغ الحرام ج دوم ص ۹۶۵

☆۶۔ سرورِ سحر آفریں،ص۱۶۲

☆۷۔ایضاً،ص ۱۵۸

☆۸۔ خیر البشرؐ کے حضور،ص۲۴

☆۹۔بالِ جبریل،ص۲۳

☆۱۰۔ جواب شکوہ

☆۱۱۔ایضاً

☆۱۲۔ بانگِ درا،ص ۸۶

☆۱۳۔شرح پیامِ مشرق،ص ۳۶۶

☆۱۴۔ کلیاتِ حفیظ تائب،ص۱۸۳

☆۱۵۔تجلیاتِ نبوت،ص ۱۷

☆۱۶۔ شمائلِ رسولؐ،ص ۱۸

☆۱۷۔ایضاً ص۲۳

☆۱۸۔ السیرۃ العالمی،ص ۲۷۶

☆۱۹۔نعت رنگ ۶،ص ۶۵

☆۲۰۔ تجلیاتِ نبوت،ص ۲۷

☆۲۱۔محسنِ انسانیتؐ،ص ۱۹۷

☆۲۲۔ رحمت للعالمین ج اوّل،ص۸۳

☆۲۳۔نقوشِ رسولؐ نمبر،ص۱۳۵

☆۲۴۔ شمائلِ رسول،ص۳۰

☆۲۵۔ایضاً،ص ۳۵

☆۲۶۔ ایضاً،ص ۳۸ تا۴۱

☆۲۷۔مخزنِ نعت،ص ۱۶۸

گوہر ملسیانی

اخلاقِ محسنِ انسانیت ﷺ
نعت کے آئینے میں

حسن و جمال کی وادیوں میں، فطرت کی دل کش رعنائیوں میں، زندگی کی پُر بہار و پُر مسرت لمحوں میں، خالقِ کائنات کی جملہ نشانیوں میں۔ انسانیت کا شاہ کار، احسنِ تقویم اور اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہونے والی ہستی جسے آدمؑ کا اسمِ گرامی دیا گیا اور عظمتِ انسانیت کو منوانے کے لیے جسے فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا وہ ارض و سمٰوات کی تمام ذی روح مخلوقات میں افضل اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اسے علم کی دولت سے مالا مال کیا گیا، تمیز خیر و شر کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ پھر وسیع و عریض کائنات کو آراستہ کر کے اسے سامانِ زیست فراہم کیا گیا۔ اس کی ذمہ داریوں میں خلیفۃ اللہ کا منصب اس لیے زیادہ وقعت اور باعثِ رفعت و فضیلت ہے کہ وہ ربّ کائنات کا نمائندہ ہے اور اس کے احکام کے نفاذ کا فریضہ اس کے سپرد ہے۔ اس کی تخلیق کی خصوصیات میں عبودیت کی ذمہ داری اُسے اس فرمان پر غور و خوض کرنے کی دعوت دیتی رہتی ہے کہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔** ''اور ہم نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

آدم علیہ السلام کی یہ ذرّیت اس میدانِ عمل میں بڑھتی چلی گئی۔ دنیا کے مختلف خطوں میں آباد ہوتی رہی اور خالقِ کائنات کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے کچھ تو شیطانیت کے پنجۂ ظلم و ستم سے بچتی رہی اور باقی شر کی قوتوں کا ساتھ دیتی ہوئی غلط روی کا شکار ہوتی رہی۔

انھی خیر کی اطاعت گزار ذرّیت میں گروہِ انبیائے کرامؑ تشریف لائے۔ جنھیں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے منتخب کیا گیا۔ جنھیں علم و عرفان، فکر و وجدان کی میراث عطا کی گئی اور صحیفۂ وحی کے ذریعے اس دنیا کے اندر اللہ کی کبریائی اور وحدت و الوہیت کا کلمہ بلند کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔ انھیں انسان کے مقصدِ حیات سے بہرہ مند کیا گیا۔ انھیں خدائے ارض و سمٰوات نے ہر خوبی اور ہر جمال سے منور کیا۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کو سنوارتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو سنوارتا اور مزین کرتا ہے۔

انھی نفوسِ قدسیہ میں سے اللہ تعالیٰ نے ایسی برگزیدہ ہستی کو منتخب کیا جو خاتم النّبیین اور رحمت للعالمین ﷺ ہیں۔ آپؐ پر آخری کتابِ نور و ہدایت نازل فرمائی۔ اسی کتابِ مبین میں:

انک لعلی خلق عظیم

کی سند جاری کر کے ازل سے ابد تک آنے والے پورے عالمِ انسانیت میں آپؐ کو بلند ترین مقام پر فائز کر دیا۔ یہی نہیں آپؐ کی فضیلت و احترام کے ظہور کو واضح کرنے کے لیے خود درود و سلام بھیجا اور فرشتوں کو بھی یہ فرض سونپا بلکہ اس عظیم ہستی پر درود و سلام بھیجنے کا فرمان تمام اہلِ ایمان کے لیے جاری فرمایا:

ان اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

خالقِ کائنات نے جس طرح اپنے پیغمبر، محسنِ انسانیت، حضرت محمد ﷺ کی تزئین و آرائش فرمائی، اسی طرح آپؐ کو اخلاقِ حسنہ کا کامل و اکمل نمونہ بنا دیا۔ آپؐ کی فضیلت و عظمت کا منھ بولتا ثبوت شبِ اسریٰ کا وہ سفر ہے جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ صف در صف کھڑے ہوئے اور سیادتِ عامہ اور امامتِ عظمٰی کا فریضہ سرورِ کائنات ﷺ نے ادا کیا۔

وہ پیکرِ عظیم جس کے لیے خود ربّ کائنات نے ارشاد فرمایا:

و رفعنا لک ذکرک ○

اور تمھاری خاطر تمھارے ذکر کا آوازہ بلند کیا۔

یہ سربلندی، یہ منصبِ جلیلہ اولادِ آدمؑ میں صرف سردارِ یکتائے انسانیت ﷺ کے لیے ہے اور مشرق و مغرب میں ہر جگہ، ہر مقام پر، صبح و مسا، روز و شب، خالق ارض و سمٰوات کے ذکرِ ربوبیت و الوہیت کے بعد ذکرِ رفعتِ ہادیٔ برحق ﷺ گونجتا رہتا ہے۔ گویا:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ نے سیّد البشر ﷺ کو جہاں زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے تیار کیا، بنی نوع انسان کو دنیوی اور اخروی فلاح سے ہم کنار کرنے کے لیے اوصافِ جمیلہ سے

نوازا، وہاں آپؐ کو اخلاقِ حمیدہ کی تمام خصوصیات کا حامل بھی بنایا۔ سنن کبریٰ بیہقی میں یہ حسین تذکرہ بھی موجود ہے:

الحمد للّٰہ الذی حسن خلقی و خلقی

سب تعریفیں اس اللہ کی ذات کے لیے ہیں جس نے میری تخلیق اور میرے اخلاق ہر دو کو مزین فرما دیا ہے۔

اس اخلاقِ حسن کی تصدیق تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

کان خلقه القرآن

آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

یاد ہے بات مجھے حضرت صدیقہؓ کی
آپؐ کا خلق بھی قرآن ہے سبحان اللہ

(حفیظ تائب)

یہ شہادت تو آپؐ کی رفیقۂ حیات کی ہے جن کے سامنے کتابِ اخلاق کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک حرف روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کیوں کہ اس عطیہ ربانی کا اظہار کہ **انک لعلی خلق عظیم** آپؐ کے سامنے ہوا بلکہ آیاتِ ربانی کا نزول آپؐ کے حجرۂ مبارک میں ہوتا رہا۔ رسولِ اکرم ﷺ خود بھی حضرت عائشہؓ سے گہری محبت کا دم بھرتے ہیں۔ آپؐ کی گفتار، کردار، حسنِ سلوک، ایثار وقربانی، صبر وشکیب اور ہر خانگی اور عوامی معاملہ اُم المومنینؓ کے ادراک کا حصہ رہا۔ محفلِ فکر ہو یا ذکر، صحنِ مسجد نبوی میں مشاورت کا اجتماع ہو یا بیرونی وفود سے گفت وشنید سب معاملات حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے سامنے واقع ہوتے تھے۔ اس لیے اخلاقی اقدار کا نور جتنا حضرت عائشہؓ کے دل ودماغ پر برسا ہوگا کسی دوسرے کے ہاں اس قدر ضیائیں نہیں برسیں ہوں گی، اسی لیے صحابہ کرامؓ رحلتِ سیّد کونین ﷺ کے بعد آپؓ سے رجوع کرتے تھے۔

اس اخلاق کے کامل ترین نمونہ کی شہادت خود آں حضرت ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ملتی ہے جب رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

بعثت لا تمم المکارم الاخلاق جب کہ ایک روایت میں **بعثت لاتمم حسن الاخلاق**۔

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچا دوں۔

قرآن حکیم نے ایک اور مقام پر آپؐ کے اخلاق کی عظمت وفضیلت کے سوال کو احسن طریقے سے حل کر دیا ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العلمین○
لاشریک له و بذالک امرت و انا اوّل المسلمین○

(انعام:۱۶۲،۱۶۳)

ترجمہ: (اے محمدؐ) کہہ دیجیے، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے مجھے مامور کیا گیا ہے اور میں اوّل المسلمین ہوں۔

قرآن کریم کی یہ آیت حضور علیہ السلام کے اعلیٰ ترین اخلاق کے بارے میں بیان کرتی ہے، بے شک یہ علو اخلاق کا بلند ترین مقام ہے۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ کو اپنی لازوال کوششوں، اپنی روزمرہ زندگی، اپنے افعال اور اپنے پیغمبرانہ اعجاز سے اخلاقِ عالیہ کی تکمیل کے لیے مامور کیا گیا تھا، آپؐ کو اخلاقِ مروّجہ کی تشہیر کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ آپؐ کو ان اخلاقِ عالیہ اور اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا تھا جو آپؐ کی بعثت سے قبل مفقود تھے۔

مختصر یہ کہ آپؐ اوّل المسلمین تھے اور آپؐ کی مثل کوئی دوسرا نہیں تھا۔ یہ مکارمِ اخلاق اسی طرح ناقص رہتے اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ساتھ آپؐ انھیں مکمل نہ کرتے۔

ان مباحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ قرآن حکیم کے حکم کے مطابق سرورِ عالم ﷺ نے خود ان اخلاقِ عالیہ پر عمل کر کے دکھایا، ان پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ان اعمالِ رذیلہ سے ہمیشہ اجتناب فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ یعنی تشکیلِ معاشرہ اور اُمتِ بیضا کی فضیلت میں ان دونوں زاویوں پر زور دیا، ارشادات کے ساتھ ساتھ عملی اقدام پر بھی توجہ فرمائی۔ پہلی شاخ میں شامل جن فضائل کا اظہار فرمایا اور ان کے اجر وثواب کا مژدہ سنایا وہ حسبِ ذیل ہیں:

خوش اخلاقی، عفو و درگزر، حلم وتحمل، صلح جوئی، توکل، خوش کلامی، اطاعتِ والدین، رحم، غصے کو پی جانا، حیا، صلۂ رحمی، راست گفتاری، ایفائے عہد، عبادت، تعزیت، مہمان نوازی، سخاوت، میانہ روی، اجازت طلبی، حیوانوں پر

رحم، زبان کی حفاظت، سادگی، استغنا، غربا کی اعانت، اکل حلال، مشورہ، سلام، بچوں پر شفقت، عدل و انصاف، انکسار، تواضع، باہمی امداد، صداقت و امانت وغیرہ۔

دوسرے ارشادات جو ممانعت کے زمرے میں آتے ہیں یہ ہیں:

خیانت، دروغ گوئی، قطع رحمی، تمسخر، بدگمانی، غیبت، دریوزہ گری، بے حیائی، بخل، حسد، بغض و کینہ، تکبر، ریاکاری، بدکرداری وغیرہ۔ (خیر الخلائق)

اس سلسلے کی آخری بات... ''خلقِ عظیم ہونے کا بالکل فطری اور منطقی مفہوم یہ ہے کہ انسانیت کو اس کا خالق جس درجۂ کمال پر پہنچانا چاہتا تھا وہ محمد ﷺ کی شخصیت میں جلوہ گر ہوگیا۔ اب قیامت تک نہ کوئی اس درجۂ کمال کو پہنچے گا نہ لائقِ اتباع ٹھہرے گا۔ ہر آنے والے کو خواہ وہ مہدی ہو یا مسیح موعود، محمد ﷺ کی اتباع کرنی ہوگی۔ اب نہ کسی کی شریعت چلے گی، نہ کوئی غیر مشروط اطاعت و فرماں برداری کا مرکز بنے گا، نہ کسی پر وحی نازل ہوگی، نہ کتاب، حکمت اور میزان اُترے گی کیوں کہ ان سب کے نزول کا مقصد اسوۂ حسنہ اور خلقِ عظیم کی صورت میں پورا ہوگیا ہے۔ اب کوئی نیا نبی آ کر کیا کرے گا۔ کیا وہ انسان کے اخلاق کو اس کے آگے لے جاسکے گا جہاں محمد ﷺ اسے چھوڑ گئے؟'' (نقوشِ رسول نمبر ۵)

حقیقت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس اخلاقِ حسنہ کی تکمیل پر مہر ثبت کردی اور خود رسولِ اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں تصدیق کردی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اُمتِ مسلمہ کو بھی بشارت دیتا ہے کہ تمھاری عظمت و فضیلت کا دارومدار اطاعتِ نبی اکرم ﷺ پر ہے جن پر دین و اخلاق کی تمام رفعتیں مکمل ہوگئیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔

''دین کو مکمل کردینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظامِ فکر و عمل اور ایک ایسا مکمل نظامِ تہذیب و تمدن بنا دینا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اُصولاً یا تفصیلاً موجود ہو اور ہدایت و

رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نعمت تمام کرنے سے مراد نعمت ہدایت کی تکمیل کردینا ہے اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کرلینے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی اختیار کرنے کا جو اقرار کیا تھا اس کو چوں کہ تم اپنی سعی و عمل سے سچا اور مخلصانہ اقرار ثابت کرچکے ہو اس لیے میں نے اسے درجۂ قبولیت عطا فرمایا ہے۔'' (ترجمۂ قرآن مجید از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

چناں چہ نظامِ مکارمِ اخلاق بھی جو دین کا ایک شعبہ ہے خود بخود رحمتِ عالم ﷺ پر مکمل ہوگیا۔ اب ہادیٔ برحق ﷺ سے محبت کا نظام بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا جس کی بنا پر مومن کا فرض بن گیا ہے کہ وہ محسنِ انسانیت ﷺ سے محبت کا فرض ادا کرے کیوں کہ رسولِ اکرم ﷺ سے محبت درحقیقت باری تعالیٰ ہی سے محبت ہے۔ قرآن میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفرلکم ذنوبکم. واللّٰہ غفور رحیم o (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ: اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

پھر خالقِ کائنات نے رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو زندگی گزارنے اور کامیابی حاصل کرنے کا بہترین نمونہ بھی قرار دیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ بنیادی شرط ہے اور اس سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ یا اخلاقِ حسنہ کی پیروی کرو۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ (النسا:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

اللہ ربّ العزت نے جناب رسالت مآب ﷺ کو اس کائنات کے ہر زمانے اور ہر فردِ انسانی کے لیے رہبر و رہنما، رحمت للعالمینؐ اور خلقِ عظیم کا مثالی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ زمان و مکاں کی قیود جب تک قائم رہیں گی، محسنِ انسانیت ﷺ کی رسالت کا دائرہ قائم و دائم رہے گا۔ اسی طرح رحمت عالم ﷺ کا رخشندہ و تابندہ اسوۂ حسنہ بھی ہر انسان کی زندگی کا نور بنے گا۔ آپؐ کا حسنِ اخلاق... جذبۂ ترحم معاشرتی و معاشی ضیا بار کردار، اُمتِ اسلامیہ کی صلاحیتوں کو پُر بہار بنانے کے لیے اور دنیا میں نیکی

کی عملداری کے لیے آپؐ کی اخلاقی اقدار مہرِ عالم تاب کی طرح تاباں رہیں گی۔ دنیا میں تمام نسلِ آدم سرورِ کائنات کے اخلاقِ پُرانوار سے مستنیر ہوتے رہیں گے۔

انسانیت کے اس ہجوم میں ایسی لطیف روحیں ہر عہد میں موجود رہی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے جذبات و احساسات، تفکر و تخیل، قوتِ مدرکہ اور تخلیقی استعداد سے نوازا ہے۔ ان کی قوتِ باصرہ قوتِ متخیلہ اور قوتِ ممیّزہ جہاں باری تعالیٰ سے علمی اور وجدانی رعنائیاں پاتی رہی ہیں وہاں اس کے محبوب پیغمبر کے حسن و جمال، سیرت و کردار، اخلاق و اطوار اور اسوۂ پُرانوار سے بھی فیض یاب ہوتی رہی ہیں۔ پھر ان حیات افروز منیاؤں کا ادراک کرکے اپنے خیالات کا اظہارِ مدحتِ محبوبِ ربِّ جلیل ﷺ کی صورت میں صفحۂ قرطاس پر ثبت کرنے کی سعی کرتی چلی آ رہی ہیں۔

خالقِ کائنات کا یہ حسنِ انتخاب ہے کہ کسی کو اپنے جذبات و واردات کے اظہار کے لیے نثر کا ادبی میدان فراہم کیا ہے اور کسی کو نظم کی تابندگی سے ضیابار کیا ہے۔ کیسے کیسے تابناک شہ پارے، کیسے کیسے پُربہار تصورات اور کیسے کیسے پُرانوار جذبات و احساسات سیرتِ محسنِ انسانیت ﷺ کے درخشاں گوشہ ہائے اخلاق کو منصۂ شہود پر لانے کی سعی کرتے ہیں۔

تاریخِ ادب کے مختلف ادوار کے شہ پاروں اور شاہ کاروں کا جائزہ لیجیے تو آپ مشاہداتی نظر سے دیکھیں گے کہ ایک طرف سیرت نگار اپنی نثری تالیفات و تخلیقات میں لولوئے لالہ کی ضیاپاشی سے قلب و نظر کو حسن و جمالِ حیاتِ طیبہ سے مسحور کر رہے ہیں تو دوسری طرف نعت گو حضرات اپنی سخن طرازی کے جوہر دکھاتے ہوئے مختلف موضوعات و مضامینِ اخلاقِ حسنہ و سراپا نگاری کے اظہار کے لیے تشبیہات و استعارات اور محاکاتی شان و شوکت کے گہر ہائے گراں مایہ لٹاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی اظہارِ عظمت کے شاہ کار اور زندگی بخش ہیں۔ محققین و نقاد ہر مدحیہ تحریر کو وہ نظم ہو نثر نعت کی ذیل میں شامل کرتے ہیں۔ حافظ محمد افضل فقیر نے اس امر کی تائید کرتے ہوئے کس قدر محبت کا اظہار کیا ہے۔

> اللہ تعالیٰ ہمارے کرم فرما ڈاکٹر ریاض مجید کو ہمیشہ خرم و خوش دل رکھے، موصوف سے فیصل آباد میں ملاقات ہوئی تو فقیر نے انھیں اس نظریے کا کہ کلام منظوم ہو یا منثور، نعت حضور سرورِ کائنات ﷺ ہے۔ سب سے پہلا موید پایا۔ (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۲، صفحہ ۱۷)

اردو شاعری کے آغاز میں نعت کی وہ روایت میسر نہیں آتی جو بیسویں صدی کے نصف آخر

سے عصرِ حاضر تک تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ اردو کے کلاسیکی شعرائے کرام کے دواوین کا مطالعہ کیا جائے تو یہ التزام ملتا ہے کہ حمد و نعت سے ان کا آغاز ہوتا ہے۔ البتہ شعرائے کرام نے مدحتِ سرورِ کونین ﷺ کو میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں صلوٰۃ و سلام کی صورت میں تخلیق کیا ہے۔ ایسی محفلیں برپا ہوتی تھیں جس میں عام لوگ شریک ہوتے اور نعت خواں شعرائے کرام کی سراپا نگاری، حسن و جمال اور شمائلِ رسولِ اکرم ﷺ کی مظہر نظمیں اور گیت وغیرہ پیش کرتے۔

پھر ایسا دور بھی آیا کہ قصیدہ اور مثنوی جیسی اصنافِ سخن تخلیق ہوئیں جن میں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عشق و شیفتگی، سیرت کے مختلف پہلو اور قلبی واردات کے اظہار کے لیے گل ہائے رنگ رنگ عقیدت و محبت سے پیش کیے جانے لگے۔ عشقِ رسول ﷺ میں سرشار نعت گو اپنے عجز اور ایمان، تعلقِ خاطر اور خلوص سے لبریز اشعار پیش کرتے اور علم و آگہی کے چراغ جلاتے۔ یہ ایسے مدحت نگار بھی تھے جن کے دل میں رحمتِ عالم ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے ہاں دکھاوا اور بڑائی کی خواہش نہیں تھی۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ گہرا تھا پھر وہ اس بات سے بھی خوف زدہ رہتے تھے کہ کوئی ایسا حوالہ، ایسی ترکیب اور ایسی تشبیہ و استعارہ نہ استعمال ہو جائے جو ان کے لیے عذاب کا موجب بنے، اس لیے ان کے کلام میں غلو اور تعلّی نہ تھی۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں موضوعات و مضامین کی فراوانی نہیں۔ خاص طور پر ہمیں ان کے ہاں سیرت و کردار، اخلاق و اسوۂ حسنہ کے پہلو کم تعداد میں ملتے ہیں۔

جوں جوں معاشرتی و معاشی ترقی، علمی تفوق مغربی تہذیب اور اسلام دشمنی، مغرب کی جابرانہ اور وسعت پرستانہ حرص و ہوس پھیلیں تو نعت گو کے ہاں بھی مضامین کے جدید رنگ سامنے آنے لگے۔ محسنِ انسانیت ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو زمانے کی ضرورت بنتا گیا۔ چناں چہ اسوۂ حسنہ یا اخلاقِ حسنہ کے گہر ہائے گراں مایہ نعت کے کینوس پر چمکنے لگے۔

نعت کے ان زندہ جاوید خیالات و تصورات جن میں ارادتِ قلبی، اتباعِ سنتِ نبویؐ، تعلیماتِ قرآنی اور علم و آگہی کی تابانی موجود ہے۔ عصرِ حاضر کے نعت نگاروں کی متاعِ عزیز بن چکے ہیں۔ عقیدت و محبت کے جذبات کی دل کش کرنیں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔ ارفع و اعلیٰ اور عظیم موضوعات کو تہذیب و شائستگی کے اسلوب سے مملو اشعار میں بیان کیا جا رہا ہے۔ کیسے کیسے حرف و صوت کے موتی اپنی چھب دکھاتے ہیں۔ نعت گو شعرائے کرام کو خیالات و تصورات کی ایسی رفعت ودیعت کی گئی ہے کہ سراجِ منیر ﷺ کے جمالِ کردار، حسنِ حیات اور تقدسِ اخلاق کے انوارِ قلب و نور کو جگمگاتے جاتے

ہیں۔ یہ دورِ اردو نعت کا دور ہے۔ سراپائے احمدِ مجتبیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ سیرتِ سرورِ کائنات ﷺ کی تجلیات اور حالاتِ حاضرہ کے پُرآشوب لمحات میں جہدِ سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی تابانیاں نعت گوؤں کو وسیلہ اظہار عطا کرتی ہیں۔ نعت کی صنف کا کینوس اسی قدر وسیع ہو چکا ہے کہ موضوعات میں عالم گیریت کا رنگ ظاہر ہونے لگا ہے۔ اب یہ صنف تبرک ہی نہیں۔ عشق و عقیدت اور سیرتِ مطہرہ کی جلوہ گری کو ادب کے پُروقار معیار کی معراج بن چکی ہے۔

ثنائے خواجہ بطحا ﷺ میں شعرا کی یہ تمنائیں تڑپتی ہوئی ملتی ہیں کہ اخلاقِ سیّدِ کونین ﷺ کے پھولوں سے مشامِ معاشرہ کو مہکائیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ایوانِ مدحت کو ضیا بار کرتے جائیں:

سبق دے کر زمانے کو محبت کا اخوت کا
منظّم کردیا عالم کے اوراقِ پریشاں کو (منظور حسن منظور)

خلق میں، عدل میں، کوئی نہیں ان کا ثانی
ان کو اخلاقِ کریمانہ کا پیکر لکھنا

اس کی ذاتِ اقدس وجہِ تخلیق دوعالم ہے
وہی دینِ ہدیٰ کا، خلق کا پہلا معلم ہے

لقب دیا ہے انھوں نے امین و صادق کا
ہیں ان کے خلق و شرافت کے معتبر اغیار (حافظ لدھیانوی)

خلق کی خوش بو تمام ادوار میں رچ بس گئی ہے
باغِ ہستی میں کھلا یوں ان کی شفقت کا گلاب (صبیح رحمانی)

خیرِ مجسم پیکر اس کا، خلق ہے اس کا سب سے اعلیٰ
اس نے دیا ہر زخم کو مرہم، ہر دکھیا کے درد کا درماں (حافظ لدھیانوی)

خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا رحیم آیا
کہا قرآن نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا (جگن ناتھ آزاد)

اپنے خلقِ عظیم سے جس نے
کرلیا ساری خلق کو مسحور (حفیظ تائب)

صاحبِ خلقِ عظیم آپ کی ذاتِ اقدس

وجہِ صد عظمتِ انساں ہیں رسولِ عربی (حفیظ الرحمٰن احسن)

آنکھوں میں ہے اس خلقِ مجسم کا تصور
اک خلا مسرت مری نظروں کے قریں ہے (صوفی تبسم)

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم، انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ، یہی اشغالِ روحانی (حفیظ جالندھری)

ہمہ آیۂ نور و خلقِ مجسم
تو محبوبِ یزدان و نورِ ہدا ہے (عبدالعزیز خالد)

بنا اخلاق کی قائم ہوئی خلق و مروت سے
اسی میزان پر اسلام کا پلہ گراں دیکھا (سہیل بنارسی)

بابِ کرم، محرابِ ترحم
خیرِ مکمل، خلقِ مجسم (عابد حشری)

ہے وہ خورشیدِ اخلاق خیرالبشرؐ
جس سے پاتا ہے ہر آدمی روشنی (اعجاز رحمانی)

عمل سے آپؐ نے آقا دکھا دیا ہم کو
دلوں کو جیت لے، تاثیر وہ زباں میں ہے (جمال نقوی)

غنچے عظیم خلق کے، کلیاں خلوص و مہر کی
چٹکیں دوش دوش سدا، طیب کے بوستان میں (راقم الحروف)

خلقِ عظیم، اسوۂ کامل حضورؐ کا
آدابِ زیست سارے جہاں کو سکھا گیا (حفیظ تائب)

سرورِ کون و مکاں ﷺ نے اپنے عملِ حسین سے اخلاق کے جواہر پارے لٹائے جن میں دائمی تحریم و تکریم اور مثالی اخلاقی اقدار کی رعنائیاں ہیں۔ اسی لیے تو آپؐ کو خلقِ عظیم کا معمار کہا گیا ہے جس میں حق و صداقت کی جملہ صفات ہیں اور آپؐ کی تعمیر کردہ عمارت اس قدر پائے دار ہے کہ اس کی خوب صورتی دنیا کے آخری لمحے تک قائم و دائم رہے گی۔ اس سلسلے میں برفو (Briffautt) نے جو کچھ The Making of Humanity میں کہا ہے وہ بھی رحمتِ عالم ﷺ کی اخلاقی اقدار سے حاصل کردہ ہے۔

مثالی اخلاقیات کی کیسی ہی عظیم الشان عمارت آپ تعمیر کریں اگر وہ باطل کو مٹا کر اس کی جگہ حق کو قائم کرنے سے قاصر ہے تو وہ بے معنی چیز ہے۔ اس اوپری عمارت کو اخلاقیات کی عمارت نہیں کہا جاسکتا۔

اخلاق کی اس اہمیت کو نعت گو بھی حرزِ جاں بناتے ہیں۔ ان کی زندگیاں اگر رسولِ اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز نہیں، ان کا عشق اگر سیّد عالم ﷺ کی زندگی سے منور نہیں، ان کے خیالات و جذبات میں تعلیماتِ معلم اعظم ﷺ سے پُر جمال نہیں تو ان کے اشعار بھی بے معنی اور بے مقصد ہوں گے۔ ان کی فکر کے سوتے جب بحرِ اخلاقِ رسول ﷺ سے فیض پائیں گے تو ان کا نعتیہ کلام بھی پُر تاثیر ہوگا۔ کیوں کہ:

انساں کو آکے آپؐ نے انساں بنا دیا
انسانیت کے رنگ میں تھا آدمی کہاں (صابر گیلانی)

بلکہ تمام اُمتِ محمدیہ ایک ہی صف میں شامل ہوگی۔

ایک ہی صف میں بیٹھے گا ہر آدمی
یہ مدینے کے والی کا دستور ہے (اقبال نجمی)

شعرائے حمد و نعت کی کیفیت تسلیم شدہ ہے کہ ان کے جذبات و احساسات اور اظہارِ خیالات کا رُخ اوّلین خدا کی طرف ہوتا ہے جو نفسِ اعلیٰ و کامل ترین ذات ہے جو نفسِ انسانی کا ملجا و ماویٰ ہے اگر خدا کی ہستی کے سوا کسی اور شے کو ہم منشائے حیات اور غایت ہستی قرار دیں گے تو یہ حق کے خلاف اور نفسِ انسانی پر ظلم ہوگا۔ اب اس کے ساتھ یہ بھی حقیقتِ عظمیٰ ہے کہ محمد ﷺ کے آخری نبی ہیں جن پر تمام اخلاقی اقدار مکمل ہوچکی ہیں اور ان کا فرض بھی یہ تھا کہ انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کا فریضہ ادا کریں۔ بنی نوع انسان کو نیکی کے خوگر بنائیں اور گناہوں سے اجتناب کا درس دیں۔ انھی صفاتِ عالیہ کو ہم اخلاقِ محسنِ انسانیت ﷺ قرار دیتے ہیں اور شعرائے نعت نے صفتِ اخلاق کو نعت کا موضوع بنایا، اور پکار اُٹھے:

خیر ہی ذی روح کی خیرالوریٰ، خیرالانامؐ
خیر ہر انسان کی خیرالبشرؐ، خیرالبشرؐ
صاحبِ خلقِ عظیم و صاحبِ لطفِ عمیم
صاحبِ حق، صاحبِ شق القمر خیرالبشرؐ

آدمی کا اوّلیں درد آشنا، شاہِ ہدیٰ
آگہی کے آخری پیغام بر، خیرالبشرؐ (حفیظ تائب)

آپؐ کا اسوہ ہے کامل، ہر عمل حسنِ عمل
آپؐ کی تعلیم سے آیا، جہاں میں انقلاب
ہر طرف پھیلی ہے خوش بو آپؐ کے افکار کی
قول سب قولِ حسن، اخلاق سب ہیں لاجواب گوہر ملسیانی

مرے آقا کی ہستی سے کمالِ حق ہویدا ہے
جہاں اِنس و اخلاق و مروّت اس سے پیدا ہے (راجا رشید محمود)

آپؐ کے علم و عمل کی ہے گلستاں میں بہار
آپؐ کے اخلاق کی چاہت مرا سرمایہ ہے
کردار بے مثال ہے اسوہ ہے لاجواب
خلقِ عظیم آپؐ کا عکسِ کتاب ہے (گوہر ملسیانی)

دنیا میں ہیں نمونہ، خلقِ عظیم آپؐ
نازاں ہے جس پہ عظمتِ کردار آپؐ ہیں (طاہر شادانی)

مہکتا ہے گل اخلاق کی خوش بو سے ہر آنگن
ضیائے سیرتِ سرکار سے ہر گھر چمکتا ہے (حفیظ تائب)

جود و سخاوت

آیئے نعت کے ادبی کینوس پر اخلاقِ عظیم اور اسوۂ حسنہ کے مضامین کی جلوہ نمائی میں شعرائے کرام کے حسنِ خیال کی جمال آفرینیاں دیکھیں۔ عصرِ حاضر میں بڑھتی تاریکیوں، کدورتوں، حرص و ہوس کی آندھیوں، بدکرداری کی خصلتوں، غیبت و دروغ گوئی کے گھومتے بگولوں اور بے حیائی اور ریاکاری کے طوفانوں کے سامنے بند باندھتی ہوئی اخلاقِ نبوی کی قوتوں اور ضیاؤں کا مشاہدہ کریں۔ یہ تجلیات اگرچہ نعت کی صنف میں وسیع نہیں ہیں لیکن جس قدر موجود ہیں اسوۂ رحمت للعالمین ﷺ کی تجلیات اور اخلاقِ عالیہ کے فضائل سے مالا مال ہیں۔

پاکستان ہی نہیں دنیا کے ہر حصے پر مفلسی کے بادل چھائے دکھائی دیتے ہیں۔ مفلسی کی

شرح زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جارہی ہے۔ غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتا جارہا ہے۔ دولت کے پجاری، حرصِ اقتدار کے دیوانے اور ملکی دولت پر قابض صنعت کار و جاگیردار اور اب محافظانِ وطن سے لے کر عام تاجر تک عوام کو لوٹنے میں مصروف ہیں۔ یتیم، مسکین، حاجت مند، غریب اور کم وسائل رکھنے والے لوگ نامساعد حالات میں خودکشیوں پر مجبور ہیں۔ ان حالات میں اخلاقِ نبویؐ کی جود وعطا اور سخاوت بے بہا صنفِ نعت میں اپنی بہار دکھاتی ہے۔ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی فیاضی اور فراخ حوصلگی دنیا میں بے مثال تھی۔ یہ جود وسخاوت نمود ونمائش کے شائبہ سے پاک تھی۔ آپؐ کی روزمرہ زندگی میں ایسی جود وعطا کی مثالیں دکھتی ملتی ہیں کہ دنیا کے فیاضوں کی عملی زندگی پرِ کاہ کے برابر نظر آتی ہے۔

بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ محسنِ انسانیت ﷺ کی فیاضی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبھی زبانِ فیض ترجمان سے کسی سائل کے لیے بھی ''نہیں'' نہیں نکلا۔

(صحیحین از مشکوٰۃ، ص ۴۴۲)

اسی طرح ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر فیاض تھے اور رمضان میں تو معمول سے کہیں زیادہ فیاض ہوجاتے تھے۔ (بخاری)

آپؐ کے جود وسخا کی یہ کرنیں اس قدر دلربا ہیں کہ شعرائے کرام نے نعت کو ان کرنوں سے منور کیا ہے:

دامن کشا ہیں در پہ زمانہ کے تاجور
جود و سخا میں تیرے برابر نہیں کوئی
دیکھا نہیں تجھ ایسا کوئی جود و سخا میں
حاتم سے فزوں تیری سخاوت کا زمانہ (حنیف ساجد)

آپؐ کے اس جود وسخا کے متعلق جو حضرت سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔ یہ اشعار اخلاقِ حسنہ کی اسی تصویر کو پیش کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انصار میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے انھیں عطا کر دیا، انھوں نے دوبارہ دستِ سوال دراز کیا۔ آپؐ نے دوبارہ ان کو عنایت فرمایا۔ وہ بار بار سوال کرتے رہے اور آپؐ عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ ساری رقم جو آپؐ کے پاس تھی، ختم ہوگئی۔ اب آپؐ نے فرمایا، تم لوگ اطمینان رکھو جو کچھ میرے پاس ہوگا، تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ (صحیحین)

معدنِ جود و سخا، کانِ حیا، شمعِ ہدیٰ
مرحبا شوکتِ کردار، رسولِ عربی (محمد اکرم رضا)

جہد وعمل بھی، استغنا بھی، سعی و طلب بھی، جود وسخا بھی
گھر گھر روشن، شمعِ ہدایت، صلی اللہ علیہ وسلم (روش صدیقی)

کرم کا مرکز و مصدر ہے آستانِ رسولؐ
سخاوتوں کے خزانے جہاں لٹائے گئے (حافظ لدھیانوی)

پائی نہ تیرے لطف کی حد سیّد الوریٰ
تجھ پر فدا مرے اب وجد سیّد الوریٰ (حفیظ تائب)

جو مصدرِ مہر و محبت تھا جو منبعِ جود و سخاوت تھا
مخلوق کے سر پر سایہ فگن وہ محسنِ اعظمؐ آج بھی ہے (محمد عبداللہ انور)

☆

بحرِ کرم ہیں، چشمۂ جود و سخا ہیں آپ
کانِ عطا ہیں، فیض کے مصدر ہیں مصطفیٰؐ

آپؐ بحرِ کرم، چشمۂ جود ہیں
فیض پاتے ہیں شاہ و گدا آپؐ سے

میں اس بحرِ کرم، اس ابرِ گوہر بار پر قرباں
سخا و جود کے، اس قلزم زخار پہ قرباں (ضیا محمد ضیا)

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا (احمد رضا خاں بریلوی)

لباسِ حرف میں ڈھالوں کردارِ حسیں ان کا
امیں لکھوں، اماں لکھوں، غنی لکھوں، سخی لکھوں (حافظ لدھیانوی)

ہم ہیں کشکولِ تمنا، ہم ہیں دست احتیاج
آپؐ کی عادت کرم ہے، آپ کا شیوہ عطا (عاصی کرنالی)

آپؐ کی سخاوت کی ایک روایت حضرت انسؓ نے بیان کی ہے کہ ''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے بکریاں مانگیں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھیں۔ آپؐ نے وہ سب اسے دے دیں۔ وہ شخص اپنی قوم

کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ بخدا محمدؐ اتنا کچھ دیتے ہیں کہ محتاجی کا ڈر نہیں رہتا۔" (مسلم)

محسنِ انسانیت ﷺ نے دیا ہی نہیں حد درجہ فیاضی دکھائی اور اپنے اور پرائے کی تخصیص نہیں رکھی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سخاوت کی اس حسین ادا کا کتنا خوب صورت اظہار اس شعر میں کیا ہے:

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام
(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

سخاوت کے یہ درخشاں زاویے ہر شاعر کے جذبات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور ان کا اسلوبِ بیان بھی دلربا بن جاتا ہے، دیکھیے:

وقفِ سخاوت دستِ کرم، سقفِ عنایت آپؐ کا پرچم
خلقِ مجسم خوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (سیماب اکبر آبادی)

بعد خدا ہر ایک سے افضل، اشرف و اکمل، اطیب و اجمل
اصدق و اعدل، اجود و احکم صلی اللہ علیہ وسلم (اقبال سہیل)

سلام اس پر کہ تھا جو عفو و صبر و شکر کا پیکر
سخا و عدل و احساں میں نہیں جس کا کوئی ہمسر (طاہر شادانی)

رسولِ ہاشمیؐ جیسی جہاں میں
نہیں کوئی سخاوت، جانتا ہوں

نہیں ثانی کوئی ان کا، سخاوت میں، شرافت میں
محبت کے جو پیکر ہیں، مرے مولا، مرے آقا (گوہر ملسیانی)

کوئی خالی ہاتھ ان کے در سے نہ آیا
عجب بخت والے ہیں واں جانے والے (تہنیت النسا بیگم تہنیت)

فقیر کیوں نہ عطاؤں کے تذکرے چھیڑیں
سوال سے بھی جنھیں پیش تر دیا تُو نے (حفیظ تائب)

ہے درِ جود و سخا پر بے نواؤں کا ہجوم
تو سخی ایسا ہے جس نے سب کا دامن بھر دیا (حافظ لدھیانوی)

صدق و راست گفتاری

اخلاقِ حسنہ کی یہ سب سے اعلیٰ صفت ہے جسے ہر پیغمبر کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ امانت و دیانت اور ایفائے عہد بھی اس شجرِ وصف کی شاخیں ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ کی شانِ صداقت کی گواہی تو آپؐ کے بدترین دشمن بھی دیتے تھے۔ بعثتِ رحمت للعالمین ﷺ سے قبل بھی مکہ کا ادنیٰ و اعلیٰ فرد، بچہ بچہ سب آپؐ کو صادق و امین پکارتے تھے۔

ہادیِ برحق ﷺ پر جبلِ نور کی غارِ حرا پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپؐ اس بارِ گراں سے مضطرب ہوئے اور اسی عالمِ اضطراب میں گھر تشریف لائے تو آپؐ کی رفیقۂ حیات اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے الفاظ آپؐ کی راست گفتاری، صداقت و امانت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں جو آپؐ کے اخلاقِ حسنہ پر بے ساختہ آپ کی زبان سے ادا ہوئے:

> آپؐ غم نہ کھائیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا بلکہ آپؐ کو سرفراز فرمائے گا کیوں کہ آپؐ اقربا سے حسنِ سلوک (صلۂ رحمی) کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، یتیموں اور مسکینوں کی دست گیری فرماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں۔ گرے پڑے لوگوں (محتاجوں، درماندوں) کی مدد کرتے ہیں۔ امانت دار، خوش خصال، نیک فطرت اور بلند حوصلہ ہیں۔

(صحیحین و سیرتِ کبریٰ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: صدق (سچائی) نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے ہاں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھا جاتا ہے۔"

نبوت کے چوتھے سال جب حکمِ الٰہی کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے قریبی رشتے داروں کو کوہِ صفا پر اسلام کی دعوت دینے کے لیے "یا صباحا" پکارا اور صدائے بلند سے قریش کے قبائل کو پکارا تو سب لوگ جمع ہو گئے۔ رحمتِ دارین ﷺ نے فرمایا:

لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے دوسری جانب ایک بھاری لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرو گے؟

سب نے بہ یک زبان جواب دیا: ”ہاں بے شک یقین کریں گے کیوں کہ ہم نے آج تک آپؐ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔“

اللہ اللہ! کس قدر آپ کی راست گفتاری پر یقین ہے۔ زبانِ عدو بھی اقرار کرتی ہے جو مولانا الطاف حسین حالی مسدسِ مدوجزر میں اس واقعے کی دل کش تصویر کھینچتے ہیں:

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر
تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا اگر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا
تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟
کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمھیں گھات پا کر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے
کہا اگر مری بات یہ دل نشیں ہے
تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

(حالی)

ساقیٔ کوثر ﷺ کے گل صدق و راست گفتاری کی جوئے دل نواز مدحت کے چمنستانوں میں بھی مہکتی ملتی ہے۔ آپؐ کی سیرتِ اقدس کا ایک ایک لمحہ اور واقعات کا ایک ایک گوشہ صداقت کے نگینوں سے دمکتا ہے۔

صداقتیں بے نیام تیریؐ، حقیقت سب غلام تیریؐ
نوازشیں خاص و عام تیریؐ، عنایتیں ترؐی ذوالجلالی

(نادم صابری)

کردیا تیرگی کذب و ریا کو معدوم!!!
دہر میں عدل وصداقت کی ضیا میرے حضورؐ

(ندیم نیازی)

بصیرتوں کا ہے مظہر وہ چہرۂ روشن
صداقتوں کا نشاں ہے جبینِ سرورؐ دیں
شمعِ ایماں ہر دلِ تاریک میں روشن ہوئی
چہرۂ اقدس پہ انوارِ صداقت دیکھ کر
ان کا ثانی کوئی پیدا ہو نہیں سکتا کبھی
صدق میں، اخلاص میں، گفتار میں، کردار میں

(حفیظ تائب)

ہادی بھی آپؐ نازِ ہدایت بھی آپؐ ہیں
صادق بھی اور یقینِ صداقت بھی آپؐ ہیں

(ادا جعفری)

درسِ کتابِ صدق و صفا آپؐ نے دیا
دنیا کو اک پیامِ خدا آپؐ نے دیا

(حفیظ شاہد)

ادب، انکسار، غنا، حیا، غم حشر، صدق و صفا، دعا
جو یہ سات رنگ ہوئے بہم تری شخصیت کی بنی دھنک

(نعیم صدیقی)

ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن
ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امیں ہے

(صوفی تبسم)

وہ لوگ بھی صادق کہتے تھے ان کی بھی نگاہوں میں تھے امیں
جو راہ میں کانٹے بوتے تھے رکھتے تھے جو دل میں آپؐ سے کد

(نیر مدنی)

کیوں ہر کوئی کہے نہ تجھے صادق اور امیں
ہے ابتدا سے صدق و امانت ترا اشعار

(نظیر لدھیانوی)

محبت وشفقت

سرورِ کائنات ﷺ کی محبت وشفقت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ بنی نوع انسان، حیوانات،

جمادات سب آپؐ کی نگہِ التفات میں یکساں تھے۔ تکالیف و مصائب میں مبتلا ہر کہہ ومہہ اور کس و بے کس آپؐ کی توجہِ کریمانہ سے اپنی تلخیاں فراموش کر کے شاداں وفرحاں زندگی سے لطف اندوز ہو جاتا تھا۔ یتیم ہو یا مسکین، غریب ہو یا محتاج آپؐ کے دستِ شفقت سے فیض یاب ہوکر زندگی کی کش مکش میں خوشی خوشی حصہ لیتا تھا۔ رحمتِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ دل نوازی، غریب پروری اور مشفقانہ خصائل سے لبریز ہے۔ کتنے ہی واقعات زبان زدِ عام و خاص ہیں۔ محسنِ انسانیت ﷺ زخم ہائے جسم و جاں اور پریشان حال، گریباں چاک انسانوں کے چارہ گر و غم گسار بنے۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھا اور ان کے پھٹے ملبوس کو رفو کیا۔ خصوصاً یتیموں اور بے وارثوں سے محبت آپ کو تھی یہ عالمِ ہست و بود اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

غریبوں، بے نواؤں کا سہارا بن کے عالم میں
کیا آ کر رفو انسانیت کے چاکِ گریباں کو

(منظور حسن منظور)

رحمتِ للعالمین ﷺ نے اپنی رفیقۂ حیات اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:

اے عائشہ! کسی مسکین (سائل) کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ پھیرو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دینے کو ہو۔ اے عائشہ! غریبوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے سے نزدیک کرو تو اللہ تم کو اپنے نزدیک کرے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فضل الفقرا)

کسی قدر دل کی گہرائی میں اُتارنے والی اور آبِ زر سے لکھنے والی ہدایت ہے۔ حالیؔ نے دل کش مسدس میں اس محبت و شفقت کا اظہار کیا ہے جو نعت کی تاریخ کا ایک جدید رنگ اور نیا موڑ ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

(الطاف حسین حالیؔ)

حضرت ابی امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض اللہ کے لیے یتیم کے سر پر مہربانی سے ہاتھ پھیرے گا تو ہر بال کے عوض اس کے لیے بھلائی ہوگی اور دو انگلیاں کھڑی کر کے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جو یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے گا میں اور وہ اسی طرح بہشت میں داخل ہوں گے، جیسے یہ انگلیاں۔ (مشکوٰۃ)

بیواؤں، مسکینوں، یتیموں، غلاموں اور خادموں سے محبت و شفقت کے بے شمار واقعات کتبِ سیرت میں درج ہیں، یہاں ایک واقعہ درج کیا جا رہا ہے:

ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ مہاجرین کی ایک جماعت حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی۔ یہ سب مہاجرا تنے غریب تھے کہ نہ ان کے بدن پر کپڑے تھے اور نہ ان کے پاؤں میں جوتے۔ صرف ایک چادر ان کے بدن پر تھی اور گلے میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ سرورِ کونین ﷺ نے انھیں اس حال میں دیکھا تو آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ صحابہؓ جمع ہو گئے۔ محسنِ عالم ﷺ نے نماز کے بعد خطاب فرمایا کہ یہ تمھارے بھائی ہیں اس حال میں ہیں، ان کی مدد کرو۔

سیّد ابرار ﷺ کی تقریر سن کر فوراً ایک انصاری اُٹھے اور ایک توڑا جس کا اتنا وزن تھا کہ مشکل سے اُٹھ سکتا تھا لا کر سیّد کون و مکاں ﷺ کے سامنے ڈال دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ حاضر ہے اس سے ان مہاجرین کی مدد فرمائیے۔

انصاری کا یہ ایثار دیکھ کر صحابہؓ میں اور جوش پیدا ہو گیا اور وہ سب اپنے اپنے گھروں سے سامان لانے لگے۔ ذرا سی دیر میں ان بے سروسامان مہاجرین کے آگے غلّے اور کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا۔ کسی قدر غریبوں سے محبت تھی پھر آپ کے حکم پر بھی اصحابِ رسول اطاعت کے لیے بے قرار ہو گئے۔ شعرائے نعت کے ہاں بھی رسولِ بے کساں ﷺ کی محبت و شفقت کے زمزمے اشعار میں بہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

وہی ہے ملجا و ماویٰ غریب و بے کس کا — قرار پاتے ہیں اس آستاں پہ سینہ فگار
عطا کی سرفرازی اُن کو جو پامال انساں تھے — غلاموں کو سکھائے اس نے اندازِ جہاں بانی

(حافظ لدھیانوی)

غریبوں کا مولیٰ یتیموں کا والی　　کرم گستر و غم گسار اللہ اللہ

(بہزاد لکھنوی)

خود اپنے عمل کا نمونہ دکھا کر　　غلاموں کو آزاد کروانے والا

(تہنیت)

وہ بیوہ کے غم خوار بے کس کے ہم دم　　غریبوں یتیموں کا غم کھانے والا

(تہنیت النسا بیگم)

ہوئیں بیوائیں شاداں، بے امانوں نے اماں پائی　　سکوں دل کو ملا جاں نے نشاطِ جاوداں پائی
یتیموں کا معاون دست گیر بے کساں آیا　　امینوں کا امیں راحت نوازِ دوجہاں آیا
غریبوں کی جاں کو یتیموں کے دل کو　　سکوں ہوگیا ہے، قرار آگیا ہے

(احسان دانش)

بے کسوں کو دی اماں اہلِ ستم کے ظلم سے　　غاصبوں کو خوفِ عقبیٰ سے شناسا کردیا

(محمد کبیر خاں رسا)

بے کس کی آس، چارۂ بے چارگاں ہو تم　　ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا تمھی سے ہے

(سجاد باقر رضوی)

عفو و رحم

کامل و اکمل نبی ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا ایک دریائے کرم قرآن حکیم کی اس آیت کا حسین بہاؤ رکھتا ہے جس میں حلم، رحم اور عفو کی ہدایت موجزن ہے اور سرزنش کی طغیانی کا نام ونشاں بھی موجود نہیں۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین۔

(آلِ عمران:۱۳۴)

ترجمہ: اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اور اللہ بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حیاتِ طیبہ کا مطالعہ اس بات کا شاہد ہے کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات نہایت ہی رحیم المزاج واقع ہوئے تھے اور حتیٰ المقدور اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کو بھی معاف فرما

دیتے تھے۔ قریش مکہ سے زیادہ سخت دشمن آپؐ کے اور کون تھے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھوں کتنی تکلیفیں اُٹھائیں۔ مگر فتح مکہ کے وقت آپؐ نے فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم و ھو ارحم الراحمین۔(۹۲:۱۲)

رحمتِ عالم ﷺ کے حلم اور عفو کے واقعات سے کتبِ سیرت منور ہیں۔ یہ ایک روایت دیکھیے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے۔ وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ جب آپؐ وہاں تشریف لائے تو آپؐ نے اس سے کہا: اے ثمامہ! اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا۔ یا محمد (ﷺ)! میرا ارادہ بھلائی کا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کردے گا تو مجھ پر بہت سے خون ہیں اگر تو احسان کرے گا تو وہ ایسے شخص کے ساتھ ہوگا جو شکرگزار رہے گا اور اگر تو مجھ سے کچھ مال وصول کرنا چاہتا ہے تو جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔ آپؐ ایک دو دن اُسے اسی طرح دیکھتے رہے اور اس کا حال دریافت کرتے رہے پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ ثمامہ رہا ہوکر مسجد سے باہر گیا تو اس کی حالت بدل چکی تھی۔ عفو و رحم کی بادِ بہاری اُسے نکھار چکی تھی۔ وہ کچھ دیر نہا دھوکر واپس آیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اہلِ ایمان کی صف میں شامل ہوگیا۔ اس کے بعد جو الفاظ اس نے ادا کیے وہ اسلام کا سنہری باب بنے:

یارسول اللہ (ﷺ)! دنیا میں مجھے آپؐ سے زیادہ عداوت اور آپؐ کے دین سے زیادہ نفرت کسی چیز سے نہ تھی۔ مگر اب مجھے آپؐ سب سے محبوب اور آپؐ کا مذہب سب سے زیادہ مرغوب ہے۔ (بخاری)

محشر رسول نگری نے اسے یوں نظم کیا ہے:

پکڑا گیا ثمامہ جو سردارِ نجد تھا　　حضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا عذر ہے ترا
بولا وہ حکم دیں گے اگر میرے قتل کا　　گنجائش اس میں چون و چرا کی نہیں ذرا
ہر حال میں یہ بندہ سزاوار اسی کا ہے
کیا شک ہے مستحق یہ گنہ گار اسی کا ہے
لیکن حضور مجھ سے کریں گے جو درگزر　　احسان مند پائیں گے بندے کو عمر بھر
ہر چند مستحق تو نہیں اس کا میں مگر　　اک لطفِ خاص ہوگا یہ عاصی کے حال پر

ورنہ ہر ایک جرم کا اقرار ہے مجھے
میں کشتنی ہوں اس سے کب انکار ہے مجھے

یہ سن کے بحرِ عفو و کرم آیا جوش پر   کی آپؐ نے ثمامہ پہ الطاف کی نظر
ذاتِ رسولؐ بخشش و رحمت تھی سر بہ سر   ادنیٰ سی ایک بات تھی احسان و درگزر

تھی انتہا نہ آپؐ کے خلقِ عظیم کی
دیکھے تو کوئی شانِ رسولِ کریمؐ کی

یہ اعترافِ جرم و خطا کا کرشمہ تھا   سردارِ نجد حکمِ نبیؐ سے رہا ہوا
تھی بے نظیر رحمتِ عالمؐ کی ہر ادا   آزاد ہوتے ہی کلمہ اس نے پڑھ لیا

تسخیر ہوگیا وہ محبت کے تیر سے
بدلے نہیں قلوب کبھی دار و گیر سے

(فخرِ کونینؐ)

عفو و درگزر کے بے شمار گہر ہائے گراں مایہ نعت گو شعرا کے کلام میں چمکتے ملتے ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

ہر ادا سے تری رحمت کا نشاں ملتا ہے   تیرا اخلاق ہے قرآن مدینے والے
ملا احساس اُس سے سرکشوں کو نیک نامی کا   قرینہ آگیا انسان کو شیریں کلامی کا

(حافظ لدھیانوی)

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے، گالی دی پتھر برسائے
چھڑکی اس پر پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم
ستم کے عوض داروئے شفا دی، طعن سنے اور نیک دعا دی
زخم سہے اور بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

(اقبال سہیل)

عطوفت اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے جرم و گناہ بخشے
مروّت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب کو بھی جو پناہ بخشے

(تہنیت)

فیضِ چشمِ حضورؐ کیا کہنا   ساغرِ دل چھلک چھلک جائے

اس پیکرِ خلقِ عظیم کو تھی ملحوظ انساں کی بہبودی   منظور نہ تھی اعدا کی بھی خاطر شکنی
وہ سیّدِ انامؐ کی نوریں حیات ہے   جس نے ہر ایک دل کو دیے تازہ ولولے

(حفیظ تائب)

خلقِ احمد یوں دلوں میں بسایا جائے   دشمنِ جاں کو بھی سینے سے لگایا جائے

(محمد اکرم رضا)

اپنوں کی بات چھوڑیے غیروں کو لیجیے   برسی ہے دشمنوں پہ بھی رحمت رسولؐ کی

(ریاض احمد بدایونی)

اہلِ طائف کو دعا دیتا تھا ہو کر زخم زخم   وادیِ نخلہ میں جب رحمت خصال آیا نظر

(حفیظ تائب)

ان کی رحمت کا کیا ہے ٹھکانہ دیکھ لے سوئے طائف زمانہ
موسمِ سنگ باری میں لب پر کیا دعا کا اُجالا نہیں ہے

(سیّد صبیح رحمانی)

درگزر کے پھول بانٹے اس طرح سرکار نے   دشمنوں کے واسطے بھی دوستی لکھی گئی

(محمد حنیف نازش قادری)

آپؐ نے رحمت لٹائی سنگ باری کے عوض   آپؐ ہیں غم خوارِ انساں، حاملِ خلقِ عظیم

(تنویر پھول)

آدمی کو آدمی بننا سکھایا آپؐ نے   زیست کا مفہوم دنیا کو بتایا آپؐ نے

(سیّد انور ظہوری)

مساوات

اسوۂ حسنہ کی کلیاں ہر گلستانِ اخلاق و ادب میں چٹکتی ملتی ہیں۔ معاشرتی زندگی ہو یا معاشی پہلو ہر قیام پر اخلاقی اقدار ضیا بار نظر آتی ہیں۔ احترامِ انسانیت کا درسِ منور بھی ادنیٰ و اعلیٰ کی تخصیص کے بغیر جاری رہا۔ مساوات کی قدر کا حسیں اسلوب آقا اور خادم کو ایک صف میں کھڑا کردینے سے ملا، ایک ہی دسترخوان پر بیٹھنے سے ملا۔ مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔ ''کل مومن اخواۃ'' اسی خلقِ عظیم کی دلیل ہے۔ جہاں انکساری و سخاوت، صداقت و امانت، عفو و رحم، زہد و قناعت کے درخشاں نمونے آپؐ کے اخلاقِ عالیہ کی ضیائیں پھیلاتے ہیں وہاں آپؐ کی مساوات پسندی کی جہتیں بھی

منزلِ مقصود کا پتا دیتی ہیں۔ آیئے مساوات کے لہلہاتے گلشن سے یاسمین ونسترن کی چند کلیاں زیب گلو بنائیں۔

سفر کی کیفیات اور صعوبتوں کی تلخیوں سے کون واقف نہیں ہے۔ پھر اجتماعی سفر تو اور بھی لطف اندوز ہوتا ہے، محبت و ہمدردی، ایثار و رحم دلی جیسے لمحات جب در آتے ہیں تو دل کے غنچے چٹک اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ سرورِ کائنات ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ رواں دواں تھے یہ قافلۂ حق مسافت کی طویل گھاٹیوں سے گزرا تو ایک جگہ کچھ دیر کے لیے قیام پزیر ہوا۔ چناں چہ اس مقام پر کھانے کا اہتمام کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے ایک بکری ذبح کی۔ پھر دوسرے کام آپس میں اس طرح تقسیم کیے کہ ایک نے کہا، کھال میں اُتاروں گا۔ دوسرے نے کہا گوشت میں بناؤں گا۔ تیسرے نے کہا میں پکاؤں گا۔ اسی اثنا میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آگ جلانے کے لیے لکڑیاں میں چن کر لاؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ہوتے آپ کیوں زحمت فرمائیں۔ حامی غم گساراں ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے ممتاز کروں، اللہ تعالیٰ یہ بات پسند نہیں کرتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہو کر بیٹھے۔'' یہ فرما کر آپؐ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں سے لکڑیاں لائے۔

امتیازِ خادم و آقا مٹا کر بے دریغ
فطرتِ انساں کی لغزش کا ازالہ کر دیا

(محمد کبیر رسا)

سلطاں اور ہم دوشِ گدایاں مولا اور شیدائے غریباں
خضر رحم اور جادۂ خدمت صلی اللہ علیہ وسلم

(روش صدیقی)

محسنِ انسانیت ﷺ کی نظر میں امیر و غریب، صغیر و کبیر، آقا و غلام سب برابر تھے۔ آسمانِ نبوت میں چند چمکتے ستارے ایسے بھی تھے جو سردارانِ قریش کے غلام رہ چکے تھے، صہیب رومیؓ اور بلال حبشیؓ ان میں مصائب کی تند و تیز چکیوں میں پستے رہے مگر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے تو سیّدنا بلالؓ اور سیّدنا صہیبؓ بنے اور رؤسائے قریش سے کسی طرح کم رُتبہ نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ صہیبؓ و

بلالؓ ایک مقام پر اکٹھے تھے، اتفاق سے ابوسفیان اسی طرف سے گزرے۔

حضرت بلالؓ نے کہا، ''ابھی تلوار نے اس دشمنِ خدا کی گردن پر پورا قبضہ نہیں پایا۔''

حضرت ابوبکرؓ نے سنا تو کہا، ''سردارِ قریش کی شان میں یہ الفاظ۔''

پھر وہ خیر الخلائق ﷺ کی خدمت میں آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا؟ ان کو ناراض کیا تو خدا کو ناراض کیا۔''

حضرت ابوبکرؓ سنتے ہی فوراً اُٹھے اور صہیبؓ و بلالؓ سے کہا، ''بھائیو! آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوئے۔'' انھوں نے کہا، ''نہیں، خدا تمھیں معاف کرے۔''

یہ ہے مساواتِ احمد مجتبیٰ ﷺ کا وہ اعلیٰ نمونہ جس میں خلقِ عظیم کا نور ہے جو قلب و نظر کو منور کرتا ہے۔ شعرائے نعت خلقِ عالیہ کے اس گل پُر ضیا سے اپنے کلام کو تابانی عطا کرتے ہیں۔

تمیز بندۂ و آقا زمانے سے مٹا ڈالی   مساوات و اخوت کی زمانے میں بنا ڈالی

(حافظ لدھیانوی)

وہ جس کی چشمِ کرم سب کے حال پر یکساں   فقیر ہو کہ شہنشہ، امیر ہو کہ غریب
ایک سے ہیں تونگر و نادار   محسنِ خلق کی عدالت میں

(حفیظ تائب)

کشادہ سب کے لیے ہے، امیر ہوں کہ فقیر   یہ آپؐ ہی کے درِ مہرباں کی عادت ہے

(عاصی کرنالی)

اونچ نیچ آدمیّت کا مقسوم تھی   آپؐ آئے تو انساں برابر ہوئے

(جعفر بلوچ)

آپؐ کے درسِ مساوات و اخوت کے طفیل   ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے تھے محمود و ایاز

(جعفر حسن جعفر)

دیا اپنے غلاموں کو شکوہ قیصری تُو نے   کیا شاہوں کو آگاہِ مقامِ بندگی تُو نے

(طاہر شادانی)

ایک تھے تیرے لیے بوذرؓ و سلمانؓ و بلالؓ   اس مساوات کے شاہد ہیں عرب اور عجم

(طفیل ہوشیار پوری)

ترے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی
ترے غلاموں کو روندتے دیکھتا ہوں فرعون کی خدائی

☆

یہ دیکھتا ہوں غلام و آقا کا فرق تُو نے مٹا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں کہ تو نے شاہ و گدا کو ہم سر بنا دیا ہے

(تاجور نجیب آبادی)

ایک ہی صف میں بیٹھے گا ہر آدمی یہ مدینے کے والی کا دستور ہے

(اقبال نجمی)

جو صدیوں سے تھے باہم خوں کے پیاسے کیے وہ متحد اس نے قبائل

(عابد نظامی)

اونٹوں کے چرانے والوں نے اس شخص کی صحبت میں رہ کر
قیصر کے تخت کو روندا، کسریٰ کا بھی دامن چاک کیا

(خالد شفیق)

ہیں جو مطلوب مساواتِ نبیؐ کے چرچے تو یہ تفریقِ من و تو مٹا دی جائے

(محمد اکرم رضا)

عدل و انصاف

معاشرتی و سیاسی زندگی میں عدل و انصاف کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں پھر اخلاقِ حسنہ میں عدل و انصاف ایسا پُر بہار پھول ہے کہ جس کی خوش بو سے تقویٰ معراجِ کمال کو پہنچتا ہے۔ خالقِ کائنات نے عدل و انصاف کے متعلق اپنی کتابِ مبین میں جس حسنِ انداز میں فرمان جاری کیا ہے:

اے نبیؐ! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمھاری طرف نازل کی ہے تا کہ جو راہِ راست اللہ نے تمھیں دکھائی ہے، اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ (النساء:۱۰۵)

رحمتِ عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ احکامِ خداوندی کا روشن نمونہ ہے۔ آپؐ کی سیرتِ طیبہ میں

اخلاقِ عالیہ کا یہ پھول مہکتا ملتا ہے بلکہ ربّ کائنات نے اہلِ ایمان کو سرورِ کائنات ﷺ کی اطاعت میں اس قدر کی طرف توجہ دلائی ہے اور باہمی اختلافات میں حضور ﷺ کو قاضی مقرر فرمایا ہے:

اے نبیؐ! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ کامل طور پر تسلیم کر لیں۔ (النسا:۶۵)

اخلاقِ عالیہ کا یہ وصف ہر انسان کو متقی اور با اعتماد بناتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کی ترقی اور بھلائی بلکہ حکومت کی بقا کا راز اس میں مضمر ہے۔ اسی لیے تو عدل کو حکومت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، اعتبار و اعتماد کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں۔ محسنِ انسانیت ﷺ کی حیاتِ طیبہ بچپن سے لے کر آخری عمر تک ان اقدارِ عظمیٰ سے لبریز ہیں۔ صرف چند شاداب لمحات کو پیش کیا جا رہا ہے انھیں حرزِ جاں بنایئے۔

غنچہ ابھی چٹکا نہیں تھا کہ عرب کے دستور کے مطابق بنو سعد کی فضاؤں میں عطر بیز ہونے لگا۔ آپؐ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ مکہ کی پُر نور وادی سے لے کر اپنے قبیلے میں اپنی قسمت کو جگانے کے لیے محمد ﷺ کو لے گئیں۔ پیارا پیارا حضرت آمنہؓ کا راج دُلارا کتنا حسین و جمیل تھا کہ جو دیکھتا قربان ہوتا جاتا۔ حلیمہ سعدیہؓ نے گود کیا لیا کہ ہوائیں گنگنانے لگیں۔ فضائیں نور برسانے لگیں، علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا اور شیر خوار بچہ محمد ﷺ سب کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن گیا۔ محمد ﷺ رضاعی ماں کی گود میں مسکراتے تو وہ بلائیں لیتیں۔ عدل و امانت کا یہ عالم کہ جب ماں دودھ پلاتیں تو صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیتے اور دوسری چھاتی کو منھ تک نہ لگاتے بلکہ اپنے شیر خوار بھائی حلیمہ سعدیہ کے حقیقی بیٹے کے لیے چھوڑ دیتے۔

عدل و انصاف کا ایک اور سبق آموز واقعہ سن لیجیے۔ دل کی تمنائیں مچل اُٹھیں گی اور قلب و جگر تصدق ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری میں کھیت کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ انصاری کہتا تھا کہ پہلے میں کھیت کو پانی دوں گا اور زبیرؓ کہتے تھے کہ پہلے میں دوں گا۔ دونوں نے اپنا مقدمہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے مقامِ متنازعہ کا نقشا طلب فرمایا۔ نقشا دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس پانی کے قریب پہلے حضرت زبیرؓ کا کھیت ہے اور اس کے بعد انصاری کا۔ چناں چہ عادلِ اعظم ﷺ نے فیصلہ دیا کہ پہلے پانی زبیرؓ اپنے کھیت کو لگا لیں اور پھر انصاری کو دے دیں۔

انصاری یہ سن کر کسی قدر غصے میں آ گیا اور حضور اکرم ﷺ سے کہنے لگا۔ حضرت زبیرؓ آپ کے رشتے دار ہیں، اس لیے آپؐ نے ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ کو انصاری کی یہ بات ناگوار معلوم ہوئی مگر حضور ﷺ نے طیش میں آئے بغیر کمالِ تحمل سے فرمایا: ''اے نادان! اگر میں نے بھی انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا؟ خدا کی قسم جس نے جانب داری سے کام لیا اور انصاف چھوڑ دیا وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔''

امام الانبیا ﷺ کی حیاتِ مطاہرہ میں ایسے اخلاقِ حسنہ کے بے شمار گہر ہائے گراں مایہ چمکتے دمکتے ملتے ہیں۔ یہ پُر انوار جذبات و احساسات نعت کی متاعِ عزیز کو ضوفشاں کرتے ہیں۔ محبت کے یہ نغمے احساس کی تاروں کو جھنجھوڑتے اور صدائے پُر تاثیر سے پاکیزگی (Cathersis) عطا کرتے ہیں۔ عدل و انصاف کے مرحلے میں دیانت در آتی ہے جو سرمایۂ حیات ہے۔

عدل کیا ہے ترے سیرت کا ذرا سا اظہار	روشنی کیا ہے ترے قول کی سچائی ہے
(عاصی کرنالی)

اس نے دنیا کو وہ میزانِ عدالت بخشی	جس سے انصاف کا مفہوم سمجھ میں آیا
(محسن احسان)

وہ کہ ہے عادل و عزیز و امیں	وہ کہ ہے شاہد و شفیع و شکور
عدل کا ان کے سر پر تاج	عقل و خرد پر ان کا راج
حق نے کہا انھیں سراج	تا ابد ان کی احتیاج
ان پہ ہیں دوجہاں فدا	صلِ علیٰ نبینا
کون ہم سر شہ انامؐ کا ہے	عدل واحساں میں خیر و برکت میں
اس کا پیام انس و مواخات، روحِ دیں	اس کا نظام عدل و مساوات، جانِ خیر
صدق و عدل وجود و حکمت کا وہی معیار ہیں	جو ہوئے ہیں فیض یابِ محبتِ خیرالانام
قائم کیا معاشرہ احسان و عدل پر	ماحول سے مٹا کے رسومِ کہن تمام
عدل و احساں کا نظامِ جاں‌فزا جس نے دیا	وہ محبت آفریں، رحمت سراپا آپؐ ہیں
(حفیظ تائب)

زمانے بھر کو سبق دیا ہے انھوں نے اخلاق و معدلت کا
یہ ان کی سیرت کا معجزہ ہے کہ سرنگوں قیصری ملی ہے
(راجا رشید محمود)

تُو نے کچلے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا	عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی
(خالد احمد)

درگہِ عدل میں یکساں ہیں شہنشاہ و فقیر	نہ یہاں فرقِ مراتب، نہ غرورِ نسبی
قرآن و دین و ایماں، تہذیب و عدل و احساں	ہیں اسوۂ نبیؐ کے کیا مقتدر حوالے
(عاصی کرنالی)

وہ روحِ عدل، وہ جانِ مساوات	صداقت کا امانت کا نشاں ہے
عدل و انصاف کے پرچم کو کیا تُو نے بلند	اک زمانے میں ہے مشہور عدالت تیری
(حافظ لدھیانوی)

آج بھی تو ہے چرچا یہاں آپؐ کے	عدل و انصاف کا، صدقِ گفتار کا
(گوہر ملسیانی)

گلشنِ نعت میں گل ہائے خلقِ عظیم چودہ صد سال سے مہکتے اور اپنی بہار دکھاتے آ رہے ہیں۔ اردو نعت بھی برصغیر پاک و ہند بلکہ تمام عالم میں اپنے جمالِ بے مثال کا نور پھیلاتی چلی آ رہی ہے۔ خلقِ عالیہ کا موضوع بھی اپنی وسعت کے لحاظ سے لاثانی ہے۔ رحمت للعالمین ﷺ کا احسانِ عظیم یہ ہے کہ آپؐ نے اپنے عمل و کردار سے اخلاقیات کے ایسے رنگارنگ پھول کھلائے ہیں کہ اگر انسانیت آج بھی اپنے دامن میں ان سے چند پھول بھر لے اور اپنے عمل کی زینت بنا لے تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ سیرتِ مطہرہ، اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ کے موضوعات شعرائے نعت کے احساسات و جذبات کی تاروں پر مضراب کا کام دیتے ہیں اور ان کے تخیل کو معراج اور اسلوب میں نکھار پیدا کر کے اردو شعر و ادب کو زرخیز بناتے ہیں۔

جب ہم گلستانِ مدحت میں اخلاقیات کی بہارِ جاوداں میں داخل ہوتے ہیں تو صدق و صفا، جود و سخا، ایثار و عطا، رحم و کرم، عفو و حلم، محبت و شفقت، حسنِ سلوک و شجاعت، صبر و استقامت، زہد و قناعت، عدل و انصاف، امانت و دیانت، مساوات و سخاوت کیسے کیسے اخلاقِ عالیہ اور اسوۂ حسنہ کے نگینے سرزمینِ نعت کو منور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک تڑپ ہے، ایک اضطراب ہے، ایک آرزو ہے، ایک جذبۂ شاداب ہے۔ ایک سچائی ہے، ایک اخلاص ہے، ایک محبت ہے، ایک حقیقت ہے جو ہر نعت گو کے قلبِ معطر میں موجزن ہے۔ اسوۂ حسنہ کی جھلک اخلاقِ مطہرہ کی چمک اور سیرتِ عظمیٰ کی دمک بصیرت افروز اور لطف اندوز ہے۔ نعت نگار اپنے تقدس آمیز جذبہ اور وجدانِ صادقہ سے اخلاقِ عالیہ کے سورج اُگاتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی وسعتِ نظر اور کشادگیِ قلب صنفِ نعت میں سرمایۂ حیات

اور فلاحِ دارین کی حسین کرنیں شامل کرتی نظر آتی ہیں۔

اصنافِ سخن میں صنفِ نعت کی جلوہ نمائی اور اس کے مضامین کی رعنائی فصاحت و بلاغت، تشبیہات و استعارات اور تراکیب و الفاظ کی ایسی چاندنی بکھیرتی ہے جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور کدورتیں ڈھل جاتی ہیں بلکہ نعت تو سوئے جذبوں کو جگاتی ہے۔ انسانیت کے لیے فضا کو اس طرح سازگار بناتی ہے کہ ہر کہہ و مہہ حبِ سرورِ کائنات ﷺ اور اتباعِ ہادیٔ برحق ﷺ کو اپنی زندگی کا اثاثہ سمجھنے لگتا ہے۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ نعت کی شعری کائنات اپنی وسعت کے لحاظ سے بے کراں ہے اور اخلاقِ حسنہ کے لولوئے لالہ کو تلاش کرنا قوت و بساطِ قلم کار خصوصاً مجھ جیسے حقیر و بیمار کے لیے دشوار ہے۔ پھر میرے کتب خانے میں نعت کا ایسا بڑا ذخیرہ بھی موجود نہیں جس کی مدد اس موضوع ''اخلاقِ نبویؐ اردو نعت کے آئینے میں'' کی کماحقہٗ تکمیل کا فریضہ انجام دے سکے مگر جناب سیّد صبیح رحمانی کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک کاوش ہے:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں خود بھی اس دور کے تقاضے کے مطابق اخلاقِ عالیہ کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے ایک اہم موضوع سمجھتا ہوں کیوں کہ اس عہدِ ناہنجار میں خلوص و محبت، عدل و انصاف، عفو و درگزر، صداقت و امانت اور ہر طرح کی اخلاقی اقدار کی بادِ بہاری اپنی شادابی بکھیرنے سے دُور ہو چکی ہے اور چاروں طرف بادِ خزاں کے جھونکے محوِ خرام نظر آتے ہیں اور آشوبِ زمانہ میں اخلاق کے پھول کھلانے کی ضرورت ہے اور خصوصاً مدحت نگار سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے ان گل ہائے دل پذیر کو چنیں اور ان جلوؤں سے دنیا کو روشنی فراہم کریں۔ قرآن حکیم بھی اسی کی دعوت دیتا ہے کہ اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ کی شمعیں جلائی جائیں۔

آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو بسا کر دل میں
عظمتِ فکر کی قندیل جلا دی جائے
دہر کو سیرتِ سرکارؐ سکھا دی جائے
سنگ باری جو کرے اس کو دعا دی جائے

(محمد اکرم رضا)

گوہر ملسیانی

رحمت و شفقت محسنِ انسانیت ﷺ
نعت کے آئینے میں

اصنافِ ادب میں صنف نعت درحقیقت محبت و الفت، عقیدت و اطاعت اور ریاضت و ودیعت کا ایسا فن ہے جس میں اگر عشق و مستی کی گرمی درکار ہے تو قلب و نظر کی بے انتہا پارسائی و نرمی بھی درکار ہے بلکہ قرآن کریم کے فرمان کے مطابق خلوصِ دل سے نعت کہنے کی ہدایت ہے:

ان اللّٰہ و ملئکته یصلون علی النبی یاایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب،۳۳۔۵۶)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان تم بھی خوب ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

یوں نعت حکم خداوندی کی اطاعت اور بقول پروفیسر محمد اقبال جاوید ''نمازِ نیاز'' بن جاتی ہے۔ جذبوں کی سرسراہٹ، سرمدی خیالوں کی جگمگاہٹ اور بادِ صبح گاہی کی گدگداہٹ نعت کے خمیر کی ٹمٹماہٹ میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ وہ روشنی ہے جو خانوادۂ عبدالمطلب سے طلوعِ سحر کی پیشانی پر ہویدا ہوئی۔ لب پر سلک عقیدت بن کر چمکنے دمکنے لگی، حضرت حسانؓ بن ثابت کی فکر رسا سے سخن کے آسمان پر ضیائے رخشندہ بنی۔ تخلیقی صلاحیتیں، جذبوں کی بشارتیں اور تحقیقی صداقتیں عہد بہ عہد اس کے افکار و انوار کی زینت بنتی رہیں۔ آج بھی یہ ضیا بار صنف سلطنت سخن پر حکمرانی کررہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عصر حاضر میں اس گلزارِ سدابہار کے مختلف پھول رنگ و نور کی صدہا شعاعیں، اسلوب کی متنوع پُر بہار ردائیں اور نفیس خیالات کی پارسا ادائیں لیے عشق و عقیدت نبی رحمت ﷺ کو نکہت نشاں بنا رہے ہیں۔

سرورِ کائنات ﷺ کی تخلیق و بعثت کا ارادہ کرنے والی ہستی خود ربّ کائنات ہے۔ وہ ذات، وہ باری تعالیٰ ''جس کی آیات کائنات کے ہر ذرّے میں نہاں، جس کی ذات کا، کوئی مثال ادراک نہیں کرسکتی، جس کی صفات کا کوئی زبان احاطہ نہیں کرسکتی۔'' (نقوشِ سیرت از شیر محمد زمان چشتی، ص ۶۳)
ربّ کائنات خود اپنے قرآن میں فرماتا ہے:

کہہ دیجیے کہ سمندر میرے رب کے کلمات کو احاطۂ تحریر میں لانے کے لیے روشنائی ہو، تو سمندر ختم ہوجائے گا، میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے، خواہ اس سمندر کے برابر اور لے آئیں، روشنائی کے لیے۔

(سورۃ الکہف، ۱۸:۱۰۹)

بلکہ اس تصور کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہا:

اگر زمین میں جتنے بھی درخت ہیں قلم بن جائیں اور سمندر اس کی روشنائی ہو اور اس کے ساتھ مزید سات سمندر بھی ہوں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں۔

(سورۂ لقمان ۳۱:۲۷)

یہ ایک ابدی صداقت ہے، جس کا اقرار ہر ذی شعور انسان کرتا ہے۔ ہم عموماً اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ کا ورد و وظیفہ کرتے ہیں۔ ان میں ''اللہ'' وہ اسم ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح اسمائے صفات میں بھی ایک ایسا نام ہے جو ذاتِ باری کی بنیادی ایسی صفت ہے جس کا مصداق اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ ہے ''الرحمٰن'' جسے ہم قرآن حکیم کی پہلی صورت میں اور ہر نماز میں بار بار پڑھتے ہیں:

الحمد للّٰہ ربّ العالمین. الرحمن الرحیم۔

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو رب ہے سب جہانوں کا، بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''الرحمٰن'' کی وضاحت فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

اسمائے حسنہ میں وہ اسم جو اس نظامِ وجدانی کا مبدا ہے اور جس کے بعد اور کوئی اسم نہیں وہ ''الرحمٰن'' ہے۔ میں ''الرحمٰن'' کی عمومیت اور علوم و معارف بیان کرنے سے قاصر ہوں...اس کے فیضان کی حیثیت...کلی...ہے اور اس فیضان کا مبدا ذاتِ اقدس کی رحمانیت مطلقہ ہے۔

(نقوشِ سیرت ۶۳:۶۴)

رحمٰن ہے رحیم ہے وہ اللہ الصمد
غفار ہے کریم ہے وہ اللہ الصمد
اے رحمٰن و ارحم، اے نورِ حقیقت
اے خلاقِ اکبر، اے حسنِ عبادت
تری مہربانی، تری ہے عنایت
زباں کا تکلم، بصیرت، بصارت
خیالوں میں رفعت جو ذوقِ ثنا ہے
یہ تیری عطا ہے، یہ تیری عطا ہے

(گوہرملسیانی)

یہ حقیقت سب پر آشکار ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے۔ اسی نے اس کائنات کی ہر چیز انسان، حیوان، نباتات، جمادات، فلکیات، دشت وجبل، بحر و بر، سب پر اپنی رحمت فرمائی ہے۔ وہ ''الرحمٰن والرحیم'' ہے وہ خالق اور رازق بھی ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس دنیا کی کس شے کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ کہاں پیاس ہے کہ کھیتیاں خشک ہو رہی ہیں۔ کہاں بھوک ہے کہ مخلوق کو خوراک کی ضرورت ہے۔ اس کی رحمت کا سمندر ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کہاں کسان اپنی فصلوں کے لیے بارش کی دعا مانگ رہا ہے، کہاں انسان وحیوان اپنی غذا کے لیے بے قرار ہیں۔ کہاں پھول مرجھا رہے ہیں اور گلستان ویران ہو رہے ہیں۔ کہاں پہاڑ پر سبزہ زرد ہو رہا ہے، کہاں دشت وصحرا میں جھاڑیاں مرجھا رہی ہیں، کہاں موسم خزاں میں درختوں کے پتے دوشِ ہوا پر ناچ رہے ہیں، کونپلوں کے لب بہار کی آمد کے لیے جمع ہو رہے ہیں تو اس کی رحمت جوش میں آ جاتی ہے، آسمان پر رحمت کی گھٹائیں چھا جاری ہیں پھر چھم چھم بارش برسا جاتی ہیں۔ دھرتی سیراب ہو جاتی ہے، روئے زمین شاداب ہو جاتی ہے۔ ریگستان میں بیر بوٹیاں سرخ مخملیں لباس زیب تن کر کے خنک نرم ریت پر رینگنے لگتی ہیں۔ یہی خالق کائنات اپنی رحمت کا نقشہ کھینچ کر قرآن کریم میں فرماتا ہے:

> وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں، پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے، پانی برسا دیتا ہے تو وہ کامیاب وخرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ (سورۂ روم ۳۰:۴۸)

علم وفکر کے اس شعبہ میں عمیق نظر ڈالیے تو معلوم ہو جائے گا کہ کائناتِ انسانی کا یہ عالم گیر نظام زندگی وشادابی اور افزائش وارتقا کی خوبیوں سے معمور ہے۔ اس میں جہاں حرکت وحیات اور نشوونما ہے وہاں حسن وجمال اور آرائش وزیبائی بھی ہے۔ یہ سب کچھ رحمت خداوندی کی کبریائی بھی ہے۔

پروردگارِ عالم کا یہ لطف واحسان ہے، اس کی رحمت کا فیضان ہے کہ وہ اس کائنات کی ہر ہستی کی احتیاج کا سامان کر رہا ہے، یہی تو صفت رحمٰن ہے جس پر ہر انسان کا ایمان ہے۔ اس رحمانیت کو دیکھ کر آج کے حکیم ودانا، مفکر وصاحب علم الکلام، فلاسفر اور موجدان مغرب حیران وششدر ہو رہے

ہیں کیوں کہ رحمت کی یہ بارش مسلسل برس رہی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

> ہم دیکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی کی فطرت میں بناؤ ہے، اس کے بناؤ میں خوبی ہے، اس کے مزاج میں اعتدال ہے، اس کے افعال میں خواص ہیں، اس کی صورت میں حسن ہے، اس کی صداؤں میں نغمہ ہے، اس کی بو میں عطر بیزی ہے اور اس کی کوئی بات نہیں جو اس کارخانۂ تعمیر ودرستگی کے لیے مفید نہ ہو۔ پس یہ حقیقت جو اپنے بناؤ اور فیضان میں ربوبیت سے بھی وسیع اور عام ہے، قرآن کہتا ہے کہ رحمت ہے اور خالق کائنات کی رحمانیت اور رحیمیت کا ظہور ہے۔ (''جمالِ سیرت'' از کرنل وصی الدین احمد، ص ۱۱۱۔۱۱۲)

ارشاد ربانی کچھ یوں بھی ہمارے سامنے اپنی رحمت کی وسعت کا اظہار کرتا ہے:

و رحمتی وسعت کل شیء. (الاعراف ۷:۱۵۶)

اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

جس طرح یہ صفت ''الرحمٰن'' صرف باری تعالیٰ کے لیے مختص ہے، اسی طرح یہ برگزیدہ وصف ''رحمت للعالمین'' بھی محبوب ربّ العالمین ﷺ کے لیے مختص ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے، اسی طرح ربّ العالمین نے محسنِ انسانیت ﷺ کے قلب مبارک میں اپنی مخلوق کے لیے محبت، شفقت اور رحمت کی صفات رکھ دیں۔ سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اس رحمت کا بین ثبوت ہے کہ کمالِ رافت ورحمت ہرلحہ، ہر واقعہ اور ہر بیان سے نورِ سحر کی طرح پھوٹتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ محبت، احسان، یہ شفقت، یہ نرمی اور یہ رقت آپ کی ہر ادا سے ظاہر ہے۔ یہ لطف، یہ کرم اور یہ فضل صرف عرب کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے ہر منطقہ اور ہر خطے کے لیے ہے۔ گورے کے لیے ہے، کالے کے لیے ہے، عربی کے لیے اور عجمی کے لیے ہے۔ مشرق کے لیے ہے اور مغرب کے لیے ہے، اس دور کے ہر انسان کے لیے ہے اور حشر تک کے ہر فرد کے لیے ہے بلکہ سارے جہانوں کے لیے آپ کی رحمت ہے۔ خالقِ کائنات نے اسی لیے تو یہ فرمان جاری فرما دیا:

و ما ارسلنک الا رحمة للعالمین. (الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر اس لیے کہ تمام جہانوں کے لیے رحمت کا ظہور ہو۔

یوں آپ کی ذات رحمۃ للعالمین بن گئی اور اس وصف میں یکتا ہوگئی۔

آپ کی بعثت رحمۃ للعالمین کے مرتبت کے ساتھ ایک ایسی صداقت ہے، ایسی حقیقت ہے، ایسی بشارت اور نوید ہے جو عالم عالمیان کو احساناتِ الٰہیہ بناتی ہے۔ (جمالِ سیرت، ص۱۱۹)

تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستم گری

(جوش ملیح آبادی)

ان مباحث کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ محسن انسانیت عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ جغرافیائی حدود و قیود سے ماورا ہر سمت اور گوشہ کو محیط ہیں۔ ''آپ کی رحمت کا فیض بلاقید زماں، عالم حاضر و عالم مستقبل، ہر زماں، اہل زماں کے لیے جاری ہے۔ دوست کی دوستی، جاں نثار کی جاں سپاری، صاحبِ خیر وخلوص کی غم گساری، اعدائے کینہ پرور کا عناد، مجوسی وصابی کا فساد، خاکی کا عجز، عالی کا فخر، ابلہ کی سادہ لوحی، جینئیس کی عبقریت، غریب کی غربت، قریب کی قربت... ہر کیفیت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت کا در کشادہ... ہر عالم میں رحمت محمدی ﷺ کی شان میں، آن بان میں، نہ کمی نہ تغیر اور کیسے ہو؟ کہ... شہنشاہِ ربّ العالمین نے خود محمد عربی ﷺ کو رحمت للعالمین کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ یہی عالمین کے کلمہ کی حکمت ہے، جامعیت ہے۔''

(نقوشِ سیرت، ص۶۷۔۶۶)

مظہر شانِ کبریا صل علیٰ محمدٍ   آئینۂ خدا نما صل علیٰ محمد

(حسرت موہانی)

اس رحمت عالم کی عطا سب کے لیے ہے   سرکار کی شفقت کی ردا سب کے لیے ہے

(ابوالخیر کشفی)

رحمت عالم بنا کر سارے عالم کے لیے   عالم انوار سے بھیجا گیا بطحا کا چاند

(ہوش اکبرآبادی)

زمیں بھی تیری ممنونِ کرم ہے آسماں بھی ہے
تری رحمت یہاں بھی ہے، تری رحمت وہاں بھی ہے

(عاصی کرنالی)

وہ جو ہیں رحمت کونین ہر زمانے میں   سراپا لطف و کرم تا ابد ہے جن کا وجود

(اختر الحامدی)

تری رحمت کی وسعت اے تعالی اللہ، تعال اللہ
چلے آئے سمٹ کر ہر دو عالم تیرے داماں میں

(عابد بریلوی)

اس کی شفقت ہے بے حد و بے انتہا، اُس کی رحمت تخیل سے ماورا
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا اس کی رحمت سے اس کو بسایا گیا

(کرم حیدری)

آپ کا فیض جا بجا، آپ کا لطف کو بہ کو
سینہ بہ سینہ، دل بہ دل، خانہ بہ خانہ کو بہ کو

(خالد بزمی)

شعرائے کرم نے رحمت للعالمینی کی اس صفت جاوداں کو اپنے اشعار کی دولت بناتے ہوئے تخیلات کی بلند پروازی میں بھی حقائق جامعہ کا نور اپنے سامنے رکھا ہے۔ اس مضمون کی رعنائی، اس موضوع کی گہرائی اور اس وصف کی عالم آرائی کے ادراک سے ان کا کیسۂ اسلوب مالا مال ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی رحمت کا بادل ہر کرۂ کائنات پر برستا ہے۔ وہ رحمت عالمین ﷺ ہیں، ان کے احسانات بھی کون ومکاں کی حدیں عبور کر جاتے ہیں۔ نعت کائنات ان کے ان عطیات سے جگمگا رہی ہے۔ اگر ہم اپنی اس دنیا میں اس رحمت کی ضیائیں دیکھیں، عرب وعجم کی انسانیت کو متمتع ہوتے دیکھیں تو عقل حیران، عشق پریشان ہوجاتا ہے۔ مدحت نگاروں کی حسیت، ان کی عجز کی چاشنی، ان کے فکر کی چاندنی اور ان کے جذبے کی دل کشی، رحمت کی وسیع کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ رحمت للعالمین ﷺ کی محبت میں کھلنے والے گل ہائے رنگارنگ اپنی بھینی بھینی، میٹھی میٹھی، مشامِ جاں میں اُتر جانے والی خوش بو سے ہر دل کو مہکا رہے ہیں، آئیے دیکھیے:

وہ ابر کرم، گنج عطا، بحر سخا ہیں   وہ رحمت کل ہیں وہ شہ ارض و سما ہیں

(افتخار احمد صدیقی بدایونی)

آپ کا آغوشِ رحمت وا ہوا سب کے لیے   ساری دنیا پر ہے دامانِ جہاں پرور کھلا

(عاصی کرنالی)

ہادی ملا ہے وہ کہ جو ہے رحمت تمام   احساں یہ خاص ہم پہ ہے ربِّ غفور کا
(زہیر کنجاہی)

برسا ہے شرق و غرب پہ ابر کرم ترا   آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب
(ظفر علی خاں)

تمام رحمت و بخشش، تمام لطف و کرم   متاعِ قلب گدایانِ بے نوا ہیں رسول
(اقبال صفی پوری)

ساقیِ محفلِ الست رحمتِ عام سے تری   آ گیا اعتدال پر کیف مزاجِ زندگی
(صاحبزادہ سیّد فیض الحسن)

نسیم رحمت عالم ہے باغِ ہستی میں   دلوں کو موسم گل باعث سرور ہوا
(منظور حسین منظور)

دوعالم ہیں منور آپ کے نورِ نبوت سے
دلوں کو ہے سکوں بس آپ ہی کے حسن رحمت سے
(منظور علی شیخ)

بحر سخاوت، کانِ مروت، آیۂ رحمت، شافعِ اُمت
مالک جنت، قاسم کوثر صلی اللہ علیہ وسلم
(امیر مینائی)

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ   ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
(اقبال)

کمالِ انسانیت کی مظہر ہستی، داعیِ اسلام ﷺ کی تربیت الہامی ہے۔ خود خالق ارض و سماوات نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی رہنمائی میں تربیت فرما کر مقامِ جلیلہ پر فائز فرمایا اور پھر کمالِ انسانیت اور کمالِ نبوت کا ایسا نمونہ بنا دیا کہ ہر وصف شمس و قمر کی طرح روشنی دیتا ہے اور جب اوصافِ حمیدہ کا مطالعہ قرآن و سنت کے حوالے سے کرتے ہیں تو صفاتِ عالیہ کی ایک کہکشاں پھیلی ہوئی پاتے ہیں، جس میں اوصاف کے مدارج کے لحاظ سے چھوٹے بڑے ستارے اپنی شان دکھاتے ہیں۔ قرآن خود جب اس عظیم انسانیت کی سیرت، شخصیت، احساسات و جذبات کی تصویر پیش کرتا ہے تو اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو دعوتِ اطاعت دیتا ہے۔ عالم ہائے فانی و جاودانی میں خصوصاً سرورِ کونین ﷺ کی صفت رحمت

کے احوال کی نشان دہی کرتا ہے بلکہ سحر آگیں کتاب لوگوں کے لیے رحمت بنا دی گئی ہے۔ آپ پر اسے نازل فرما کر رحمت کی کل شکلیں واضح کر دی ہیں۔

او لم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم. ط ان فی ذلک لرحمة و ذکری لقوم یومنون۔ (العنکبوت۲:۵۱)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو انھیں برابر سنائی جا رہی ہے جو لوگ یقین لکھنے والے ہیں بلاشبہ ان کے لیے اس نشانی میں سرتا سر رحمت اور فہم و بصیرت ہے۔

یہ وہ ہدایت اور بارانِ رحمت ہے جو خالق کائنات نے رسولِ اکرم ﷺ کو عطا کی اور آپ نے اس رحمت کے ذریعے انسانیت کی مردہ روحوں میں حرکت و جنبش پیدا کر دی، انھیں تر و تازگی بخشی، جس سے اس دنیا کے بے کس اور بے نوا نمودِ زندگی سے تجدید حیات پا گئے۔

ہے جہاں بھی حکومت خدا کی، رحمتیں ہیں وہیں مصطفیٰ کی
سارے عالم ہیں چشم کرم میں، کس جگہ کملی والا نہیں ہے
(سیّد صبیح رحمانی)

عرب کے واسطے رحمت، عجم کے واسطے رحمت   وہ آیا لیکن آیا رحمت للعالمیں ہو کر
(ظفر علی خاں)

سرورِ عالم نے دی ہے فکر قرآن حکیم   ذہن اہل دانش و بینش کو تاباں کر دیا
(گوہر ملسیانی)

اللہ اللہ خُسرو کون و مکاں   راہرو کے بوجھ اٹھانے آ گئے
(شکیل بدایونی)

جو تو نے دست کرم رکھ دیا زمانے پر   وجودِ کون و مکاں نے سعادتیں پائیں
(عاصی کرنالی)

سنایا مژدۂ قرآں، دکھایا جادۂ منزل   وہ لے کے رحمت باری جہاں کے رہنما آئے
(گوہر ملسیانی)

سب سے بڑھ کر آپ کا احسان ہے انسان پر   نور کی دنیاؤں کا آیا اسے پختہ یقیں!
ہم کلامی کا شرف بخشا جو خالق نے اسے   درمیاں میں آئی ذاتِ رحمت للعالمیں!

(عزیز احسن)

سر دشت زیست برس گیا، جو سحابِ رحمت مصطفےٰ　　نہ خرد کی بے ثمری رہی، نہ جنوں کی تشنہ لبی رہی

(حفیظ تائب)

رحمت دوجہاں شہ ابرار　　آج گویا ہے پھر لب اظہار

(محمد مسعود اختر)

وہ نورِ جبیں سارے زمانے کا اجالا　　وہ نقش قدم سایہ فگن ہست و عدم پر

(حنیف اسعدی)

نعت کے گلشن میں مختلف رنگوں کے گلاب کھلے ہوئے ہیں لیکن محسنِ انسانیت ﷺ کی رحمت کا گلاب اپنا رنگ، اپنی بہار، اپنا وقار، اپنا افتخار اور اپنا معیار، الگ اور اعلیٰ نکھار رکھتا ہے۔ وہ شعرا جنھیں توفیق خداوندی ملی اور رحمت عالم ﷺ کی مدح سرائی میں خیالات کے نگینے، الفاظ و تراکیب کے قرینے اور اظہار و اسلوب کے خزینے ملے، انھوں نے رحمت کے ایسے گہر ہائے گراں مایۂ عقیدت خیر البشر ﷺ میں منتخب کیے کہ نعت کائنات، چمک دمک اٹھی۔ وہ اُس عشق و محبت کی وادی میں سرگرداں نظر آئے، جہاں ہر طرف رحمت للعالمین ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی چاندنی بکھری اور نکھری ہوئی ہے۔ ہر جذبہ اس رحمت خاص کا تمنائی اور ہر خیال شفقت شہ کونین ﷺ کا شیدائی نظر آیا۔ ہر دل سے اسی نیر تاباں لطف و کرم کو پانے کی خواہش نکلتی دکھائی دیتی ہے:

رحمت خاص کی اُمید لیے بیٹھا ہوں　　حسرتِ سوختہ سامانِ رسولِ عربی

(حسرت قریشی)

بے چارگاں کے واسطے تم رحمت تمام　　زخمی دلوں کے واسطے راحت تمھارا نام

(سجاد باقر رضوی)

نظامی! رحمت عالم کی بارگاہ میں چل　　وہیں نجات غم دوجہاں سے ملتی ہے

(طاہر نظامی)

میں بھی ہوں دیر سے تری رحمت کا منتظر　　مل جائے وہ نظر جسے تیری عطا کہوں

(شہزاد احمد)

جو دل کہ ترے پیار کی لذت سے ہیں محروم　　وہ بھی تری رحمت کے طلب گار ملے ہیں

(سرو سہارنپوری)

میں جہاں جہاں ہوا ہوں ترے نام سے سوالی　　تری رحمتوں نے بڑھ کر مری آبرو بچا لی

(ساحر صدیقی)

اک ایک کر کے دیکھ لیے چارہ گر مگر　　کیا ہوگا میرے درد کا چارا ترے بغیر

(اعظم چشتی)

جو تو نے دست کرم رکھ دیا زمانے پر　　وجودِ کون و مکاں نے سعادتیں پائیں

(عاصی کرنالی)

مجھ کو کسی سے حاجت چارہ گری نہیں　　ہر غم مجھے عزیز کہ غم خوار آپ ہیں

(احمد ندیم قاسمی)

مرا قلم موتیوں سے الفاظ لکھ رہا ہے　　یہ معجزہ، رحمت کے ساگر کا معجزہ ہے

(محمد مسعود اختر)

ملا ہے مرسل رحمت کا داماں　　غم دوراں سے اب کیا واسطہ ہے

(حفیظ تائب)

تاریخ عالم کے سب ابواب کا باریک بینی سے مطالعہ کیجیے۔ خسروانِ شرق و غرب کے کارناموں کے اسباب و علل پر غور فرما لیجیے۔ سرخاب کا پر لگا کر اُڑنے والے شان و شکوہ کے مالک امرا کی زندگی کے لمحات کا مشاہدہ کیجیے، یہاں تک کہ ربّ کائنات کے فرستادہ انبیا و رسل کی حیات طیبہ پر نظر ڈال لیجیے، کہیں بھی آپ جیسا رحیم و کریم، شفیق و قسیم، حسیب و ندیم اور رحمت للعالمین ﷺ نہیں ملے گا۔ آپ ایک ایسے شجر سایہ دار اور رحمت پروردگار ہیں کہ آپ کی رحمت و رافت بحر ناپیدا کنار ہے۔ مدحت کے نغمات الاپنے والا ہر شاعر اس ابدی صداقت کو اپنے اسلوب کی فصاحت و بلاغت میں نگینوں کی طرح جڑ کر ایسی مرصع کاری انجام دیتا ہے کہ رحمت کے علوم و معارف کو ہر مومن کی متاعِ عزیز بنا دیتا ہے۔ خود بھی رؤف الرحیم ﷺ کے در سے نعمت عظمیٰ پاتا ہے اور قاری کو بھی اس لطف و کرم کی بارش سے نہال کر دیتا ہے۔ شعرائے کرام کے ان اشعار میں رحمت عالم کی عظمت و عزیمت، شفقت و رحمت اور معرفت و حکمت کے پیش کردہ خیالات کی خوشہ چینی کیجیے:

وہ شاہبازِ وحدت　　شاہِ جہاد و ہجرت
جس خوش لقا کا اسوہ　　جس خوش ادا کی سنت
بے کس کی دست گیری　　مظلوم کی اعانت

معذور کی کفالت | محروم کی وکالت
تا حدِ ظرف و وسعت | خلقِ خدا کی خدمت
بہبودِ نوعِ انساں | فوز و فلاحِ اُمت
وہ پیکرِ صداقت | جس کا علم صداقت
سلطانِ علم و عرفاں | خاقانِ حرف و حکمت
سالارِ عشق و مستی | سردارِ عزم و ہمت
کہتی ہے ساری خلقت | جس کو رسولِ رحمت

(عبدالعزیز خالد)

آزما کر میں نے دیکھے ہیں سبھی درد آشنا | کوئی بھی تجھ سا نہیں یا رحمت للعالمیں
گلشنِ ہستی میں نکہت بار ہے مثلِ گلاب | تیرا ہر حرفِ حسیں یا رحمت للعالمیں
ایک مدت سے ہے بارانِ کرم کی منتظر | میرے دل کی سرزمیں یا رحمت للعالمیں
تیری رحمت کی طلب ہر حال میں تائب کو ہے | رحمت للعالمیں یا رحمت للعالمیں

(حفیظ تائب)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے | غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر | وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(اقبال)

سلام اس پر......جو بے نواؤں کا آسرا ہے

جو سارے عالم کی ابتدا ہے | جو سب زمانوں کی انتہا ہے

(اطہر نفیس)

صنف نعت میں محبوب ربّ جلیل ﷺ کی رحمت کا مضمون متقدمین سے متاخرین تک اور گزشتہ تین دہائیوں سے شعرائے کرام کی قلبی تمناؤں کا محور و مرکز رہا ہے۔ یہ ایسا نور ہے جو رحمت دوعالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے آسمان سے روئے زمین پر اس طرح بکھر رہا ہے کہ آج بھی بشری کمزوریوں اور زندگی کی لاچاریوں کے اندھیرے کو دُور کر رہا ہے۔ یہ نور لازوال ہے۔ اس کی خصوصیات بے پایاں ہیں۔ یہ ہر شاعر کے ترانے کی روح بنتا ہے۔ اس نور سے عنایات کی ایسی کرنیں پھوٹتی ہیں کہ ساری دھرتی جگمگا اُٹھتی ہے۔ یہ قرآنِ حکیم کی آیات سے ساون کے بادل کی طرح برستا ہے،

ارشاداتِ نبی رحمت ﷺ کے ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ سے ٹپکتا ہے۔ یہ موضوع ہر شاعر کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ خیال وفکر سے لے کر جذبۂ اظہار تک اس موضوع کی ضیائیں شاعر کو تڑپاتی اور آرزوؤں کو گرماتی رہتی ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور انعام ہوسکتا ہے کہ قلب وزبانِ شاعر رحمت کی شیرینی، شفقت کی تابانی کی دولت سے مالا مال ہوجاتے ہیں۔ جب نعت کے نغمے رحمت کی چاشنی لے کر منصۂ شہود پر آتے ہیں تو نہ صرف شاعر بلکہ قاری و سامع کو بھی نکہت نشاں کر جاتے ہیں۔

ہمارے لیے بزمِ رحمت میں آنا، یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟
رسولِ مکرم کی اُمت پہ اُن کی عنایت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

(اختر موہانی وارثی)

مرے اشکوں کی پرواہی کہاں دامانِ عالم کو | ارم بس دولتِ شفقت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
درِ سرکارِ رحمت پر رسائی ہوگئی میری | مجھے ہر نصرت رحمت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

(ارم حسانی)

تری سرکار بڑی ہے مولا | تو تو رحمت کی جھڑی ہے مولا

(شیر افضل جعفری)

کعبے سے اٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں | مقبول ہوئیں تشنہ نصیبوں کی دعائیں

(اقبال عظیم)

حدتِ حشر میں گرمی سے بچانے کے لیے | کوئی سایہ ہی نہیں دامن رحمت کے سوا

(بشیر واری)

کھلا ہے عام باڑا رحمت للعالمینی کا | بقدرِ ظرف اس نعمت سے حصہ ملتا جاتا ہے

(جام نوائی بدایونی)

کرم ہوا ہے تو یوں بھی کرم ہوا اُن کا | میں سوچتا تھا ابھی عرضِ مدعا کے لیے

(جعفر شیرازی)

درد کے واسطے ہوئی بارشِ رحمت نبی | اشک بہ اشک، یم بہ یم، سیل بہ سیل، جو بہ جو

(درد کاکوروی)

اب بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں ہے | کل بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں تھا

(حافظ مظہر الدین)

جس سے خوش حاصل ہوئی ہے سرزمین زندگی — وہ تلطف آشنا رحمت کا دریا آپ کا

☆

نظر اُن کے درِ اقدس پہ جمی رہتی ہے — شان ہے جن کی غم دل کا مداوا کرنا

☆

میرے غم خانے کو ہے ان کی توجہ درکار — جن کو آتا ہے تبسم سے اُجالا کرنا

☆

بھول جاتے ہیں درد و غم تائب — سن کے لطف عمیم کی باتیں

(حفیظ تائب)

لطف خدائے پاک کی تصویر کھنچ گئی — پھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مصطفٰے

(ظفر علی خاں)

وہ رحمت کونین کہ الطاف سے جس کے — دنیا کے خداوند ہوئے ہم سے گنہگار

(یوسف ظفر)

سفر کے سارے مراحل میں، ان کی رحمت ہے — خدائے پاک نے رکھا ہے سرفراز مجھے

(مسعود اختر)

قرآن حکیم میں کئی آیات میں اس کتاب کو سراپا رحمت قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کے انسان جس قدر فیضانِ رحمت کے محتاج ہیں، اس کی خبر خالق کائنات کو ہے، اس لیے پروردگار نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ اللہ کی رحمت کل کائنات پر چھائی ہوئی ہے قرآن حکیم میں خالق ارض وسماوات نے اس رحمت کے لیے اپنے قرآن کو نازل کرنے کا پوری محبت سے ذکر کیا ہے:

یاایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور. و هدی و رحمة للمومنین۔ (یونس۱۰:۵۷)

لوگو! تمھارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔

اس کو انسان کی رہنمائی کے لیے پیش کرنے والا رحمت للعالمین ہے تو یہ کتاب ہر انسان کو پیغامِ رحمت

دیتی ہے اور اس کی دنیا و آخرت کی فلاح بنتی ہے۔ پھر رحمت للعالمین ﷺ کی ہدایت وشفقت، رحمت و محبت انسانیت کے لیے اخلاقی، سماجی اور معاشی و معاشرتی اقدار لے کر آئی، جب یہ انسان ایک اُمت بنے تو یہ اُمت رحمت کہلائے اور خدائے عزوجل نے اسے بہترین اُمت قرار دیا۔

کنتم خیر اُمة اُخرجت للناس۔ (آلِ عمران ۳:۱۱۰)

تم ہو (اے مسلمانو! وہ) بہترین اُمت جو نکلے انسانوں کی (رہنمائی) کے لیے۔

سرورِ کائنات ﷺ کی رحمت للعامینی کا جو فریضہ خالق کائنات نے سونپا، وہ بھی سراسر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عرفان کے بحرِ بے کراں سے نوازا۔ قرآن کریم عطا فرما کر ہر قسم کی دنیوی اور روحانی، فکری اور وجدانی تجلیات فراہم کیں۔ آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی رحمت سے عالم و فاضل، مفکر و مدبر، شاعر و ادیب کو دنیائے فانی کے انسانوں کو بہارِ زیست کے حصول کا سلیقہ سکھانے کی تعلیم دی۔ دارِ ارقم وہ پہلی جامعہ ہے جو دعوتِ اسلام کے پانچویں سال قائم ہوئی۔ جب مکہ میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلنے لگیں، سردارانِ قریش نے اہل حق پر اپنی سختیاں تیز کر دیں۔ مٹھی بھر اہل ایمان کو امان کی تلاش ہوئی تو رحمت عالم ﷺ بے قرار ہو اُٹھے۔ بنو مخزوم کا ایک حسین و جمیل نوجوان ابوعبداللہ ارقم بن ابی الارقم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خود درخواست گزار ہوا اور کوہِ صفا کے دامن میں اپنی وسیع حویلی کو حضور اکرم ﷺ کی نذر کر دیا، مسلمان اس میں جمع ہو کر آپ سے ہدایت اور علم لدنی حاصل کرتے۔ مشکرین کی مجال نہیں کہ اس میں داخل ہوسکیں۔ رحمت للعالمین ﷺ کا چہرۂ مبارک جوشِ مسرت سے ٹمٹما اُٹھا۔ آپ نے پیش کش قبول فرمائی۔ دارِ ارقم اہل حق کا مرکز بن گیا۔ جو ایمان لاتا کشاں کشاں اس مہکتی فضا میں چلا آتا۔ رحمت سرور عالم ﷺ سب کو اپنے دامن میں سمائے چلی جاتی۔ رات اپنی زلفیں بکھیر دیتی تو دارِ ارقم کی فضا رحمت کون و مکاں ﷺ کی تلاوت سے گونج اُٹھتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ کی تلاوتِ قرآن کے رموزِ کائنات پاتے۔ رحمت کا وہ کیسا سماں ہوگا کہ دارِ ارقم کی دیواروں سے باہر قریش کے سردار چھپ چھپ کر آتے اور تلاوت سنتے۔ جوں ہی ایک دوسرے کا سامنا ہوتا، شرمندہ ہوتے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی تلاوت، رحمت کا وہ بہتا دریا ہے جس سے سب سیراب ہوئے۔ محسنِ کائنات ﷺ کی اس رحمت کا تذکرہ آج بھی دعوتِ عمل دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے، اس آیت کریمہ پر غور فرمائیے:

لقد من اللّٰه علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا

علیهم ایته و یزکیهم و یعلمهم الکتب والحکمة۔

(آلِ عمران ۳:۱۶۴)

یقیناً اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے۔

قرآن کی رحمت کے حوالے سے رحمت للعالمین ﷺ کے فریضۂ دین کی بجا آوری میں کس قدر رحمت وشفقت ہے۔ حکمت و دانائی اور فکر وشعور سے منور رسولِ رحمت ﷺ کی تعلیم انسان کی دنیوی زندگی کا اثاثہ ہے۔ کیا وہ تمام ہدایات رحمت کا خزانہ نہیں ہیں؟ اسی رحمت نے آدمی کو اشرف المخلوقات بنایا۔ صاحب تخلیقات وتعلیمات بنایا۔ وہ اس کائنات میں خیر کثیر کا مالک بنا۔ کیا یہ ظلوماً جہولاً انسان پر بے پایاں رحمت، جاوداں شفقت نہیں؟ کیا اس رحمت کی بدولت انسان ستاروں پر کمندیں نہیں پھینکتا؟ سمندروں کا سینہ نہیں چیرتا؟ فضاؤں کو تسخیر نہیں کرتا؟ وہی انسان جو پہلے تاریکیوں میں بھٹکتا، نانِ شبی کو ترستا، زمین پر مور وملخ کی طرح رینگتا اور انسانیت کا اعلیٰ مقام پانے کے لیے تڑپتا تھا، آج رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت سے لبریز تعلیمات سے اس کائنات کا انسان معاشرتی، معاشی اور تہذیبی اقدار سے پوری طرح آشنا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے رنگ ونسل کے تفاخر کو اپنے پاؤں تلے کچل دیا ہے۔ کدورتوں کے بت پاش پاش کر دیے ہیں۔ سرکش وخودسر قعرِ مذلت میں جا گرے ہیں۔

رحمت وشفقت کی بادِ بہاری رواں دواں ہے۔ محبت کی کلیاں چٹکتی اور انس ومحبت کے غنچے کھلتے ہیں۔ نعت کی سرزمین میں رحمت کے ایسے ایسے پھول مہکتے ملتے ہیں، جن کی نکہتیں ضمیر انسان کو بیدار کرتی اور اقدارِ محبت سے لبریز کرتی ہیں۔ تعلیماتِ رحمت کی کرنیں، شفقت والفت کی ضیائیں اس جہانِ انسانیت کو تابانی عطا کرتی ہیں۔ آج یہ دور جسے ہم نعت کا دور کہتے ہیں ایسے مضامین کو اپنے اشعار میں سموئے ہوئے ہے، جن کا رنگ دل کش، جن کا اسلوب پُر بہار، جن کا پیغام دلربا ہے۔ آیئے اس چمنستانِ نعت کی رحمت کی کلیوں اور شفقت کے پھولوں سے مشامِ جاں معطر کریں:

شہہ دیں کے فکر و نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخر منصبی، نہ رعونت نسبی رہی
سر دشت زیست برس گیا جو سحابِ رحمت مصطفیٰ
نہ خرد کی بے ثمری رہی نہ جنوں کی تشنہ لبی رہی

(حفیظ تائب)

عصیاں سے تطہیر ملی   آپ آئے توقیر ملی
ٹوٹا گم راہی کا فسوں   وحدت کو تعبیر ملی
قول و عمل سے آقا کے   قرآں کی تفسیر ملی

(سیّد صبیح رحمانی)

اسوۂ رحمت عالم تو بلاتا ہے ہمیں   مشکلیں جو بھی زمانے کی ہیں آساں کر لیں

(شوکت ہاشمی)

اہل دنیا کو ملی ہے جن سے گوہر روشنی   نورِ حکمت سو بسو ہیں محسن انسانیت

(گوہر ملسیانی)

منارِ رشد و ہدایت، سحابِ رحمت و جود   مرے رسول کا اسوہ، مرے نبی کا وجود
نبی نے ضربت خلق عظیم سے توڑے   کدورتوں کے طلسمات، رنگتوں کے قیود

(حفیظ تائب)

سرکشوں نے آپ سے پایا شعورِ زندگی   خود سروں کو آپ نے بخشے مقاماتِ نیاز

(جعفر حسن جعفر)

بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشک خضر بنا دیا   راہ زنوں کو دی ندا بن گئے شمع رہبری

(جوش ملیح آبادی)

آپ نے خائنوں کو بنایا امیں   تھے جو رہزن بنے رہنما آپ سے
دل مجلّا ہوئے، سینے روشن ہوئے   پائی فکر و نظر نے جلا آپ سے

(ضیا محمد ضیا)

بندوں کو خدا کی رحمت کا مژدہ وہ سنانے آئے تھے
کس طرح رہیں ہم دنیا میں خود رہ کے بتانے آئے تھے
نیکی کا پڑھایا ہم کو سبق دکھلائی راہ بھلائی کی
جڑ کاٹی ساری بدیوں کی ڈھا دی دیوار بڑائی کی

(نیر دہلوی)

معارف کا خیاباں تازہ جس کی رشحہ باری سے

مکارم کا چمن شاداب جس کی آبیاری سے
شناسا جس نے عالم کو کیا توحید باری سے
دلوں کی کھیتیاں سرسبز جس کے فیض جاری سے
وہ دریائے کرم آیا وہ رحمت کا سحاب آیا
(اقبال سہیل)

رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی تو قرآن بھی گواہی دیتا ہے:

و انک لعلی خلق عظیم (القلم ۶۸:۴۰)

''اور آپ بڑے خلق پر پیدا ہوئے ہیں۔''

آپ کے اخلاق کی رعنائیاں ہر شعبۂ زندگی میں روشن ہیں۔ آپ کے اسوہ کا ایک پہلو فیاض بھی ہے۔ فیاض لائقِ تحسین وصف ہے، جس میں رحمت کی لہریں رواں دواں ہیں۔ محسنِ انسانیت ﷺ کی ایک حدیث، اخلاقی محاسن کی اصل روح فیاضی کا کس قدر جامع تصور پیش کرتی ہے۔

> حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑھ کر فیاض کون ہے؟'' صحابہؓ نے عرض کیا، ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا، ''اللہ سب سے بڑھ کر فیاض ہے، پھر اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر میں فیاض ہوں۔ (بیہقی)

اللہ تعالیٰ ''الرحمٰن، الرحیم'' ہے اس لیے اس سے بڑھ کر کون فیاض ہوسکتا ہے۔ فیاضی حقیقتاً رحمت ہی کی ایک شکل ہے بلکہ رحمت میں فیاض کی ہر سطح موجود ہے۔ اب رسولِ مکرم ﷺ رحمت و ہدایت کی تعلیم خالق کائنات سے حاصل کرتے ہیں، لہٰذا آپ کو اللہ سے خاص قرب حاصل ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں، اس لیے بنی نوع انسان میں فیاضی یا رحمت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مدحت نگاروں نے آپ کے اس وصف کو بھی اپنی متاعِ عزیز بنا کر اہل فکر وشعور کے سامنے پیش کیا ہے:

بھیجا وہ نبی ہم میں جو رحمت عالم ہے
کچھ حد ہی نہیں ہم پر اللہ کے احساں کی
(یزدانی جالندھری)

شافع حشر ہیں پیغمبر رحمت میرے
کثرتِ فیضِ مشیت کی ضیا میرے حضور

(ندیم نیازی)

سارے عالم پہ برستا ہے ترا ابر کرم
موجزن ہو شعر ترے فیض کا دریا دیکھا
(قیس جالندھری)

سب پر ہے نگاہِ خاص ان کی
جاری ہے فیض عام اُن کا
(صابر ظفر)

کہا ہے کس نے کہ الطافِ حق کے قاسم کو
کمالِ رحمت باری کی انتہا نہ کہو
(انور صابری)

سربسر مہر و مروّت، سربسر صدق و صفا
سربسر لطف و عنایت، سربسر خیرالبشر
جو پہنچتی ہی رہے گی سب عوالم تک مدام
ایسی لامحدود رحمت آپ کو بخشی گئی
جاودان و بے کراں ہے رحمت خیر الانام
اک بہار بےخزاں ہے سنت خیرالانام سے
(حفیظ تائب)

کہتے ہیں جس کو رحمت للعالمیں تمام
وہ بے نظیر ذات رسولِ کریم ہیں
(عبدالحمید شوق)

دونوں جہاں پہ جن کے ہیں احساں، حضور ہیں
انساں ہیں جن کے فیض سے انساں حضور ہیں
رحمت ہے جن کے نام پہ نازاں حضور ہیں
قرآن بھی ہے جن کا ثناخواں، حضور ہیں
(منظر کلیمی)

وہ رحمت کا سمندر ہیں، مرے مولا، مرے آقا
قیامت تک وہ رہبر ہیں، مرے مولا، مرے آقا
نہیں ثانی کوئی ان کا، سخاوت کے دبستاں میں
محبت کے جو پیکر ہیں مرے مولا، مرے آقا

آپ کی عظمت بے پایاں ہے، آپ کی رحمت بے پایاں
آپ کی چاہت مشرق مغرب، آپ کی شفقت بے پایاں
(گوہر ملسیانی)

گزشتہ سطور میں رحمت للعالمین ﷺ کے فریضۂ رسالت میں رحمتیں بانٹنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان میں ایک رحمت جو اپنے صحابہ کرام میں خصوصیت کے ساتھ تقسیم کرتے تھے وہ حکمت کی تعلیم تھی۔ یہی حکمت قرآن حکیم کے ذریعے عالم انسانیت میں پھیل گئی۔ رحمت کا یہ نور اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر کئی مقام پر آیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی فیاضی پر غور کیجیے:

يوتی الحکمۃ من يشاء و من يوت الحکمۃ فقد اوتی خيرا کثيراً۔(البقرہ۲:۲۶۹)

(اللہ) جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی، اُسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔

اس رحمت کے معانی کے بطن میں جھانکیے، علمی اور فکری زاویے سے دیکھیے۔ یہ حکمت، یہ رحمت حقیقتاً صحیح بصیرت کا نام ہے، صحیح قوتِ فیصلہ کا نام ہے۔ یہ ایسی دولت ہے کہ جس شخص کو خالق کائنات نے عطا کردی، وہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہے گا وہ کبھی بھٹکے گا نہیں، وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے گا، وہ رضائے الٰہی کے حصول کی تگ و دو کرے گا۔ دنیوی کامیابی اس کے قدم چومے گی اور اُخروی فلاح اس کی منتظر ہوگی۔ حکمت کی تعلیم میں رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کیا۔ بنی نوع انسان پر ان کی رحمت کا ثمر دنیا کے ہر حصے میں تابانیاں عطا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ سرورِ عالم ﷺ نے اپنے سحاب رحمت سے چھم چھم بارش برسائی ہے جو کشت انسانیت میں روئیدگی کا باعث بنی ہے۔ حکمت و معرفت کا تذکرہ ارشاداتِ نبوی ﷺ سے بھی ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو خلادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُسے دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا ہوئی ہے تو اس کی قربت اختیار کرو کیوں کہ اُسے حکمت القا ہوتی ہے۔ (البیہقی فی شعب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکمت ایک بڑی نعمت ہے۔ اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک نور اور الہامی ادراک ہے۔ اس کا اظہار مختلف شکلوں میں ہوتا ہے۔ حکمت دلوں میں عرفان اور ایمان اور ذہنوں میں فہم و بصیرت کی صورت میں جگہ بناتی ہے اور زندگیوں میں اس کا اظہار شرافت و پاکیزگی، فیاضی و رحمت، احسان شناسی و اعلیٰ خصلت اور عظیم کردار و انسانیت کی شکل میں ہوا کرتا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے رحمت کے ان تمام دھاروں کو انسان کی زندگی میں رواں دواں کیا ہے۔ آپ کی رحمت کا یہ پہلو قدم قدم پر جگمگاتا ہے۔ یہ نہ صرف انفرادی قوت کو جلا بخشتا ہے بلکہ اجتماعی کامیابی کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ قومیں اسی نعمت حکمت اور رحمتِ معرفت سے دنیا میں سرفراز ہوئیں۔ نعت کے گلشن میں یہ گل ہائے پُرنور اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ شعرائے نعت نے بھی اس رحمت حکمت کے نور سے بزم ہائے نعت اور اپنی فکر و نظر کے دلوں کو منور کیا ہے:

اخوت، محبت، عبادت، ریاضت — عدالت، امامت، شجاعت، وجاہت
امانت، دیانت، شرافت، صداقت — محمد کی رحمت کی ہر اک عنایت

محمد کی عظمت کی رفعت مبارک
شہ دوسرا کی ولادت مبارک

(محمد احمد شاد)

نفس، حلاوت ایماں کا چشمۂ صافی — نگہ، لطافت عرفاں کے گلستاں کی طرح
خیال نزہت احساس کا جہانِ لطیف — مزاج، فطرتِ ہستی کے رازداں کی طرح
وہ فکر نو کہ جسے آپ سے نہیں نسبت — ہے اس کا سود بھی دل کے لیے زیاں کی طرح

(حفیظ الرحمٰن احسن)

کریں گے سدا نکتہ سنجانِ دنیا — ترے خرمن فکر کی خوشہ چینی

(اثر لدھیانوی)

نبی کا درس ہے تسخیر کیجیے عالم — علومِ نو سے حسیں انقلاب ہوتا ہے

(ابرار کرتپوری)

صحن دانش میں تری عظمت کی — آج تک لاٹھ گڑی ہے مولا

(شیر افضل جعفری)

آپ کی چشم عرفاں کے فیضان سے، ساربان ریگ زاروں کے رہبر بنے
جو عمرؓ تھا وہ فاروقِ اعظم بنا، جو علیؓ تھا وہ شیر خدا ہوگیا
میں نے جس گام پر کھائی ٹھوکر مرا رحمت عالمیں ہی سہارا بنے
جس دوراہے پہ آکے میں بھٹکا وہیں آپ کا نقش پا رہنما ہوگیا

(انور جمال)

محمد مصطفیٰ مہر سپہر اوجِ عرفانی — ملی جس کے سبب تاریک ذرّوں کو درخشانی

(حفیظ جالندھری)

جہالت کے اندھیروں سے نکالا جس نے انسان کو
نئی تابانیاں جس نے عطا کیں علم و عرفاں کو

(طاہر شادانی)

سلام اس پر جو بن کر رحمت للعالمیں آیا — علم بردار دیں بن کر سپہ سالارِ دیں آیا

(خوشی محمد ناظر)

مقصد امکاں، مہبط قرآں، منبعِ احساں، مرجع دوراں
روح کے درماں، قلب کے مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
ارض و سما میں آیۂ رحمت، روزِ جزا میں سایۂ رحمت
اس کے لوائے حمد کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
آئینۂ الطافِ الٰہی، رحمت جس کی لامتناہی
جس کی ہدایت ارحم، ترحم صلی اللہ علیہ وسلم

(اقبال سہیل)

فکر کا ہر مرحلہ، آقا نے آساں کردیا — سب مسائل کے لیے قرآں کو آساں کردیا
ہر شعبۂ حیات کو دیتی ہے روشنی — تاباں کتابِ نور سے ہے سیرتِ رسول
رحمت دارین کی بعثت کا حسیں نکتہ ہے — حسن افکار جو قرآں کی ضیا میں پایا

(گوہر ملسیانی)

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ اقدس میں رحمت وشفقت کے وہ نگینے کس قدر پُرتاثیر، باعث توقیر اور سراجاً منیر کی تنویر ہیں جو معاشرے کے محتاج رہین امواج اور لقمۂ تاراج انسانوں کے علاجِ شافی کا سبب بنتے ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ نے ضرورت مندوں، مسکینوں، بے کسوں اور بے نواؤں کی دست گیری اور دل گیری میں اپنے اخلاقِ کریمانہ سے دلوں کو موہ لینے والا کردار ادا کیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے محض زبانی ہدایات سے احتیاج کو دور نہیں کیا بلکہ اپنے حسن عمل کی درخشاں مثالیں قائم کیں۔ قرآن حکیم میں ربّ کائنات نے فرمایا ہے:

و فی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ (الذاریات ۵۱:۱۹)

اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے۔

رسول اکرم ﷺ اسی حکم کی سراپا تصویر ہیں، آپ کی سیرت میں بہت سے واقعات اس پُرنور عمل کی تصدیق کرتے ہیں۔

کون سا صاحب ایمان ہے جو رحمت للعالمین ﷺ کے فقرا اور مساکین کے لیے فکرمند رہنے سے آگاہ نہیں ہے۔ حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک قوم نہایت پراگندہ حالت میں آپ کے پاس آئی، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ ابھی دن کا آغاز تھا، کچھ لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ سب مضر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی محتاجی دیکھ کر نبی

رحمت ﷺ کا چہرہ بدل گیا۔ پہلے آپ اندر گئے، پھر نکلے اور بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان دو۔ انھوں نے اذان دی، نماز تیار ہوئی، آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا:

اے ایمان والو! ڈرو اپنے مالک سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے، پھر اس کی بیوی پیدا کی اسی میں سے پھر پھیلایا ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو۔ ڈرو اس اللہ سے اور دیکھے ہر آدمی جو اس نے بھیجا ہے کل کے روز کے لیے، یعنی قیامت کے لیے کیا سامان کیا ہے؟ صدقہ آدمی کا اشرفی سے، روپے سے ہے، کپڑے سے ہے، ایک صاع گیہوں سے ہے، ایک صاع جو سے ہے، یہاں تک کہ کھجور کے ٹکڑے سے۔

پھر ایک شخص انصار صحابی ایک تھیلی روپوں کی لایا جو اس کی ہتھیلی میں نہیں سماتی تھی۔ پھر اور لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ دو ڈھیر اونچے اونچے کھانے اور کپڑے کے ہوگئے۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا۔ آپ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ (مسلم: ج۲، ص۹۵)

اسی طرح موسیٰ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کا کوئی سوال رد نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا ریوڑ عنایت فرما دیا، وہ شخص اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اسلام لے آؤ کیوں کہ محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ اپنے فقیر ہونے کی بھی پروا نہیں کرتے۔ (مسلم: ج۴، ص۳۶)

ان واقعات پر غور کیجیے کہ حضور اکرم ﷺ محتاجوں، غریبوں اور مستحقوں پر کس قدر شفیق و مہربان تھے۔ اگر آپ کے فقرا اور مساکین کی خبر گیری کے واقعات اور آپ کی رحمت للعالمینی کی صفات کو تحریر میں لایا جائے تو اس کے لیے کئی دفاتر درکار ہیں۔ نعت نگار شعرائے کرام نے محبوبِ کائنات ﷺ کے اسوۂ رحمت کے خزانے سے ایسے گہر ہائے گراں مایہ چنے ہیں کہ چمن زارِ مدحت چمک اُٹھا ہے۔ عقیدت کے جذبات جب شعر کا روپ ڈھالتے ہیں تو اسلوب و اندازِ بیان ہی نہیں، ایک ایک ترکیب، ایک ایک حرف اپنے اندر دنیائے رحمت کونین ﷺ سموئے ہوئے دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ان جواہر پاروں کا مشاہدہ کیجیے اور جوہری کی طرح پرکھیے کتنا کھرا جذبہ اور احساس ٹپکا پڑتا ہے:

تو سہارا بے کسوں کا، تو ہے مفلسوں کا والی

جو چمک رہی ہے قسمت، تری بندہ پروری ہے

(انجم وزیرآبادی)

دردمندانِ دوجہاں کا طبیب   وہ حکیم مریض حسرت و یاس

(صبا اکبرآبادی)

صغیروں کے حق میں نمو کی ضمانت   ضعیفوں کی قدآوری نام تیرا

(ضمیر جعفری)

شاہ و درویش بھرتے ہیں دم آپ کا   سب پہ برسا ہے ابر کرم آپ کا

(ضیا محمد ضیا)

بے کس کی دستگیری   مظلوم کی اعانت
معذوروں کی کفالت   محروم کی وکالت
تا حد ظرف و وسعت   خلق خدا کی خدمت
بہبودِ نوعِ انساں   فوز و فلاحِ اُمت
جس کا کلام مرہم   جس کا بیاں بشارت
کہتی ہے ساری خلقت   جس کو رسولِ رحمت

کندن بنائے مِس کو
یزداں پکارے جس کو
یا ایھا الرسول!
یا ایھا النبی!
اپنا پکاروں خالد
اس کے سوا میں کس کو

(عبدالعزیز خالد)

بے کسوں کو پوچھتا ہی کون تھا   بے کسوں کے ناز اٹھانے آ گئے
زحمت بے جا و ظلم و جور سے   ناتوانوں کو بچانے آ گئے

(شکیل بدایونی)

دہر زیر سایۂ لطف عمیم   خلق سب وابستۂ خلق عظیم

تجھ سے جویائے کرم عاصم اثیم   سخت حاجت مند ہیں ہم تو کریم

رحمت للعالمینی یارسول
ہم شفیع المذنبینی یارسول

(میر تقی میر)

غریبوں بے نواؤں کا سہارا بن کے عالم میں   کیا آ کر رفو انسانیت کے چاکِ داماں کو
گدا کو ایسی استغنا کی دولت بخش دی تو نے   کہ خاطر میں نہیں لاتا وہ مفلس میر و سلطاں کو
ادھر عظمت عطا کی بوریائے فقر کو ایسی   کہ رشک آتا ہے جس کی شان پر تخت سلیماں کو

(منظور حسین منظور)

مونس غم زدگاں ہے مرے خواجہ کی نظر   ہر گھڑی فیض رساں ہے مرے خواجہ کی نظر
حضور ساری خدائی کے واسطے رحمت   حضور سارے زمانے کے غم گسار و انیس

(حفیظ تائب)

اس رحمت و رافت، اس محبت و شفقت کی تاریخ جامع مکارمِ اخلاق، تاجدارِ حرم کے اسوۂ حسنہ کی تابانیوں سے آج بھی ضیابار ہے۔ یہ تجلیات اپنے اندر قرآن حکیم کی بے شمار کرنیں محفوظ کیے۔ اس دنیائے فانی میں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں، گفتارِ خیرالوریٰ، تصوراتِ مقتدائے انبیا اور جاں کا ہی پیکر صدق وصفا اپنے اندر ایسے لمحات رکھتی ہے جو نورِ سحر بن کر تاریکی شب چیرتے ہوئے رحمت کی شعاعیں پھیلا رہی ہے۔ دل جوئی، غریب پروری اور حق رسی آپ کی سیرت کے ضوفشاں دائرے ہیں۔ رحمت و عظمت کا ایک واقعہ یہاں درج کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گاؤں کا رہنے والا ایک شخص تھا جس کا نام زاہر بن حرامؓ تھا۔ وہ گاؤں سے نبی رحمت ﷺ کے لیے بطورِ ہدیہ کچھ (سبزی وغیرہ) لایا کرتا تھا۔ جب وہ جانے کا ارادہ کرتا تو نبی رحمت ﷺ اس کے لیے شہر کا سامان کر دیا کرتے۔ نبی مکرم نے فرمایا: زاہرؓ ہمارا گاؤں ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اس سے محبت رکھتے تھے حالاں کہ وہ ایک بدصورت شخص تھا، ایک روز حضور ﷺ بازار تشریف لے گئے تو زاہرؓ اپنا سودا بیچ رہا تھا۔ آپ نے پیچھے سے اُسے گود میں لے لیا۔ وہ آپ کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، یہ کون شخص ہے۔ جب مڑ کر دیکھا تو رسولِ رحمت کو پہچان لیا، پھر وہ پوری کوشش کرنے لگا کہ اپنی پیٹھ کو نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک سے چمٹائے رہے۔ ادھر رحمت للعالمین آواز لگانے لگے، ''کون اس غلام کو خریدتا ہے۔'' زاہرؓ نے عرض کیا

کہ یارسول، بخدا آپ مجھے ناکارہ پائیں گے۔ اس پر محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا، ''لیکن تم خدا کے نزدیک ناکارہ نہیں ہو۔'' (شرح السنہ)

سبحان اللہ! قربان جائیے، رفیق خستگاں، خانۂ بے خانماں اور ہمدم۔ سینہ فگاراں پر کہ آپ کا مزاج بھی اپنے اندر کوثر وتسنیم کی مٹھاس اور شفقت ومحبت کی اساس رکھتا ہے۔ صداقت و حقیقت اور لطافت ونظافت کے یہ جذبے جب تخلیق نعت کے شاعرانہ رویے سخن کی کشت شاداب میں گل ہائے رنگارنگ بن کر مہکتے ہیں تو قلب ونظر کو بھی احساسِ عقیدت کی ضیائیں عطا کرتے ہیں، شرط یہ ہے کہ شاعر، رحمت للعالمین ﷺ کے اسوۂ عظیم کی نزاکتوں، فضیلتوں، حقیقتوں، شہادتوں اور ظرافتوں میں پنہاں جاں گداز صداقتوں کا فہم وشعور رکھتا ہو۔ جناب عزیز احسن کی یہ بات ایک کسوٹی بن جاتی ہے کہ:

> شاعری میں آفاقی کشش (universal appeal) پیدا کرنے کے لیے بلالحاظِ موضوع شعر کو شعر بنانا ہوگا کیوں کہ شاعری کا کوئی قاری یا سامع موضوع کی معلومات حاصل کرنے کے لیے شاعری کی طرف مائل نہیں ہوتا وہ تو شاعری پڑھنے اور سننے کا خوگر ہوتا ہے۔ اسی طرح نعت کا قاری یا سامع بھی اپنے شعری ذوق کی تسکین کے لیے نعت پڑھے گا۔ مجرد معلومات کے لیے تو وہ تاریخ وسیَر کی کتب بھی دیکھ سکتا ہے۔

(اردو نعت اور جدید اسلوب، از عزیز احسن، ص ۳۵)

سخن وروں نے صنف نعت میں کریم ومکرم، صاحب خیر ومقسم اور حلیم وحکیم ﷺ کے اوصافِ کریمانہ، جذباتِ رحیمانہ اور کردارِ شفیقانہ کی مختلف معاشرتی سطح پر پھیلی کرنوں کو مدحت کی زینت بنایا ہے یہ کاروانِ نعت گل ہائے عقیدت بانٹتا ہر عہد میں عشق ومحبت سرورِ کائنات ﷺ کی شمعیں جلاتا چلا آرہا ہے۔ نعت کا جدید عہد بھی رحمت کی گھٹاؤں سے شبنمی موتی حاصل کررہا ہے۔ دل کی کلیاں چٹک کر رحمت کی خوشبو چاروں طرف پھیلا رہی ہیں۔

انسانیت کے درد کا درماں کیا گیا — احسان وعدل، زیست کا عنواں کیا گیا
مظلوم عورتوں کو نئی زندگی ملی — عفت ملی، حقوق ملے، روشنی ملی
اک انقلابِ تازہ بپا کردیا گیا — نسل و وطن کا فرق فنا کردیا گیا
وہ رحمت تمام، وہ غم خوار بے کساں — ہے جس کا ناز فقر، وہ سلطانِ دوجہاں

(ذکی کیفی)

تا ابد روشن رہیں گے تیرے تابندہ اصول — اے خدا کے ماننے والے، خدائی کے رسول
تیرے ہاتھوں میں بہارِ لالہ وگل کا نظام — اے غریبوں اور ناداروں کے رکھوالے سلام

(ساغر صدیقی)

کہیں انسانیت کا جامہ پہنایا درندوں کو — کہیں مردانگی کی روح پھونکی نازنینوں میں

(اسد ملتانی)

چارہ سازِ دردمنداں دست گیر بے کساں — باعث تخلیق عالم صاحب اُم الکتاب

(خورشید آرا بیگم)

خلق میں سربسر رؤف رحیم — آدمیت کا پاسباں یعنی
سر دامن ہے جس کا ابرکرم — وہی دلدارِ خستگاں یعنی

(تابش دہلوی)

تھے جتنے بے یقینی کے اندھیرے سب مٹا ڈالے — نئی قدروں سے روشن کردیا انسان کا چہرہ
اس نے اس وقت زمانے پہ کرم فرمایا — جب جہاں دھوپ میں چیخ اٹھا تھا سایا سایا
سمندر جوش میں ایسا نہ ایسا موج میں دریا — گدایانِ کرم پر اس قدر ابرکرم برسا

(محسن احسان)

شفیع المذنبیں اور رحمت للعالمیں وہ ہیں — کرم سارے زمانے پر ہمیشہ جانِ رحمت کا

(عبدالرحمٰن عبد)

وہ دکھیارے دلوں کا چارہ گر ہے — وہ ٹوٹے حوصلوں کا آسرا ہے

(حسن اختر جلیل)

یتیموں کی مدد کی، بے کسوں کی دست گیری کی — کیا بیداد کو مسدود، کھولا در عدالت کا

(عبدالمجید صدیقی)

محتاج کون آپ کے الطاف کا نہیں — امیدگاہِ شاہ و گدا آپ ہی تو ہیں

یہ کس کی رحمت کے سائے سائے رواں ہوا کاروانِ ہستی
یہ کس نے ہمراہ کیں بشر کے، خضر قدم، خوش چلن بہاریں

(جعفر بلوچ)

شاخِ دنیا پر مزین تیری رحمت کے ثمر — بحر و بر میں ہر طرف تیری نبوت کے ثمر

جب سے دنیا کو تیرا زمانہ ملا — رحمتوں کا سبھی کو خزانہ ملا

(حنیف ساجد)

لباسِ حرف میں ڈھالوں میں کردارِ حسیں ان کا — امیں لکھوں، اماں لکھوں، غنی لکھوں، سخی لکھوں
محبت کا سلیقہ دے دیا وحشی قبائل کو — مٹا صدیوں کی رنجش کا اثر آہستہ آہستہ
یہاں بے مانگے ملتا ہے گدا کو — نہیں کوئی بھی در ایسا نظر میں

(صبیح رحمانی)

غلاموں پر رحمت و شفقت محسنِ انسانیت ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کا ایک ایسا باب ہے جس میں لہو رنگ واقعات نے آپ کے قلب رقیق کو بے حد متاثر کیا، ایسے ایسے کرب ناک اور دردانگیز سانحات آپ کی زندگی میں رونما ہوئے کہ آں حضور ﷺ کی ڈاڑھی مبارک غم واندوہ کے سبب آنکھوں سے برسنے والی برسات سے بھیگ جاتی، کلیجہ چھلنی ہوجاتا مگر حوصلہ و بردباری کی تلقین ان غلاموں اور لونڈیوں کو جذبۂ صبر سے لبریز کر جاتی۔

جب گل ہائے توحید کے پیغام کی خوش بو بادِ سحر گاہی کے دوش پر سوار ہو کر جگہ جگہ پہنچتی اور امیر ہوں یا غریب سب کے دلوں کو گدگداتی تو ایسے لوگوں کے دل کی کلیاں بھی کھل اٹھتیں جو بے یار و مددگار اور غلاموں، لونڈی یا پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس، شام و سحر مزدوری کرنے والے، دوسروں کے رحم وکرم پر زندگی گزارنے والے انسان نحیف ونزار تھے۔ سردارانِ قریش کی شبانہ روز سختیاں، بلالؓ ہوں یا عمارؓ، یاسرؓ ہوں یا خبابؓ، سمیہؓ ہوں یا ابوفکیہؓ سب کی زندگیاں اجیرن کرنے لگیں۔ موسم کی سخت گرمی، تپتی ریت اور سنگ لاخ زمین ان کے جسم وجاں سے خون نچوڑ لیتیں، ان مظالم کا مشاہدہ رسولِ رحمت ﷺ کو بھی خون کے آنسو رُلا جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے آلِ یاسر پر مصائب کے ٹوٹتے پہاڑ دیکھ کر فرمایا تھا:

''آلِ یاسر... ذرا صبر... ذرا صبر... تمھاری منزل جنت ہے۔''

حضور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ میں اپنے غلام کو زدوکوب کر رہا تھا کہ میں نے پیچھے سے آواز سنی:

''ابومسعود! سن لے جس قدر تجھے اس غلام پر اختیار ہے، اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر اختیار ہے۔'' میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیکر جودوکرم ﷺ تھے۔ آپ کی یہ بات میرے دل میں اُتر گئی، عرض کیا: ''یارسول اللہ! ﷺ میں نے اللہ کی رضا کی خاطر اس غلام کو آزاد کیا۔'' رحمت ہر

دوجہاں، مظہرِ فیض اتم نے فرمایا:

''دیکھو اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا۔''

رحمت کے کتنے زاویے کتنے دائرے ہیں جو ہر دل گداز، صاحب عجز و نیاز کو اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔ لونڈی، غلام اور خادم کی خبر گیری اور نیک سلوک کے لیے حسین وجمیل ارشادات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

(۱) لونڈی، غلام تمھارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمھارا ماتحت بنا دیا ہے۔ جس کے پاس لونڈی یا غلام ہو، وہ اُسے برابر کا کھلائے، برابر کا پہنائے، طاقت سے بڑھ کر اس سے کام نہ لے۔ مشکل کام میں آپ اس کو مدد دیں۔

(۲) لونڈی یا غلام کو آزاد کرنا اپنے آپ کو دوزخ سے چھڑا لینا ہے۔

(۳) ایک نے پوچھا، خدمت گار کو کہاں تک معاف کیا جائے، سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ''دن میں ستر دفعہ۔'' (مہر نبوت از قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، مشمولہ تجلیاتِ نبوت از مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، ص ۳۶)

مخزنِ شفقت، عین عنایت، مصدرِ رافت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک لحظہ اور ایک ایک نکتہ خواہ وہ مکی دور کا ہو یا مدنی دور کا ہو، ظلمت دہر میں روشنی کا مصدر، رحمت و رافت کا مظہر ہے۔ غلاموں، باندیوں، کنیزوں اور لونڈیوں کا یاور ہے۔

عصر حاضر بھی نہایت پُر آشوب ہے، کمزور قوم طاقتور حکمران کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہی ہے۔ بربریت کی تاریخ پھر دہرائی جارہی ہے۔ وہ مراحل جو نبی رحمت، پیکر شفقت اور خزینۂ صداقت ﷺ کے زمانے میں دولت ایمان سے فیض یاب ہونے والوں کے لیے تلخ اور جوروستم کا جنگل بنے ہوئے تھے موجودہ دور میں پھر اہل ایمان کی آزمائش کا سبب بنے ہوئے ہیں، آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں اور مظہر رحمت مہرِ نبوت ﷺ کے غلاموں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ فکر وشعور کے نور سے منور، حساس طبائع، تخلیقی قوت کی نعمت کے امین شعرائے کرام اس عہد کی بارود کی بارش میں موت کے گھاٹ اُترتے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو راحتِ قلب پریشاں، رحمت دوعالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مظالم کی بوچھار کا منظر اپنے سامنے پاتے ہیں۔ محسنِ انسانیت ﷺ کے لب لعلیں سے نکلتی دعاؤں، دل کی گہرائی سے اُبلتی دلدوز صداؤں اور جاں گداز آہوں کی تاثیر سے اپنے تصورات وخیالات اور فکر وشعور کو حلم وحکمت کا مرقع بنا لیتے ہیں، پھر رحمت کے بحرِ مواج سے ہوائیں

ایسے بخارات لے کر اُٹھتی ہیں جن میں گہر ہائے لطافت چمکتے دمکتے ہوتے ہیں جو چمنستانِ مدحت پر نچھاور ہوجاتے ہیں۔ شعرائے نعت اس جمالِ رحمت سے اسلوب کی دل کشی، فکر ونظر کی آ گہی، انتخابِ الفاظ وتراکیب کی ساحری اور استعارات وکنایہ کی تازگی پاتے ہیں۔ یوں نعت درد کا درماں، ظلمت دہر میں ضوفشاں اور لطف ومحبت کا بیاں بن جاتی ہے۔ سرورِ کونین ﷺ کی ہدایت ورحمت کے گل ہائے پُربہار مہکنے لگتے ہیں۔ پھر نعت ہر زخم کا مرہم بن جاتی ہے، موجۂ دریائے رحمت بن جاتی ہے، دیکھیے:

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا
(پنڈت ہری چند اختر)

جو ستم رسیدہ پڑا نظر، ہوئے آپ عاطف و چارہ گر
جسے بھوکا دیکھا بھرا شکم، زہے شانِ مہر حضور کی
(بے چین رجپوری)

سازِ بلال کی قسم، سوزِ جنید کی قسم
زخمۂ سازِ عشق ہے تیری ادائے دلبری
(سیّد فیض الحسن)

دل کی دھڑکن سینے کا دم
کم زوری کا بازوئے طاقت
وجد کی صورت کیف کا عالم
دکھیاروں کی دل کی فرحت
(انور جمال)

وہ جس نے نوعِ انساں کو غلامی سے رہائی دی
وہ جس نے پنجۂ مرگِ دوامی سے رہائی دی
جب انساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں
حرم کی طائروں کو شانِ صیادی دکھاتے ہیں
میں ایسے حال میں تنگ آ کے جب فریاد کرتا ہوں
اسی کا نام لیتا ہوں، اسی کو یاد کرتا ہوں
(حفیظ جالندھری)

غلاموں کو دیا اس شان سے پیغامِ آزادی
کہ گردش میں ہے تیرہ سو برس سے جامِ آزادی
(احسان دانش)

ہیں غم گسارِ حقیقی بھی اور رؤف و رحیم
یہ جانتے ہیں غلاموں کو اپنے نام بہ نام
(سیّد حمید الدین حمید)

آئے گا نہ ان سا کوئی انسان کا ہمدرد
اپنوں کے وہ مونس تو پرائیوں کے وہ غم خوار
مظلوم کے ناصر ہیں وہ مجبور کے حامی
بے یار و مددگار کے وہ یار و مددگار
(خالد بزمی)

اے نبیٔ محترم، اے چارہ سازِ رنج وغم
آپ کی ذاتِ گرامی منبع لطف و کرم
آپ ہی خیرالوریٰ اور رہبر خیرالامم
باغِ جنت کی ضمانت آپ کے نقشِ قدم
بے سہاروں کی نوا ہے آپ جاہ و حشم
اے نبیٔ محترم، اے چارہ سازِ رنج وغم
بے بسی کی دھوپ میں ہیں آپ رحمت کی گھٹا
ابنِ آدم کے لیے ہیں آپؐ بخشش کی ضیا
آپؐ کا فرمانِ اعلیٰ نویدِ جانفزا
ہو عطا مجھ کو بھی آقاؐ اب مدینے کی ہوا
میرے ویرانے سے بھی ہوں دُور سب رنج والم
اے نبیؐ محترم، اے چارہ سازِ رنج وغم
(ظہیر احمد ظہیر)

سلام اس پر کہ جس نے کاٹ ڈالے طوق بندوں کے
سلام اس پر کہ آنسو جس نے پونچھے دردمندوں کے
سلام اس پر کہ جس نے مور کو شانِ سلیماں دی
سلام اس پر کہ ہر قطرے کو جس نے نبضِ طوفاں دی

راندہ لوگوں کو یہیں شانِ پزیرائی ملی
آئے جب تیری غلامی میں تو دارائی ملی
(عاصی کرنالی)

عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
(علامہ اقبال)

علامہ اقبال نے حضرت بلالؓ پر دو نظمیں لکھیں۔ دوسری میں اس غلامِ حبشیؓ کا مرتبہ اسکندر رومی سے بھی بلند رکھا ہے۔ یہ آخری بند دیکھیے:

لیکن بلال وہ حبشی زادۂ فقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(علامہ اقبال)

اس فیض عام کی تلاش میں ذہین وفطین، دلدادگانِ صنف نعت، شعرائے کرام سرگرداں ہیں۔ رحمت للعالمین ﷺ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے کے خواہاں ہیں۔ آقائے نامدار شہر طیبہ کے تاجدار، سیّدابرار ﷺ کی رحمت وشفقت کے طلب گار ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان ہیں۔ یہ وہ رحمت ہے جو سخن وری کا وقار ہے، جس میں خیالات وافکار کا لہلہاتا گلزار ہے اور اسی میں عزت وعظمت ورفعت وافتخار ہے:

لاتا نہیں نظر میں وہ دنیا کی رفعتیں
جو بن گیا غلام رسولِ کرام کا

(محمد اختر کیانی)

میں تو ہوں ان کے غلاموں کے غلاموں کا غلام
ہے مجھے بھی ایک نسبت احمد مختار سے

(گوہر ملسیانی)

غلامِ غلامانِ آلِ نبی کو نہ دنیا میں خطرہ، نہ محشر میں کھٹکا
یہاں کارفرما حبیب خدا کی جو نسبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

(اختر موہانی وارثی)

بہرہ ور ہوتے ہیں ملکیت آقا سے غلام
میری جنت مرے سرکار کی املاک میں ہے

(عبدالمجید تمنا)

ہے یہی چیز تو خادم کے لیے مایۂ ناز
نسبت عشق ہے تھوڑی سی مگر آپ سے ہے

(خادم کیتھلی)

عجز ہے، درماندگی ہے اور جنونِ بندگی
تیرے بندوں کو اسی دیوانگی پر ناز ہے

(عبدالعزیز شرقی)

یہ سب اُن کی نسبت عالی کا صدقہ ہے نثار
نام میرا اور مرے اشعار روشن ہوگئے

(اصغر نثار قریشی)

عاصی تمھی کہو کہ بجز اُن کے کون ہے؟
بھرپور اعتماد سے اپنا کہیں جسے

(عاصی کرنالی)

باقر تمھارے در کے غلاموں کا ہے غلام
شاہوں سے ہم سری کا یہ رُتبہ تمھی سے ہے

(سجاد باقر رضوی)

دُرّ یتیم، پیکر لطف عمیمی، صاحب قرآن کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا ہر شعبہ گلستانِ فصل بہار کی طرح سرسبز وشاداب اور آفتاب و ماہتاب کی طرح ضیابار ہے۔ آپ کی رحمت کا بحر بے کراں خصوصاً شب و روز طغیانی پر رہا۔ کون سا لمحہ ہے جب لطف وکرم کی موجیں اُٹھ اُٹھ کر قرآن حکیم کے فرمان:

و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ (الدھر۷۶:۸)
اور کھلایا کرتے تھے کھانا اللہ کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو۔

کے مطابق یتیم کو سیراب نہیں کر دیتی تھیں۔

نبیِ رحمت، معدن شفقت، نازشِ سند امانت اور چشمۂ علم وحکمت ﷺ کو یتیموں سے جو دلی محبت اور قلبی اُنسیت تھی، اس کا سب قرآن مجید کی یہ شہادت بھی ہے:

الم یجدک یتیما فاوی o و وجدک ضالا فھدی o و وجدک عائلا فاغنی o فاما الیتیم فلاتقھر o (الضحیٰ ۹۳:۶۔۹)
کیا اس نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا اور آپ کو بے خبر پا کر راہ دکھائی اور

آپ کو تنگ دست پا کر غنی کر دیا، لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کیجیے۔

محبت کی ادائیں نرالی ہوتی ہیں، کس قدر پُر ہدایت اسلوب ہے۔ ربّ کائنات نے یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے اور ان کی کفالت کرنے کا فرمان جاری فرما دیا۔ اسی تعلیم سے منور ہو کر رحمت عالم ﷺ نے بھی اپنا اسوۂ حسنہ پُر بہار بنایا اور اپنی اُمت کو بھی یتیم کی خبر گیری اور نیک سلوک کی ہدایت فرمائی:

> **عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم بحسن الیه و تربیت فی المسلمین بیت فیه یتیم لبسا الیه۔** (ابن ماجہ ج۳، ص۵۲۱)
>
> حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں وہ گھر سب سے بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدتر وہ گھر ہے، جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔

یتیم سے محبت اس کی قدر و منزلت کے لیے رحمت للعالمین، شافع المذنبین، اکرم الاکرمین ﷺ کے اس ارشاد نے صنف نعت کو بھی درخشاں تصورات، قندیل نورِ کرم کے جذبات اور لطف و محبت کے نغمات عطا کیے ہیں۔ احساسات کے دائرے میں جب خواجہ کون و مکاں، راحت قلب پریشاں کی چشم انسانیت کے مضامین درآتے ہیں تو نعت نگار کے مصدرِ بصیرت و عرفان سے بے نظیر و بے مثال گل ہائے عقیدت جنم لیتے ہیں۔ تخلیق کی بادِ بہاری چمنستانِ مدحت کو خلد عنبریں اور فردوسِ بریں کی نشاطِ جاوداں کی عظمتیں عطا کرتی ہے۔ نعت پھر سرچشمۂ برکات، خطبۂ عرفات اور رحمت سرور عالم ﷺ کی خیرات بن جاتی ہے۔ شاعر کی تمناؤں اور آرزوؤں کا انتساب بن جاتی ہے بلکہ قارئین اور سامعین کے قلب و نظر کو شاداب کر جاتی ہے۔ نعت میں یتیم سے محبت، رحمت حق کی بارش کا سماں پیدا کرتی ہے۔ ایسے روح پرور مناظر نگاہوں میں سما جاتے ہیں کہ ان کی درخشانی اور جزو سمجھ کر اپنے جذبات افکار و تصورات کا جلوہ سامانی منزلِ مقصودِ حیات کی راہ روشن کرتی ہے۔ شاعر نعت کے رحمت کے مضمون کو اپنے جذبات و احساسات کے لیے ایک تحریک سمجھ کر تخلیق شعر میں اپنا خونِ جگر ڈال دیتا ہے اور اشعارِ نعت کو سدا بہار بنا دیتا ہے:

بوریائے فقر تخت سلطنت سے ہے سوا　　　بادشاہ ہفت کشور ہے گدائے مصطفیٰ

(وہبی لکھنوی)

یتیم، بے سر و ساماں، گلیم پوش، امی　　　مگر نشانِ کرم، آخری گھٹا کی طرح

(محمد نیاز)

بے کسوں اور یتیموں کو لگایا دل سے　　　تیری شفقت نے جو دیکھا انھیں بادیدۂ نم
اپنی آنکھوں میں بھرے پیار سے آنسوان کے　　　کوئی دکھلائے تو دنیا میں یہ اندازِ کرم
اے غریبوں کے سہارے، اے یتیموں کی مراد　　　محسن انسانیت تجھ سا کوئی دیکھا نہیں

(طفیل ہوشیارپوری)

مساکیں، یتامیٰ، پڑوسی، مسافر　　　وہ اک اک کا مونس ہے اور مہرباں ہے

(عبداللہ نیاز)

پیدا ہر ایک مدح سے دُرّ یتیم ہے　　　دریائے فیض و لطف و عطا پر سلام ہو

(حیرت جلال پوری)

نوید جاں فزا پائی یتیموں نے غریبوں نے
غلاموں، بے سہاروں، بے کسوں، آفت نصیبوں نے

(جگن ناتھ آزاد)

غریبوں کی جاں کو یتیموں کے دل کو　　　سکوں ہوگیا ہے، قرار آ گیا ہے
یتیموں کا معاون، دست گیر بے کساں آیا　　　امینوں کا امیں راحت نوازِ دوجہاں آیا

(احسان دانش)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

(الطاف حسین حالی)

وہ یتیموں کی بے کسی کا شریک　　　وہ شکستہ دلوں کے دل کی آس
وہ امین و سخی و صاحب جود　　　رحمت دو جہاں، شفیع الناس

(صبا اکبرآبادی)

مجھے ہے فخر کہ میرے رسول نے محسن — یتیم و بے کس و بے آسرا سے پیار کیا

(محسن احسان)

سلام اس پر یتیموں کا ہمیشہ جس نے غم کھایا
سلام اس پر جو دل سوزی سے بیواؤں کے کام آیا

(یحییٰ اعظمی)

محسن انسانیت ﷺ کی زندگی کے شب و روز شمس و قمر کی طرح روشن ہیں۔ کہیں توحید و رسالت کے قمقمے ٹمٹماتے ہیں تو کہیں محبت و شفقت اور اُلفت و رحمت کے لمحے جگمگاتے ہیں۔ آپ کی زیست کی ایک ایک ساعت دعوتِ حق و صداقت اور قرآنی احکامات کو دلوں میں بسانے کی ریاضت اور تکلیف و صعوبت برداشت کرنے میں بسر ہوئی۔ ظلم و ستم کا وہ کون سا حربہ ہے جو استعمال نہیں کیا گیا۔ طائف کے لہو رنگ لمحات کتب سیرت میں لالہ زار اور زرنگار ہیں۔ پیکر خوش ادا نے زخم کھائے مگر زبانِ مبارک سے دعاؤں کے پھول برسائے۔ طائف کے سوق و بازار، لات کے پجاری تین بھائی عبد یا لیل، مسعود اور حبیب بنوثقیف کے سردار، خون خوار، خیر کی اقدار سے بے زار، رحمت عالم ﷺ کی اسلام کی دعوت سے بپھر گئے۔ ذہنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے رحمت کائنات ﷺ کے درپے آزار ہوئے۔ غنڈوں، اوباش لڑکوں اور بازاری گماشتوں کو اُبھارا۔ پتھروں کی بارش، نازک بدن جسم اطہر لہولہان ہوگیا۔ خون بہنے لگا، جوتے لہو سے بھر گئے۔ حضرت زیدؓ پتھروں کے سامنے ڈھال بنے، سر پھٹ گیا۔ کیسی حالت ہے، محسن انسانیت درندوں کے چنگل میں، نڈھال، اہل طائف کے کردار سے ملال مگر اپنے فرض کی ادائیگی میں خالق کائنات کی راحت دوام اور الطاف و اکرام کے امیدوار ہیں۔ محبت جوش میں آتی ہے دعا کے لیے ہاتھ بلند ہو جاتے ہیں۔

اے خالق ارض و سماوات! میں اپنی کم زوری، اپنی بے بسی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے قدری کی فریاد لے کر تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! تو ہی بے سہاروں کا سہارا ہے۔ عاجزوں کا مالک ہے اور میرا مالک بھی تو ہے۔ مجھے تو کن کے سپرد کر رہا ہے۔ بیگانوں کے یا ان دشمنوں کے، جنھیں میرے اوپر قابو پانا آسان ہو؟ اگر تو ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پروا نہیں کیوں کہ تیری حفاظت میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جو تمام

اندھیروں کو اُجالے میں بدل دیتی ہے۔ مجھے تیری ہی رضا درکار ہے۔ نیکی کی طاقت اور بدی سے بچاؤ کی طاقت تجھی سے ملتی ہے۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام کی آواز گونجتی ہے۔ ''اے محمد! اللہ نے سب کچھ سن لیا ہے۔ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ آپ جو چاہیں حکم فرمائیں۔

فرشتہ حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اہل طائف کو ان کے دونوں طرف اونچے کھڑے پہاڑوں کے درمیان کچل ڈالوں۔

مگر رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

مجھے رحمت للعالمین ﷺ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کی پشت سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔

(سیرتِ ہادی برحق ﷺ از گوہر ملسیانی، ص۲۰۱۔۲۰۲)

سرورِ کائنات ﷺ کی بے پایاں رحمت کا یہ ثبوت ہے۔

وہ نبی جس نے خدا کے دین کی تبلیغ میں
گالیاں کھائیں سنیں باتیں لب اغیار سے
وہ مرا ہر موڑ پر ہے، زندگی میں رہنما
جگمگا دیں منزلیں جس نے حسیں انوار سے

(گوہر ملسیانی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اُحد سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آپ پر گزرا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جب میں طائف میں اسلام کی دعوت دینے پہنچا تو مجھے لہولہان کر دیا گیا۔ میں ایک طرف چل پڑا۔ مقامِ قرن الثعالب پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر سیاہ چھا جاتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر رحمت کی مثال اور کہاں سے مل سکتی ہے کہ دشمنوں کی خطائیں بھی معاف ہوئیں بلکہ ان کے لیے دعائیں ہوئیں۔ فتح مکہ کے بعد خون کے پیاسوں، قریش کے سرداروں کو معاف کرتے ہوئے فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

یہ وہ رحمت وشفقت کے چند مثالی نمونہ ہیں جو محسن انسانیت، ابر لطف وعطا اور بحر جود وسخا کی شان میں گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے، تخلیق کے جاں گداز لمحات سے گزرتے ہوئے شاعر رنگیں بیاں، محامد سرورِ کون ومکاں کے انوار بکھیرنے والے مدحت نگاروں کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا جذبۂ شوقِ فراواں، افکارِ گل بداماں کو شعر کے قالب میں ڈھالنے پر مہمیز کرتا ہے پھر نعت گلزارِ صداقت کے تر وتازہ گلاب اور اصنافِ سخن کا سب سے بہتر انتخاب بن جاتی ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی سیرتِ اقدس کے اوصافِ رحمت کے بیان میں ہر شاعر اپنا حصہ ڈال کر شاداں وفرحاں ہوتا ہے۔ اور صنف نعت کو اس موضوع کی تابانی سے پُر انوار بنا دیتا ہے۔ چند گل ہائے عقیدت دیکھیے:

سلام اس پر عدو پر جس نے رفق ولطف فرمائے
سلام اس پر عوض پتھر کے جس نے پھول برسائے

(یحییٰ اعظمی)

کیا معاف خطا ہائے اہل مکہ کو
کہ جن کے شر سے ہوئے تھے وطن سے اپنے دور

(یحییٰ تنہا)

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

(ماہر القادری)

اللہ اللہ یہ کرم تم نے دعا دی ان کو جو بناتے رہے تم کو ہدفِ سنگ ستم

(طاہر شادانی)

ظلم سہ کر بھی محبت سے دعائیں دی ہیں رحم کھاتا ہے کہاں کوئی کسی پر ایسا

(رشید کامل)

سرکشوں کے لیے کی دعائیں آپ نے رحمت دائمی سے

(ریاض احمد کاوش)

آپ نے ان سے جو سلوک کیا کس کو آئے گا آج اس پہ یقیں
اس سراپا کرم نے فرمایا جب تھے دشمن اسیر و زیرنگیں
میری جانب سے تم ہو سب آزاد
آج تم پر کوئی گرفت نہیں

(خالد بزمی)

ان کی رحمت کا کیا ہے ٹھکانا، دیکھ لے سوئے طائف زمانہ
موسم سنگ باری میں لب پر کیا دعا کا اُجالا نہیں ہے

(صبیح رحمانی)

عدو کے واسطے اخلاص سے دعا مانگی رفاقتوں کی روایت کو استوار کیا

(محسن احسان)

کیا کیجیے حکایت فیضانِ بے کراں کانٹوں کو اک نظر میں گلستاں بنا دیا

(ابن الغازی عابد)

گالیاں کھا کے دعاؤں سے نوازا تو نے تیری رحمت کے میں قربان رسولِ عربی

(کوثر نیازی)

وہ جس نے ظلم کا بدلہ سدا دعا سے دیا عوض ستم کا تلطف سے اور کرم سے دیا
جو راہِ حق سے کبھی اک قدم نہ پیچھے ہٹا ہزار جور اُٹھائے نہ آیا لب پہ گلہ
حبیب خالق اکبر پہ ہو درود و سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود و سلام

(نوشابہ خاتون)

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے لگے بارانِ سنگ اُس رحمت عالم پہ برسانے
وہ ابر لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
کہا سرکار! ان لوگوں کے حق میں بدعا کیجے شکایات اس جفا و جور کی پیش خدا کیجے

جنابِ رحمت للعالمیں نے سن کے فرمایا — کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
یہ فرما کر نبی نے ہاتھ اٹھا کر اک دعا مانگی — خدا کا فضل مانگا، خوئے تسلیم و رضا مانگی
دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے — الٰہی رحم کر ان پر انھیں نورِ ہدایت دے
(حفیظ جالندھری)

رحمت دوجہاں سر طائف — آئینہ پتھروں کی زد پر تھا
(حافظ عبدالغفار حافظ)

جب کسی مدحت نگار کا تخلیقی زاویہ خلوص کا مظہر ہو اور جذبے کا دائرہ صداقت کا احاطہ کیے ہوئے ہو پھر درد و الم کی اس فضا میں رحمت للعالمین ﷺ کے سیرت و کردار، اسوۂ عظیم کے انوار کا احساس تخیل کی لوح پر یوں چمکتا ہے کہ ایک قوسِ قزح پھیل جاتی ہے۔ اس میں رحمت کا رنگ سب سے نمایاں ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ اقبالؒ کے مطابق معجزۂ فن سے ہے خونِ جگر کی نمود، لیکن شعری تحریک کا بھی اس پر بڑا عمل دخل ہے۔ جب موضوع وارداتِ قلبی بن کر اظہار کا جامہ پہن لیتا ہے تو اس مظہر سے تخلیقی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مطالعہ میں آیا ہے کہ شعرائے کرام کی نعتیہ تخلیقات میں رحمت کے مضمون کی بھی بوقلمونی ہے۔ تصورات و احساسات کا تنوع کے کئی دائرے، کئی زاویے صفحۂ قرطاس پر کھینچتا ہے، جن میں حسیات کی صداقتیں اور واقعاتی حقیقتیں کچھ ایسا معجزۂ فن دکھاتی ہیں کہ اسلوب و انداز میں جامعیت کی ایک کہکشاں پھیلی دکھائی دیتی ہے۔ اس موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے نعتیہ شاعری میں رحمت کے لاتعداد انداز اور رُخ مجھے اپنی گرفت میں لے لیتے رہے ہیں۔ رحمت کا احاطہ کرنے والے یہ اشعار رسولِ رحمت ﷺ کے تیئیس سالہ عہد رسالت میں کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ وہ متقدمین کے گل ہائے عقیدت ہوں یا جدید نعت گو شعرائے کرام کے حساس اور پُر بہار چمنستان میں کھلنے والے غنچہ ہائے نکہت فشاں ہوں۔ آیئے تخلیق کے ان جواہر پاروں کی رعنائی سے قلب و نظر کو منور کریں:

حب نبی کی فیض رساتی نہ پوچھیے — کانٹے میں حسن آ گیا کھلتے گلاب کا
(ریاض حسین زیدی)

دوست دشمن پہ کچھ نہیں موقوف — میرا آقا تو سب کے کام آیا
کوئی در سے پھرا نہ خالی ہاتھ — جو بھی پہنچا وہ شاد کام آیا
آدمی آدمی کو پہچانا — آدمی آدمی کے کام آیا

(شمس زبیری)

ان کے قبضے میں خزانے رب کے — ان کی عادت ہے سخاوت کرنا
(مسعود اختر)

زمانے کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پر — گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے
(ماہرالقادری)

یہ مژدہ اہلِ عالم کو سنا دو — بھری رحمت سے ہے خوئے محمدؐ
(اکبرالہ آبادی)

اس محسن زمانہ کے لطف و کرم کے بعد — کوئی جگہ نہیں ہے یہاں جور کے لیے
اپنے ہوں یا کہ غیر وہ سب کے شفیق ہیں — ڈھونڈیں کسے خلوص کے اس طور کے لیے
اغیار کے حق میں بھی وہ الطاف و کرم ہیں — ہرگز یہ کسی اور کا معمول نہ ہوگا
(خالد بزمی)

ٹوٹے دلوں کے واسطے اُمید کی کرن — طوفانِ غم میں دامن ساحل حضور ہیں
(ناصر زیدی)

ہر جادہ کشِ جور کی قوت تری رحمت — ہر رہروِ شب گشتہ کو رہبر تری سیرت
(حفیظ تائب)

رحمت سرکار آئی جوش میں — اور اپنا کام سارا ہوگیا
(مسرور کیفی)

ان کی رحمت ہے پردہ پوش مری — حشر میں خوف کیا سزاؤں کا
(راجا رشید محمود)

آج پھر کوہِ رحمت پہ خطبہ کوئی — آج اُمت ہے پھر دربدر آپ کی
(محسن نقوی)

پتھروں میں بھی لہو دوڑ گیا — اس قدرت عام تھی رحمت ان کی
(احمد ندیم قاسمی)

گردشِ چرخ چنبری اس کا نہ کچھ بھی کر سکی — تو نے نگاہِ لطف سے بخش دیا جسے ثبات
(ماہرالقادری)

اس کی رحمت ہو تو طوفاں بھی ہو ساحل بہ کنار — وہ مخالف ہوں تو ہر موج بھنور ہوجائے
درِ عالی پہ کئی دن سے پڑا ہے کوثر — اب تو آقا کوئی رحمت کی نظر ہوجائے

(کوثر نیازی)

سبزہ و گل حضور کی رحمت بے کراں کے رنگ — نجم و قمر جناب کے نقشِ قدم کا سلسلہ

(حفیظ تائب)

کہوں کیوں کر نہ تجھ کو رحمت للعالمیں ساقی — کہ تیرے فیض سے سیراب ہے روئے زمیں ساقی

(خواجہ عزیز الحسن مجذوب)

سبز گنبد سے اُٹھتے ہوئے ابر رحمت کی ہے یہ عطا
وہ زمینیں جو مدت سے بنجر پڑی تھیں، وہ شاداب ہیں

(محمد فیروز شاہ)

آمد ان کی رحمت باری — روشن ہوگی دنیا ساری
برسا نور زمیں پر چھم چھم — صلی اللہ علیہ وسلم

(یونس احقر)

صدف صدف کو گہر بار کر گیا وہ ابر — سخاوتوں کا یہ انداز ہر گھٹا کا نہ تھا
میں برہنہ تھا، برہنا ہوں مرے آقا نے — تن چھپانے کے لیے چادر رحمت دی ہے

(محسن احسان)

ہوگا الفاظ کی صورت میں نزولِ رحمت — ان کی مدحت کو جو ہم اپنا مقدر لکھیں
نعت لکھتا ہوں صبیح ان کی عطا کے ساتھ میں — ہے بیاضِ نعت کا ہر شعر رحمت کا گلاب

(صبیح رحمانی)

رخت سفر میں اس کے سبھی رحمتوں کی بارش — ابر کرم جو تیرا سر عام چل رہا ہے
شاخِ جہاں پہ تیری نبوت کے پھول ہیں — دامانِ کائنات میں رحمت کے پھول ہیں

(حنیف ساجد)

مظہر رحمت، مصدرِ رافت اور مخزنِ شفقت ﷺ کی تربیتی رحمت، تعلیمی عظمت اور تدریسی ندرت کی بہاریں لامتناہی ہیں۔ مکی دور ہو یا مدنی دور جمالیاتِ رحمت کی کرنیں اذہان، قلبی رجحان اور اخلاقی عرفان کو جلا بخشتی رہیں۔ انسانیت کا کھردراپن عام تھا، جہالت کے طرزِ کہن میں ہر صحرائی بدو،

ہر آبائی تمدن کا فدائی شہری شاد کام تھا۔ قبائلی نظام کی عمل داری، قبیلے، قبیلے کی سرداری، مطلق طاقت اور صاحب اقتدار کی تاجداری، کش مکش، بغض وعداوت کی شعلہ باری اور ظلم وستم کی سنگ ساری کا وسعت کے لحاظ سے طویل پھیلا ہوا دام تھا جس میں ہر کہہ ومہہ زیر آلام تھا۔ عرب معاشرہ حقیقتاً ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا، ربط وضبط کا فقدان بلکہ ایک کریہہ انتشار تھا، اندرونی اور بیرونی جارحیت کا گرم بازار تھا، جس میں ہر مرد وزن بیزار تھا۔ عرب کی یہ وہ کیفیت تھی جس میں رحمت للعالمین ﷺ مبعوث ہوئے، تین سال تک اپنے عزیزوں اور اقربا کو دعوتِ اسلام سے فیض یاب کرتے رہے اور پھر رحمت ورافت کا یہ چلن کوہِ صفا پر **قالوا لا الہ الا اللہ تفلحوا** کا نعرہ بلند کرتا ہوا چاروں طرف بڑھنے لگا۔

تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ دارِ ارقم تک پہنچا اور پھر پھیلتا چلا گیا۔ گنواروں، بدوؤں اور کندۂ ناتراش انسانوں کو تہذیب وتمدن، اخلاق واطوار اور سیرت وکردار کی خصوصیات سے روشناس کرتا انسانیت کی معراج تک پہنچاتا رہا۔ یہ صورت گری، یہ چارہ گری اور یہ آدمیت کی برتری، سینوں میں پنہاں خودسری کو نکالتی رحمت پیمبری کا عمل دُہراتی چلی گئی۔ دنیا نے دیکھا، صحرانشیں، جنگ وجدل کے شوقین، مزاجاً عیاش ورنگین اور اخلاقاً سنگین لوگ، قوت میں شاہین، زیرِ تعلیمات یٰسین اور صاحبانِ دین متین بنے۔ یہ ہدایت، رحمت اور محبت انسانی کی کلیاں، بہارِ غنچۂ وحدت، چشمۂ علم وحکمت اور محبوبِ ربّ العزت نے چٹکائیں اور عرب وعجم میں مہکائیں۔

رحمت کی ان ضیاؤں نے شعرائے نعت کی تصوراتی بساط، جذباتی نشاط اور وارداتی انبساط کو مسرت وشادمانی کے نور سے منور کیا۔ ان کے خیالات نے مدحت میں اس رحمت کے مختلف رنگ ظاہر کیے ہیں۔ آیئے ان بہاروں اور دل کش فضاؤں میں گھوم پھر کر دیکھیں:

خوگرِ بندگی تھے جو تیرے طفیل میں ہوئے — مالک مصر و کاشغر، وارثِ دجلہ و فرات

(نواب بہار یار جنگ)

وہ جس کا جذب تھا بیداریٔ جہاں کا سبب — وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح

(سراج الدین ظفر)

جو لوگ ہوئے تیری غلامی سے مشرف — وہ عظمت انسان کا معیار ملے ہیں

(سروسہارنپوری)

جس کے غلام فاتح، ایران و شام ہوں — لاکھوں در و داس پہ ہزاروں سلام ہوں

(زکی کیفی)

مصر و عرب میں روم میں ایران و ہند میں
پھیلا جہاں میں علم سراسر رسولؐ کا
(دلورام کوثری)

تیرے اعدا بھی رہے تیرے کرم کے محتاج
سائے ہر سر پہ ترے لطف کے لہراتے رہے
(خلیق قریشی)

وہ شاہ بوریا مسند، سکھایا جس نے دنیا کو
یہ اندازِ جہانگیری، یہ آئینِ جہاں بانی
(اقبال سہیل)

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہ قیصری
(جوش ملیح آبادی)

دل مجلّا ہوئے، سینے روشن ہوئے
پائی فکر و نظر نے جلا آپ سے
(ضیا محمد ضیا)

اتنا کرم ہوا کہ مقدر بدل گئے
ان کے کرم کی بات چلی تھی ابھی ابھی
(شبیر انصاری)

سرکشوں نے آپ سے پایا شعورِ زندگی
خود سروں کو آپ نے بخشے مقاماتِ نیاز
(جعفر حسن جعفر)

اسی کے فیضِ اقدس کا کرشمہ ہے کہ دنیا میں
نظر آتی ہے جذباتِ اخوت کی فراوانی
یہ دنیا جب رہِ علم و صداقت سے گریزاں تھی
جلائی کفر کی ظلمت میں اس نے شمعِ نورانی
(عبدالصبور طارق)

جتنا بھی یہاں جلوۂ تہذیب بشر ہے
اے محسنِ عالم! ترا فیضانِ نظر ہے
جب سے تری پُرنور قیادت میں سفر ہے
رستے کی ہمیں سوجھ ہے، منزل کی خبر ہے
جو تہذیب و تمدن مدعی آدم گری کے ہیں
وہ پہلا مکتب تشکیل انساں دیکھ لیتے ہیں
(عاصی کرنالی)

بے نواؤں کو عظمتیں بخشیں
ان کی عظمت کی کوئی حد نہ حساب
قوم جو علم سے تھی بے بہرہ
کھول دی زندگی کی اس پہ کتاب
(فضل کریم فضلی)

نادار جو بھی آ گیا، وہ ہو گیا غنی
اس کو درِ حضور سے دارائیاں ملیں

(عزیز حاصل پوری)

جس پریشاں حال انساں کو نوازا آپ نے
اس سے بڑھ کر کون ہے دنیا میں خوش قسمت حضور
(محمد اکرم رضا)

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گر، ان کو اک اک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا
بہت دن کے سوئے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیے ایک پردہ اُٹھا کر
(مولاناجامی)

جنھیں شعور نہ تھا عقدۂ حیات ہے کیا؟
اس اک نگاہ کے صدقہ کے رازداں ٹھہرے
وہ لوگ تھا جنھیں بے دست و پائی کا شکوہ
اسی کے در کی غلامی سے تیغ راں ٹھہرے
(شورش کاشمیری)

جو ٹھکرائے ہوئے تھے دہر کے وہ تیری محفل میں
مکرم بنتے جاتے ہیں، معظم ہوتے جاتے ہیں
(ابرار حسنی گنواری)

یہ دیکھتا ہوں غلام و آقا کا فرق تو نے مٹا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں کہ تو نے شاہ و گدا کو ہم سر بنا دیا
(تاجور نجیب آبادی)

شہرِ مدینہ، رحمتوں کا خزینہ اور پیکر جود و سخا کی سخاوتوں کا گنجینہ ہے۔ دریائے رحمت کے

سارے دھارے یہاں بہتے ہیں۔کہیں نبی رحمت ﷺ کی تجویز پر بیرِ عثمانؓ جاری وساری ہوتا ہے اور کہیں آیۂ قرآنی، **من ذالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعا فا کثیرۃ ۔** (البقرہ۲: ۲۴۵) ''کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرضِ حسنہ تا کہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے اللہ اُسے کئی گنا۔'' زبانِ رحمت سے ضیابار ہوتی ہے اور ابودردا رضی اللہ عنہ رحمت عالم ﷺ سے عرض کرتے ہیں،''یارسول ﷺ! دست مبارک بڑھایئے، میں اپنا باغ پیش کرتا ہوں، قبول فرمایئے۔''

ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد رحمت کا ایک بحرِ ذخار ہے جو ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔اوس وخزرج، مہاجرین مکہ پر رحمت وشفقت کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ دلوں کے زنگ اُتر جاتے ہیں اور بغض و عداوت اور قبائلی تعصّبات کی آلودگی دُھل جاتی ہے۔ اخوت کا ایثار وقربانی کا جذبۂ رحمت للعالمین ﷺ کی تعلیمات سے گل بہار کی طرح کھلتا ہے کہ اسلامی مملکت میں رحمت وشفقت کے چشمہ ہائے مہر ومروت اُبلنے لگتے ہیں۔ آج بھی یہی ادائے دلبرانہ، رحمت دوستانہ اور الفت والہانہ وادیٔ کاظمہ اور چمنستانِ مدینہ منورہ میں بکھری ملتی ہے۔شمع رحمت عاشق صادق پروانے قربان ہوتے ہیں۔ زندگی کی تلخیوں کے مداوا کے لیے یٰسین وطٰہٰ کی درس گاہ سے مرحوم رحمت کی علمی ضیائیں حاصل کرتے ہیں۔شہر خیرالوریٰ، ابر لطف وعطا، اعتمادِ شفا اور پیکر تسلیم ورضا تمناؤں کا مرکز ہے۔ ہر پیاسے کو یہاں آبِ حیات، مژدۂ قرار وثبات اور خیر کثیر کے نکات میسر آتے ہیں۔علم وادب کے داعی، حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے شیدائی اور شعر وسخن کے تمنائی کاسۂ گدائی لیے یہاں پہنچتے ہیں، مدحت سرائی کے لیے رحمت ورافت کے سکہ ہائے طلائی لے کر آتے ہیں۔تذکرۂ گلستانِ طیبہ، اشعارِ مدحت سرورِ انبیا ﷺ اپنے مفاہیم وتشریحات میں لطف ومحبت بھی رکھتے ہیں اور لطف ورحمت کے آبگینے بھی، پھر نعت جذبۂ شوقِ فراواں اور غم عشق کا درماں بن جاتی ہے۔رحمت کی شگفتہ بیانی کا یہ انداز کتنا حسین وجمیل ہے، کس قدر اس سے رحمت کا نزول ہوتا ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ منشورِ عالم کے حقیقی مرکز میں پہنچ کر سخن ور رحمت وشفقت کے کیسے پھول چنتے ہیں:

شہر رحمت میں پہنچے اماں مل گئی — ہر غم زندگی سے رہائی ہوئی
گلی میں آپ کی دن پھر گئے گداؤں کے — کچھ ایسا آپ کا دست کرم کشادہ ہے

(حفیظ تائب)

جب تری چشم عنایت سے گزر جاتے ہیں — چمن دہر کے پھول اور نکھر جاتے ہیں
تیرا دریائے کرم اب بھی رواں ہے کہ جو تھا
کتنے دریا ہیں جو چڑھ چڑھ کے اُتر جاتے ہیں

شاہ و گدا کھڑے ہیں صف احتیاج میں — یہ در اُمیدگاہِ امیر و غریب ہے
ترے شہر میں زندگی کتنی فراواں ہے — مدینے کی ہوا کا ایک اک جھونکا رگِ جاں ہے

(عاصی کرنالی)

کتنی صبحیں ظہور کرتا ہے — جاگنا رات بھر مدینے میں
کتنی صدیوں پہ ہوگئے ہیں محیط — میرے شام و سحر مدینے میں

(عطاء الحق قاسمی)

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے — دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

(عبدالستار نیازی)

سامنے جس کی نگاہوں کے مدینہ آیا — لطف کے ساتھ اُسے مرنا اسے جینا آیا

(نوح ناروی)

شعورِ عشق مدینے کی سرزمیں سے ملا — دوا بھی درد بھی جو کچھ ملا یہیں سے ملا

(محشر رسول نگری)

ہے پیش نظر روضۂ سلطانِ اُمم آج — پہلے سے فزوں ہے مجھے اُمید کرم آج

(حافظ مظہر الدین)

درِ حضور پہ حافظ کی آنکھ تھی غم ناک — زباں ملی نہ اُسے عرضِ مدعا کے لیے

(حافظ لدھیانوی)

اٹکا ہوا ہے دل اُسی منظر کی چاہ میں — کس طرح کوئی شاد ہو طیبہ نگر سے دُور
شہر طیبہ کا ہوں باشندہ، یہ دل کہتا ہے — کاش تقدیر بھی اس خواب کی تصدیق کرے

(عزیز احسن)

اسی در سے ملا ہے عارفوں کو — شعورِ زندگی، عرفانِ رحمت
ترا دست سخا، جانِ سخاوت — تری چشم عطا، ایمانِ رحمت

(محمد مسعود اختر)

شرابِ معرفت میخانۂ طیبہ سے ملتی ہے — دبستانِ نظامِ عاشقی ہیں سرورِ عالمؐ

(گوہر ملسیانی)

ہر ایک زخم میں تصویر ہے مدینے کی — بہارِ خلد ترا بھی جواب رکھتے ہیں

(اعجاز رحمانی)

کوئی خالی ہاتھ اُن کے در سے نہ آیا
عجب بخت والے ہیں واں جانے والے

کرو تہنیت قصدِ طیبہ یہ کہہ کر
نہیں لوٹ کر اب کے ہم آنے والے

(تہنیت النساء بیگم تہنیت)

دیارِ رحمت بلا رہا ہے، نجات کا در کھلا ہوا ہے
چلو چلو جانب مدینہ، تمام لوگو! تمام لوگو

اس باغِ ہدایت کے گلابوں کی مہک ہے
احسان عطا، جود و سخا عدل اماں بھی

(شوکت ہاشمی)

یہ گنہ گار کہاں جائے مدینے کے سوا
در نہیں کوئی درِ صاحبِ رحمت کے سوا

جب سے دیکھی ہیں مدینے کی بہاریں ہم نے
یاد کچھ بھی نہ رہا وادی جنت کے سوا

(بشیر زوّاری)

تمام عمر مدینے میں سونے والے کو
کہاں کہاں سے پکارا کہاں کہاں ٹھہرے

(شورش کاشمیری)

اتنا یاد آتے ہیں مجھ کو رحمت للعالمیں
اپنے لب سے اپنے ہی دل کو سناتا ہوں درود

(ہارون الرشید ارشد)

نسیم رحمت عالم ہے باغ ہستی میں
دلوں کو موسم گل باعث سرور ہوا

(منظور حسین منظور)

دیارِ طیبہ میں بن کے آنا کسی کا وہ رحمت مجسم
یہی ہے بندوں پہ قدرت کبریا کا الطافِ عام ہونا

(مرتضٰی احمد خاں میکش)

رحمت للعالمین ﷺ کے گلستان ونخلستان میں سیر گل ہائے رحمت و رافت کرتے ہوئے ایسے شعرائے قدیم و جدید کی سخن طرازی کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی کہ مضمون رحمت میں قرآنی، علمی، ادبی، تخلیقی، شعری، تاریخی اور سرمدی تصورات و افکار میرے لوازمۂ تحریر کے لیے ایسا خزانۂ عظیم ثابت ہوئے کہ میری تمناؤں کے غنچے چٹک اُٹھے اور رحمت عالم ﷺ کے موضوع کو ایسی نکہت فصل بہار میسر آئی کہ یہ تحریر بھی مہکنے لگی۔

اسی رحمت و شفقت کی اٹھتی موجوں، قلب ونظر کو متاثر کرتی لہروں میں کچھ گل ہائے عقیدت ایسے بھی ملے جن میں مبالغہ آرائی کی جہتیں اور غلو بیانی کی سطحیں نعت کی حدود سے تجاوز کرتی دکھائی دیں۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ ربّ کائنات نے مفسر قرآن، صداقت وامانت کے بستان کو جہاں رحمت للعالمین کے خطاب سے نوازا ہے، وہاں ذمہ داری کی نفاست وحقیقت اور منصب نبوت کی حفاظت وخاصیت کا سبق بھی دیا ہے۔ اسی سلسلے میں ربّ العالمین نے جادۂ تعلیم وتعلّم پر چلتے ہوئے سیّد عالم کو قدم قدم پر مغفرت ورحمت کی دعاؤں کو اپنانے اور نصرت وہدایت طلب کرنے کا حکم بھی دیا ہے:

و قل رب اغفر و ارحم و انت خیر الرحمین۔(المومنون۲۳:۱۱۷)

اور اے نبی! دعا کرو، اے میرے مالک! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن حکیم کی مختلف آیات سے یہ بات وضاحت سے ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ یادرکھو ارحم الراحمین کی ذات صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ باقی سب مخلوقِ خدا، جن وانس اور جن سے انبیائے کرام اور مرسلین عظام بھی شامل ہیں، اپنے خالق و مالک، حاکم و مدبر اور اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اس لیے صنفِ نعت کا یہ موضوع و مضمون بھی بے حد احتیاط طلب کرتا ہے۔ قرآنی آیات و احکامات اور ارشادات سرورِ کائنات ﷺ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ذاتِ واحد ولاشریک سے زیادہ کوئی رحمٰن و رحیم نہیں ہے۔ رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت کے دائرے کو ربّ العالمین کے دائرۂ رحمت سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ یوں اہل ایمان پر لازم ہے کہ اس فرق کو حرزِ جاں بنائیں اور اس میں اطاعت رحمت للعالمین ﷺ، اطاعت ربّ العالمین ہے۔ اگر ان حدود و قیود کا خیال نہ رکھا جائے گا تو اس افراط و تفریط کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں داخل ہوجائے گا، لہٰذا رحمت کے اظہار میں بھی بے حد توجہ درکار ہے۔ الوہیت اور رسالت کا اپنا اپنا مقام ہے۔ میرے مطالعے میں بھی آیا ہے کہ شعرائے کرام کے ہاں شفاعت کے موضوع میں تعلّی کا اظہار اس قدر حکم قرآن اور ارشادِ رسولِ رحمٰن کی صریح نصوص کی خلاف ورزی میں آتا ہے، جس سے نعت کی نزاکت مجروح ہوتی ہے۔ اس کے لیے قرآن میں آیاتِ شفاعت اور احادیث رسول مکرم ﷺ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ میں اس کلیے کو عمومی بناتے ہوئے کسی شاعر یا اس کے شعر کو بیان کرنے سے گریزاں ہوں، خود مدحت نگاروں کو اپنی تخلیقات پر نظر ڈالنی چاہیے کیوں کہ صنف نعت کے ایسے اشعار اردو ادب میں اس صنف کو ادبی معیار سے گرانے کے مترادف ہیں۔

آخر میں جناب عابد نظامی کے رحمت عالم ﷺ کی شان میں کہے ہوئے ان اشعار کو بیان

کر کے اس مقالہ کی تکمیل سے سرخ رو ہونے کی جسارت کرتا ہوں، یہ ان کی نظم ''آمد بہار'' کا آخری بند ہے جس میں رحمت کی کلیاں ضوفشاں ہیں:

تیری آمد سے اے رؤف و رحیم — لطف ربی کے کھل گئے ابواب
ہر طرف موسم بہار آیا — کھل اُٹھے گلشن جہاں میں گلاب
توڑ کر نسل و رنگ کے اصنام — گمرہوں کو دکھائی راہِ صواب
زندگی کے جھلستے صحرا میں — تیری آمد ہے رحمتوں کا سحاب
سورۂ والضحیٰ ترا چہرہ — دیکھ کر جس کو ہے خجل مہتاب
دیکھ کر تیرا ٹاٹ کا بستر — ہوگئے ہیچ قاقم و کمخواب
جو ہدایت ہے حشر تک کے لیے — تجھ پہ نازل ہوئی وہ حق کی کتاب
اک کرن میرے قلب تیرہ پر — اے ہدایت کے مہر عالم تاب

(عابد نظامی)

کچھ مرتب کے بارے میں

نام	:	سید صبیح الدین رحمانی
قلمی نام	:	صبیح رحمانی
ولدیت	:	سید اسحاق الدین
تاریخ پیدائش	:	۲۷ جون ۱۹۶۵ء
بانی و سیکرٹری جنرل	:	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

مرتب کے مجموعہ کلام

۱) ماہ طیبہ ۱۹۹۸ء نظامی اکیڈمی، کراچی

۲) جادۂ رحمت ۱۹۹۳ء ممتاز پبلیشرز، کراچی

مرتب کے کلام پر مشتمل انتخاب

۱) خوابوں میں سنہری جالی ہے — عزیز احسن — اشاعت اول ۱۹۹۷ء ممتاز پبلیشرز، کراچی
.. .. — اشاعت دوم ۱۹۹۷ء فضلی سنز، کراچی
.. .. — اشاعت سوم ۱۹۹۸ء تاج کمپنی نیو دہلی

۲) سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے — محمد مقصود حسین قادری — ۲۰۰۰ء فیض رضا پبلی کیشنز، کراچی

۳) سرکار کے قدموں میں — مدثر سرور چاند — ۲۰۰۶ء دعا پبلی کیشنز، لاہور

مرتب کے شعری مجموعوں کے تراجم

Revereence unto his feet — سارہ کاظمی — اشاعت اول ۲۰۰۹ء نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
اشاعت دوم ۲۰۱۲ء نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

Jada - e- Rahmat — جسٹس ڈاکٹر منیر احمد مغل — ۲۰۰۹ء نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

مرتب کے نام لکھے گئے خطوط کے مجموعے

۱)نعت اورآدابِ نعت   علامہ کوکب نورانی اکاڑوی   اشاعت اول   ۲۰۰۳ء

ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، لاہور

" " " ""   اشاعت دوم   ۲۰۰۴ء   مہر منیر اکیڈمی، کراچی

۲)نعت نامے   ڈاکٹر محمد سہیل شفیق   اشاعت اول   ۲۰۱۴ء   نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

مرتب کی تالیفات

۱) ایوانِ نعت (نعتیہ انتخاب)   ۱۹۹۳ء   اقلیم نعت، کراچی

۲) جمالِ مصطفیٰ (نعتیہ انتخاب)   ۱۹۹۳ء   فرید پبلیشرز، کراچی

۳) نعت نگر کا باسی   ۲۰۰۸ء   اقلیم نعت، کراچی

۴) غالب اور ثنائے خواجہ   ۲۰۰۹ء   نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

۵) اردو نعت میں تجلیاتِ سیرت   ۲۰۱۵ء   نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

مرتب پر لکھے گئے مقالات

۱)صبیح رحمانی کی شخصیت اور فن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ   عائشہ ناز   ۲۰۱۱ء   جامعہ کراچی

۲)صبیح رحمانی بحیثیت نعت نگار   ساجدہ اقبال   ۲۰۱۱ء   جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

مرتب پر شائع شدہ کتب ورسائل

۱) جادۂ رحمت کا مسافر   ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی   ۲۰۰۸ء   آفتاب اکیڈیمی، کراچی

۲) مجلّہ سفیرِ نعت (صبیح رحمانی نمبر)   ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی   ۲۰۰۹ء   آفتاب اکیڈیمی، کراچی

۳) فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ   ڈاکٹر افضال احمد انور   ۲۰۱۰ء   نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

مرتب کی زیرِ ادارت شائع ہونے والے رسائل اور جرائد

۱)مجلّہ لیلۃ نعت، کراچی   ۱۹۸۷ء

۲) ایقان انٹرنیشنل سینٹر، کراچی   ۱۹۹۲ء

۳) مجلّہ نعت رنگ، کراچی   ۱۹۹۵ء

نعت ریسرچ سینٹر کی مطبوعات

۱۔اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر (تحقیق)		ڈاکٹر عاصی کرنالی	600/-
۲۔اردو نعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	(تنقید)	رشید وارثی	350/-
۳۔نعت میں کیسے کہوں؟	(تنقید)	پروفیسر محمد جاوید اقبال	200/-
۴۔غالب اور ثنائے خواجہ	(تنقید)	صبیح رحمانی	200/-
۵۔نعت کی تخلیقی سچائیاں	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	150/-
۶۔ہنر نازک ہے	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	150/-
۷۔اردو نعت اور جدید اسالیب	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	120/-
۸۔نعت نگر کا باسی	(تنقید)	صبیح رحمانی	150/-
۹۔جادۂ رحمت کا مسافر	(تنقید)	ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی	80/-
۱۰۔بہشت تضامین	(شعری مجموعہ)	حافظ عبدالغفار حافظ	250/-
۱۱۔خیر البشر	(میلاد نامہ)	نور بانو محجوب	200/-
۱۲۔نعت اور تنقید نعت	(تنقید)	ڈاکٹر ابوالخیر کشفی	300/-
۱۳۔فنِ اداریہ نویسی اور ''نعت رنگ''	(تنقید)	ڈاکٹر افضال احمد انور	200/-

۱۴۔''نعت رنگ''اہل علم کی نظر میں	(مضامین)	ڈاکٹر شبیر احمد قادری	300/-
۱۵۔فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر	(کتابیات)	ڈاکٹر محمد طاہر قریشی	300/-
۱۶۔زبورِ حرم	(کلیاتِ نعت)	اقبال عظیم	450/-
۱۷۔شہہ لولاک	(شعری مجموعہ)	امان خان دل	150/-
۱۸۔جادۂ رحمت	(انگریزی ترجمہ)	جسٹس منیر مغل	200/-
۱۹۔اشاریۂ ''نعت رنگ''	(بیس شمارے)	ڈاکٹر محمد سہیل شفیق	300/-
۲۰۔سرکار کے قدموں میں	(انگریزی ترجمہ)	سارہ کاظمی	500/-
۲۱۔شہرِ توفیق	(شعری مجموعہ)	ڈاکٹر عزیز احسن	200/-
۲۲۔قوسین	(شعری مجموعہ)	آفتاب کریمی	200/-
۲۳۔نزول	(شعری مجموعہ)	شفیق الدین شارق	100/-
۲۴۔آنکھ بنی کشکول	(شعری مجموعہ)	آفتاب کریمی	100/-
۲۵۔آپ ﷺ	(شعری مجموعہ)	حنیف اسعدی	150/-
۲۶۔کرم ونجات کا سلسلہ	(شعری مجموعہ)	عزیز احسن	150/-
۲۷۔نعت اور سلام	(شعری مجموعہ)	وحیدہ نسیم	20/-
۲۸۔ممدوحِ خلائق	(شعری مجموعہ)	آفتاب کریمی	200/-
۲۹۔مرقعِ چہل حدیث	(مجموعۂ احادیث)	پروفیسر محمد اقبال جاوید	300/-
۳۰۔نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش	(تنقید)	پروفیسر محمد اکرم رضا	250/-
۳۱۔نعت کے تنقیدی آفاق	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	150/-
۳۲۔مثنوی رموزِ بے خودی کا فنی وفکری جائزہ (اقبالیات)		ڈاکٹر عزیز احسن	200/-
۳۳۔امید طیبہ رسی	(شعری مجموعہ)	ڈاکٹر عزیز احسن	150/-
۳۴۔نعت شناسی	(تنقید)	ڈاکٹر ابوالخیر کشفی	300/-
۳۵۔اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ	(تحقیقی مقالہ)	ڈاکٹر عزیز احسن	700/-
۳۶۔پاکستان میں اردو نعت	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	300/-
۳۷۔نعت نامے بنام صبیح رحمانی	(مجموعۂ مکاتیب)	ڈاکٹر محمد سہیل شفیق	1000/-
۳۸۔نعتیہ ادب کے تنقیدی زاویے	(تنقید)	ڈاکٹر عزیز احسن	350/-
۳۹۔تعلق بالرسول ﷺ کے تقاضے اور ہم	(سیرت)	ڈاکٹر عزیز احسن	52/-
۴۰۔دل جس سے زندہ ہے (ظفر علی خان کی نعتیہ تب وتاب)		ڈاکٹر محمد اقبال جاوید	—